جملہ حقوق محفوظ ہیں

۷۸۶

M.A.LIBRARY, A.M.U.
U5863

تاریخ اودھ

جلد سوم

مفصل و مکمل حالات از نواب سعادت خان برہان الملک بانی سلطنت اودھ تا خاتم السلاطین جانعالم واجد علیشاہ

تحقیقی و مستند واقعات من آغاز تا آخرہ

مرتبہ

جناب مولانا حکیم محمد نجم الغنی خانصاحب رامپوری ابن مولوی عبدالغنی خان

ابن مولوی محمد سبحان ابن مولوی ... مصنف کتب متعددہ مثل تاریخ ...

حسب ... [illegible]

... [illegible]

مطبع نامی ... [illegible]

تاریخ اودھ

مکمل چار جلد

نواب برہان الملک سعادت خان کے عہد سے واجد علیشاہ تک کی معزولی کے حالات مفصل درج ہین ۲۷ نایاب کتب سے بہ جامع تاریخ مرتب کیگئی ہے غور و تحقیق کا کوئی وقیقہ اوٹھا نہین رکھا گیا۔ فہرست مضامین بہت طول طویل ۲۰ صفحہ پر ہے جسکے دیکھنے سے اس کتاب کی اہمیت اور وقعت معلوم ہوسکتی ہے کہ مؤلف نے برسہا برس تک کس جانکاہی - تحقیق و تلاش اور دماغی محنت سے اسکو ترتیب دیا ہے - گویا اودھ کے حالات لکھنے والون مین اول نمبر لیا ہے۔ اول حصہ مین مؤلف کی عکسی ہاف ٹون پورے صفحہ کی تصویر بھی لگائی گئی ہے۔ غرضکہ کتاب بلحاظ حسن صوری و معنوی جامع ہونے کے موجودہ زمانہ کی قابل قدر تصنیف ہے - جلد اول و دوم و سوم بالکل مکمل ہین - اور چہارم زیر طبع ہے جو جلد سے جلد شایع ہو گی اس کتاب کی لوکل گورمنٹ نے بھی قدردانی فرماکر جلدین خریدی ہین - صرف تھوڑی جلدین طبع کی گئی ہین قیمت فی جلد ۸

المشتہر نیر اعظم بک ایجنسی مراد آباد

غلط نامہ تاریخ اودھ

صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
٨	١٤	بخشی کھولاناتھ	براد بخشی جھولاناتھ	٣٧	١	ومبالغہ خرچ	ومبالغہ آمیز خرچ
١١	١٠	آتا پیا بھی	آنا پڑا بھی	٣٩	١٠	کو خطاب ملا	کو خطاب ملا
١١	٢١	پہلی پوچھے	پہلی پوچھنے	٤٢	٢٢	سلطاپور	سلطانپور
١٥	٢٢	زبردست کی زبردست	زبردست کی زبردستی	٤٢	٢٢	٣١٢٩٠٠	٣٠٠٠٠٠
٢٥	١١	لڑ سکتا ہوں	لڑ سکتا ہوں نہ	٤٣	٢	٠٠٠	١٢٠٠٠
			مقابلہ کر سکتا ہوں	٤٥	١٩	اور رسالہ کو	اور رسالہ دار کو
٢٥	١٤	بہ امر ظاہر ہو	یہ امر ظاہر ہو	٤٦	٩	تو فیرن کی	تو فیرن کی
٢٦	٩	جو نواب نے	کے سر کو جو نواب نے	٤٦	٢٤	تیاری میں	تیاری رنجیت
٢٦	١٧	٥٣٩٥٧	٥٣٩٨٧	٤٨	٣	پیشتر مثا	پیشتر ستاجری
٢٧	١٣ آنہ	٣ آنہ		٥٠	٧	یا ازبان	یا ازبان اخبار
٢٧	٢٣	دُکھنے	دشمنے	٥٠	١٩	آصف الدولہ تک	آصف الدولہ کے عہد تک
٢٧	٢٥	حفت	حفاظت	٥١	٢	اور تھانہ داران	اور تھانہ داروں سے
٢٩	٢٣	اور رسم	اور رسم	٥١	١٥	ایک محافظوں	ایک ہی محافظوں
٣١	٦	آسائش زیادہ	آسائش زیادہ ہو	٥١	٢٤	باو جیسو	باو جیسے
٣١	٨	تقامات	مقدمات	٥٣	١٧	اول کے	اور نواب کے
٣١	١٤	صاحب نے	صاحب نے نہیں کیا	٥٩	١٤	تفضل حسین خان	تفضل حسین خان علامہ
٣١	٢٢	میر لیدفی	میر لطفی	٦٠	٨	تک تقسیم	تک تنظیم کو
٣٥	١٢	اضافے	زاضافے	٦٧	٤	شہاں وکشان	سرہاں وستان
٣٥	١٤	نہ اخلاف	نہ اخلاق	٦٧	٨	لطیفہ خوش	لطیف خوش
٣٥	٢٣	ملک کا اب	ملک کا بینا	٦٩	٤	سعتی ال	سعادت الدولہ
٣٦	٦	اگر یہ کہا جاتا	اگر یہ کیا جاتا	٧٠	٣	سفینے کے	نعمت کے امیدوار
٣٦	٢٠	قضایا دہ معاملات	قضایا معاملات	٧٣	٢	وغیرہ حساب	وغیرہ کا حساب

صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
٧٣	١٧	قحط ہو جاسے	قحط ہو چکا ہے
٧٤	٢١	وہ اوس رعایا	وہ اوس کی رعایا
٧٥	٦	پاس کی تھی	پاس آپ کی تھی
٧٦	٧	مرزا اتباہ علی	مرزا ابیاہ علی
٧٦	١٧	معتمد الدولہ اور	معتمد الدولہ شاہ اور
٧٧	٢	بیگم کے تمام	بیگم کے تمام ال
٧٧	٥	نامہ کیا مسرور کے	نامہ کیا مشروع ہے
٧٨	٦	۳۰ آنہ ٥ پائی	۳۰ آنہ ۹ پائی
٧٨	٦	۱۳ آنہ	۳ آنہ
٨٤	٦	شاہ عالم	اکبر شاہ ثانی
٨٩	١٧	فرسا اول	فرسا نقل
٨٩	٢٣	سراس تھا	شناس تھا
٩١	٢٣	لئے جور رلو حکم	لئے جو پیار کو حکم
٩١	٢٣	درنخت کرسے	دریافت کرسے
٩٢	٦	عفت کے	غفلت کے
٩٣	١٨	شہ سے تیتوں ودر	بہ پہلے اور وہ ثقوق ذریعہ
٩٨	١٨	ناقع جمع کیا	نقد جمع کیا
٩٩	١٣	ساتھ امر تھا	ساتھ منعقد تھا
١٠١	٣	تل کی ہے	ملاقی ہوسے
١٠٥	١١	بادشاہ کے منفرد کو روپیہ ماہوار کا ایک وثیقہ سلطان مریم بیگم کے لئے اوس سرکار کو روکنے کے سوا [illegible]	+

صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
١١٣	١١	بہولی	بھولی کو
١١٣	٢٣	اسٹنٹ رسیڈنٹ	اسسٹنٹ ریزیڈنٹ
١١٦	٢	نام مسعون	نام محبوبن
١١٨	١٠	تکر چونکہ کو	تکبر چونکہ گورنمنٹ کو
١١٩	٣٥	معتمد لہ	معتمد الدولہ
١٢٣	٥	تصحیح کے موافق	تصحیح موافق
١٢٣	١٢	معلوم ہوتا ہے	معلوم ہوتا ہے کہ [illegible] درمیان آتی ہے
١٢٣	٢٣	کتاب اللغۃ	کتاب المعجم
١٢٣	٢٥	[illegible]	تحفۃ الادب [illegible]
١٢٥	١٤	جس کا مقبرہ	جن کا مقبرہ
١٢٦	١٧	بیٹے کا بیٹے کو	بیٹے کو
١٢٦	١٨	کیوان جا	کیوان جاہ
١٢٨	٣	وارث علی خان کو	وارث علی خان اور فتح علی خان کو
١٢٨	١٥	اور آنا تین	[illegible]
١٢٨	١٧	مشہور ہوتے	مشہور ہو گئے
١٢٩	٢٣	کلمات [illegible]	کلمات صحبت آمیز
١٢٩	٢٤	اور اپنا مکان	اور کلیان مکان
١٣٠	١	میر فضل الٰہی	میر فضل علی
١٣٠	٧	شہد ہوا تھا کہ پل	شہد ہوا تھا پل
١٣٠	٨	دشمن کا محل	دروازہ محل
١٣١	٥	شہنشاہ نامہ	شاہ نامہ
١٣٢		[illegible]	رشیق محلہ

صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۱۳۳	۱۸	رہی رہی دہشت دہشت	بڑی بڑی دہشت	۱۵۴	۱۹	بلوغ زنسید بود	بلوغ نرسیدہ بود
۱۳۳	۲۰	انتظام الدولہ اور	انتظام الدولہ مظفر	۱۵۴	۲۱	ملکہ حفظ	ملکہ کہ حفظ
۱۳۳	۲۱	مکان ج	مکان نمبر	۱۵۵	۱	امور ریاست	امور ریاست
۱۳۴	۳	حکیم ووو	حکیم واحد علی	۱۵۵	۱۵	تجویز کہ تبدیل	تجویز کی تبدیل
۱۳۴	۲	وصلباقی	داصلباقی	۱۵۶	۷	سبرت پنڈ	مسرت پنڈ
۱۳۵	۴	میولی	میواتی	۱۵۶	۸	شکایت سوا ہوئی	شکایت روا ہوئی
۱۳۵	۴	وہ بین فاطمہ	وہ بہن فاطمہ	۱۵۶	۱۳	بیتیس	بین تیس ۳۵
۱۳۶	۹	سلطانی بیگم	سلطانی	۱۶۶	۱۶	یہ خیال	یہ حال
۱۳۷	۲۰	بعض ذکر	بعض قابل ذکر	۱۶۶	۱۹	اوران مستورات	اوران مستورات
۱۳۸	۱۳	استحباب بھی	اسی طرح اب بھی	۱۶۷	۹	حرامی کو	حرامی کو جو
۱۳۸	۱۵	باہتمام تھا	باہتمام تھا	۱۶۷	۱۲	ابسرکار سے	اس سرکار سے
۱۴۰	۴	پچیاری کے	چوبدار کے	۱۶۷	۱۴	باب واب	باب داب
۱۴۰	۴	اوس نے اوس کے	اوس سے	۱۶۷	۱۶	میر افضل علی	میر مفضل علی
۱۴۰	۲	حشم سے	حشم کے	۱۶۷	۱۹	اخراج اوس	اخراج اول اوس
۱۴۲	۲	آج حشمت	آج حشمت حشم	۱۶۹	۸	کہیں اٹھا	کہیں لیا
۱۴۴	۲	سرویں	سرروشن	۱۶۹	۱۷	زدہ شود	بند شود
۱۴۴	۱۲	اس کے سکے	اس سکے	۱۷۰	۱۳	رہنے کار رہنے	رہنے
۱۴۹	۴	مغرب کی طرف	مغرب کی طرف	۱۷۰	۱۹	خدا کی شان	خدا کی شان
۱۴۹	۱۳	سپاہی توپخانہ	سپاہ توپخانہ کا بلوا	۱۷۳	۴	حکیم مہدی	حکیم مہدی علی
۱۵۲	۸	بھر محل میں	بھر محل	۱۷۳	۳	آشفتگی بعد	آشفتگی کے بعد
۱۵۳	۱۸	آشنگ کے تیار	آشنگ کے تیار	۱۷۴	۳	دو موتے کے چھوٹے	چھوٹے کے چھوٹے
۱۵۳	۱۸	اختیار ہوتے تھے	اختیار میں تھے	۱۷۴	۶	کا اوسن اپنا	کا اونٹ اپنی
۱۵۴	۱۰	چنانچہ ہرکرہ لہ	چنانچہ ہرکرہ وسہ	۱۷۴	۱۳	تکل کرے	تکال کر دیے
۱۵۹	۱۰	تشنید نہ اورا	تشنید نہ دادرا	۱۷۴	۱۴	سزاوار ساہوا	سزاوار یا بھی ہوا

صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح	صفحہ	سطر	لفظ غلط	لفظ صحیح
۱۷۴	۱۵	کربلا کو سے	کربلا کو چلے	۲۰۸	۲۳	واسطے اہد	واسطے مامور
۱۷۴	۱۶	سنہ ۱۸۷	سنہ ۱۸۷۵	۲۱۱	۲۴	اوس کو صدمہ	اوس صدمہ
۱۷۴	۱۸	ببول محل	ببول محل اور سلطان محل	۲۱۴	۱۴	جس طرح تنخواہ	جسطرح بنا تنخواہ
۱۷۴	۲۰	جو ہم رت سے	جو ہم قوم عورت سے	۲۱۵	۱۴	صاحبہ اور ون	صاحبہ اور فریدون
۱۷۴	۲۱ و ۲۲	و اسمرس	طوائف صورت	۲۱۷	۱۳	براتی جسکو	براتی خانم جسکو
۱۷۴	۲۳	سنہ ۱۲۰۲ نمبر	سنہ ۱۲۰۳ نمبر ۳	۲۱۸	۲	مریض ایسا	مریض کو ایسا
۱۷۵	۱۷	خاندان وزور	خاندان نوروز	۲۱۸	۸	بدنامی کے اون	بدنامی کے ساتھ اون
۱۷۶	۲	صاحبہ ہو	صاحبہ ہوا				
۱۷۶	۷	بڑہاتے تھے	بڑہاتی تھی	۲۱۹	۱۴	دروا خلد	دروازہ خلد
۱۷۶	۱۴	فرش ساہ کہ	فرش مسند تکیہ	۲۱۹	۲۲	ناجان	نناجان
۱۸۴	۷	اپنے کام کا	اپنے نام کا				
۱۸۴	۸	سلیمان شکوہ	سلیمان شکوہ اہل و عیال اور مال و اسباب اوٹھا کر کاسگنج کو چلے گئے اور ۲۹ ذیقعدہ سنہ ۱۲۵۳ ہجری مطابق ۲۴ فروری سنہ ۱۸۳۸ء کو اکبرآباد مین انتقال کیا۔				
۱۸۴	۲۱	تدبیر کا زنگ	تدبیر کا وہ زنگ				
۲۰۴	۱۳	بادلے سے لگی	باولے سے لگی				
۲۰۴	۱۹	عہد مین	اس عہد مین				

تاریخ اودہ حصہ سویم

نواب سعادت علی خان ابن نواب شجاع الدولہ

آب حیات میں لکھا ہے کہ نواب سعادت علی خان حرم کے شکم سے تھے اون کو بچپن میں منگلو کہتے تھے کہ منگل کو پیدا ہوئے تھے۔ انمین زیرکی اور دانائی کے آثار بچپن ہی سے عیان تھے۔ نواب شجاع الدولہ آصف الدولہ کی والدہ سے کہا کرتے تھے کہ بیگم اگر منگلو کے سر پر تم ہاتھ رکھو گی تو تمہارے دوپٹے کا پھریرا لگائے گا اور لشکر کا علم بنا کے اوس پار کرے گا۔ سنہ ۱۱۶۵ ہجری میں پیدا ہوئے تھے۔ عین عالم شباب میں وکیل السلطنت مدار الدولہ مختار الملک نواب سید یوسف علی خان بہادر صمصام جنگ کی بیٹی سے اکبرآباد میں شادی ہوئی تھی طلسم ہند میں بیان کیا ہے۔ کہ مرزا نجف خان نے علاقہ ہنڈون بیانہ وغیرہ جسکی جمع سالانہ سات لاکھ روپیہ تھی نواب سعادت علی خان کے سپرد کیا۔ نواب کے ساتھ اسوقت آٹھ ہزار آدمی جمع ہوئے تھے۔ اور نواب مدار الدولہ نیابت کرتے تھے اور نواب موصوف علاقہ کے مفسدوں کی سرکوبی میں ہمہ تن مصروف تھے لیکن دلی منشا یہ تھی کہ مرزا نجف خان اور دوسرے کار پردازان بادشاہی کی سعی سے عہدہ نیابت وزارت جو شجاع الدولہ کے عہد میں اونکو حاصل تھا یا کوئی عمدہ جاگیر جس میں کسی قسم کا خرخشہ نہو اور صورت ثروت ظاہری قایم رہے ہاتھ آئے۔ مگر یہ تمنائے دلی پوری نہوئی۔ مرزا نجف خان کی ہمیشہ جنگ و جدل میں گذرتی تھی اور نواب سعادت علی خان کے مزاج کو راحت دون کی صحبت ناگوار تھی آخر اکبرآباد تک پہنچکر وارن ہسٹنگز گورنر جنرل کو جانب کلکتہ خط شوقیہ اس مضمون کا لکھا کہ مرزا نجف خان کے لشکر کا عنقریب آگے بڑھنے کا ارادہ ہے اوس کے جواب میں گورنر جنرل نے لکھا کہ آپ کا اوس کے ساتھ جانا مناسب نہیں لکھنؤ کی جانب مراجعت بہتر ہے گو نواب آصف الدولہ کے عہد تک کوئی امر تازہ مقصود نہیں۔ مگر میں اس بات کا ذمہ دار ہو سکتا ہوں

اونکی بعد آپکے سوا کوئی دوسرا وارث کے لایق نہین اوسوقت یہ منصب بزرگ آپکے تفویض ہوگا ۔ مگر یہ روایت پایہ اعتبار سے ساقط معلوم ہوتی ہے ۔ اگر وارن ہسٹنگز ایسا صریح وعدہ کرلیتے تو وزیر علیخان کی مسند نشینی اور معزولی کے وقت اس کا ضرور ذکر آتا اور نواب سعادت علیخان اس تحریر کو سر جان شور گورنر جنرل کے سامنے پیش کرتے بہرصورت ۔ نواب سعادت علیخان حسب اشارہ گورنر جنرل لکھنؤ مین آئے اور نواب آصف الدولہ سے ملے اور چند روز یہان رہکر کلکتہ کو چلے گئے اور وہان گورنر جنرل سے ملاقات کرکے اونکے مشورے سے بنارس کو چلے آئے اور یہان مادہو داس کے باغ مین قیام کیا اور تین[1] لاکھ روپیہ سالانہ ریاست لکھنؤ سے صاحب رزیڈنٹ کی معرفت اونکو پہنچنا قرار پایا مشہور ہے کہ جس زمانے مین نواب سعادت علیخان کلکتے مین رہتے تھے اکثر گورنر جنرل کی کوٹھی پر آمد و رفت رکھتے تھے ۔ ایکدن ایک گورے نے جو کوٹھی کے دروازہ پر پہرہ دے رہا تہا نادانستگی کی وجہ سے روکا اور کچھ نا ملایم الفاظ زبان پر لایا اوس کے جواب مین نواب نے شمشیر ولایتی کمر سے کہینچکر ماری وہ گورہ زخمی ہوا گورنر جنرل نے چشم پوشی فرماکر بنارس کو رخصت کیا کہ وہان قیام اختیار کیا اس مقام پر سعادت علیخان اور گورنرون سے جو لکھنؤ مین آتے اور رزیڈنٹون اور شاہزادگان اولاد مرزا جوان بخت سے بخوبی راہ و رسم محبت جاری ہوگئی تھی اور اپنے گہر کے مداخل و مخارج کا انتظام اس حسن و خوبی سے کیا تھا کہ چالیس لاکھ روپے بنارس مین اونکے پاس جمع ہوگئے تھے ۔ خزانہ قدیم اوسکے سوا تھی اور زمینداری اور باغات اور عمارات اوسکے سوا تہین جنکی آمدنی بارہ ہزار روپیہ ماہوار تھی ۔ نواب کی جزرسی اس حد کو پہنچ گئی تھی کہ اصطبل اور فیلخانہ کا آخور بھی ضایع نہین ہونے پاتا تہا دانے اور رواتب کے بکنے مین کام آتا تھا ۔ نواب آصف الدولہ کے انتقال کے بعد جب وزیر علیخان مسند نشین ہوا تو نواب سعادت علیخان نے اوسکی مسند نشینی کو تسلیم نہین کیا اور کلکتے کو گئے ۔ اور وہان اپنی مسند نشینی اور وزیر علیخان کی معزولی کی بابت کوشش کی اور وزیر علیخان کی معزولی کے وقت ڈاک کے ذریعہ سے کانپور مین داخل ہوئے ۔ یہان مرزا جھنگی وغیرہ ابناے نواب شجاع الدولہ بے پرکی اوڑاتے تھے کہ یہ دولت اور ثروت ہمارے نصیب ہوتی ہے ۔

نواب سعادت علی خان کی مسند نشینی

[1] دیکھو جام جہان نما

جب وزیر علی خان کی معزولی کی ٹہیری تو نواب سعادت علیخان مستحق سلطنت ٹھیرے ـ جب گورنر جنرل نے
اونکے نواب بنانیکے لیے شرائط پیش کین تو اون سے کیا معذور تہا کہ اون مین حیلہ حجت نکالتے سب
شرائط پر سر جھکا دیا اور بنارس سے کانپور مین آئے اور کانپور سے اونکی جلو مین اردو سے بزرگ ساتھ
ہوا اس شان سے لکھنؤ مین آئے سارا لشکر اونکے پاس انگریزی تہا کیونکہ ان بیکس بیچارے کے
پاس سپاہ کہان سے آتی ـ غرض جس روز کہ نواب سعادت علی خان شہر لکھنؤ مین داخل ہوئے اوسی رات کو
وزیر علیخان کوٹھی بی بی پور مین گورنر جنرل کی فرودگاہ پر نظربند ہوا فقط آفرین علیخان اور اشرف علیخان
اوس کے پاس رہے ـ باقی تمام سرداران اور سلطنت کے رشتہ دارون نے گورنر جنرل کے حکم سے
استقبال کیا ـ ۲۰ شعبان ۱۲۱۲ ہجری مطابق ۲۱ جنوری ۱۷۹۸ء کو لکھنؤ مین داخل ہوئے اور اوسی
دن مسند ریاست پر جلوہ افروز ہوئے اور حق بحقدار رسید کا غلغلہ سارے شہر مین بلند ہوا ـ مسند نشینی کے
وقت اونکی عمر ۴۵ برس کی تھی ـ نواب پہلے بہو بیگم زوجہ نواب شجاع الدولہ کے پاس جو فیض آباد سے
لکھنؤ مین آکر سنہری برج مین مقیم تھین حاضر ہو کر عافیت سے مطلع ہوئے بعد اسکے مرزا سلیمان شکوہ
کے پاس جو لکھنؤ مین مقیم تھے گئے یہان بھی فراغت حاصل کیا اسکے بعد دولت خانہ آصفی مین
آکر مسند وزارت پر جلوس کیا ـ وزیر علی خان کا اخراج اور سعادت علیخان کی مسند نشینی علامہ تفضل حسین خان
کی حسن تدبیر سے ہوئی تھی ـ

تاریخ جلوس نواب سعادت علی خان

خداوند یمین الدولہ در دہر — حکومت را صد وسی سال باشد
خرد سال جلوسش گفتا — بجاہ و حشمت و اقبال باشد

نواب سعادت علیخان سے یہ جدید عہد و پیمان ہوئے کہ ۵۶۷۷۶۳۸ روپئے سالانہ کے
سوا جو نواب آصف الدولہ نے انگریزی کمپنی کو دینا قبول اور منظور کیا ہے نواب ۱۳۲۲۳۶۲ روپئے
سالانہ اور بھی ادا کیا کرینگے یعنی کل ستر لاکھ روپیہ سالانہ انگریزون کو دیا کرینگے اور اس روپیہ کی قسط بندی
کے ساتھ یعنی ادھی ۵ لاکھ ۸۳ ہزار ۳ سو ۳۳ روپیہ پانچ آنہ چار پائی کے ماہ بماہ ادا کرینگے ـ اگر
احیانًا یہ روپیہ بموجب قسط کے وقت پر ادا نہوگا اور باقی رہجائیگا تو نواب اسکی ضمانت ادا کے
لیے یا احتیاط آیندہ کے لیے کمپنی کے یہان داخل کرینگے جس سے اون کو اطمینان ہوگا ـ اور جو روپیہ
پہلے اقرارنامہ کی موجب اونکی مسند نشینی کی تاریخ تک باقی ہوگا وہ فوراً ادا کیا جائیگا مرزا جوان بخت

کی بیگم اور شاہزادگان بنارس کی تنخواہ تعدادی دو لاکھ چار ہزار روپیہ سالانہ اور فرخ آباد کی پنشن تعدادی ۲۳ ہزار چھ سو تیس روپیہ اس چھتیس لاکھ کی رقم مین شامل تھی اور قلعہ الہ آباد مع تعمیرات و گھاٹ وغیرہ کے جو اوس کے متعلق تھا کمپنی کے حوالہ کیا گیا اور جسقدر روپیہ اوس قلعہ کے مستحکم کرنے اور مرمت کرنے مین روپیہ صرف ہوگا اوس کے دینے کا نواب نے وعدہ کیا بشرطیکہ تعداد اوسکی آٹھ لاکھ روپیہ سے زیادہ نہو گی - اور قلعہ فتحگڈھ کی مرمت کے لئے بھی روپیہ دینے کا وعدہ کیا جو تین لاکھ روپیہ سے زیادہ نہو گا - اگر فوج انگریزی چھاونی کانپور اور فتحگڈھ سے کسی اور مقام مناسب پر چلی جائے تو نواب خرچ راہ اور صرف تعمیر چھاونی مجوزہ کا دینگے انگریزی سپاہ اودھ مین اکثر دس ہزار رہا کرے گی اگر تیرہ ہزار سے زیادہ ہوگی تو نواب کو خرچ زائد دینا پڑے گا - اور اگر آٹھ ہزار سے سپاہ کم رہے گی تو تناسب کے حساب سے روپیہ منہا کیا جائے گا انگریزون نے جو محنت و مشقت نواب کی جانبی کے لئے اوٹھائی اوسکے عوض مین نواب نے بارہ لاکھ روپئے دئے اور یہ اقرار کیا کہ بغیر اونکی اجازت کے وہ کسی ریاست غیر سے خط و کتابت نرکھین گے نہ کسی اہل یورپ کو نوکر رکھین گے نہ اپنے ملک مین بسنے دینگے وزیر علی کو ڈیڑھ لاکھ روپیہ سالانہ اوس کے خرچ کے لئے دین گے اور یہ روپیہ ماہواری قسطون مین تعدادی بارہ ہزار پانسو روپئے کے انگریزی کمپنی کی معرفت دیا جائے گا - اور باقی اور جو بھتیجے مشہور ہین اونکے لئے معقول گذارہ مقرر کرینگے اور اونکی پرورش کرینگے اور نواب نے یہ بھی وعدہ کیا کہ وہ بوجہ بڑھ جانے زر اوسے کمپنی کے اپنے دفاتر اور ملازمین وغیرہ کے اخراجات مین سرکار کمپنی کے مشورے کے مطابق ضروری اور مناسب کمی کرینگے - اور انگریزی کمپنی نے تمام دشمنون کے مقابلے مین نواب کے ملک کی حفاظت کرنے کا وعدہ کیا - اور یہ بھی عہدنامے مین مسطور تھا کہ دونون سرکارون کے تمام کام نہایت یکجہتی اور اتحاد سے طرفین مین سرانجام پایا کرینگے اور نواب ممدوح کو کل اختیار اپنے خانگی کامون پر اور اپنے ملک کی سپاہ اور اپنی فوج و رعایا پر حاصل رہیگا - نواب نے ۷ - فروری سنہ ۱۷۹۸ء کو بہو بیگم صاحبہ والدہ آصف الدولہ کے ساتھ ایک عہدنامہ قرار دیا جسکی رو سے ساس اور خورد محل کی پنشن کی تعداد مین معافی گنج ندگہ اونکو دیا اور محالات اودہ جنکا بیان سابقہ سکسی جو فیض آباد مین بہو بیگم کے قدیمی قیامگاہ کے پاس واقع تھے اونکی جاگیر مین شامل کئے - اور اس قرارنامے کی تعمیل کی ضامن انگریزی ایسٹ انڈیا کمپنی ہوئی - بعد اسکے بہو بیگم فیض آباد کو چلی گئین -

نواب فیض اللہ خان والی رامپور کے بیٹون کو تہمت مخالفانہ پر نواب سعادت علی کا کچھ فوج بھیجکر لکھنؤ بلا لینا - آخر کار گورنر جنرل کے ایما سے اونکو رامپور واپس کرنا

جام جہان نما مین لکھا ہے کہ نواب سعادت علیخان کی مسند نشینی سے کچھ دن کے بعد اونکو یہ خبر پہنچی کہ نواب فیض اللہ خان کے بیٹے مخالفت کرنے کا ارادہ رکھتے ہین اونہون نے اپنے بیٹے نصیر الدولہ مرزا محمد علیخان اور اسٹور صاحب کے ساتھ پانچ چھ ہزار فوج رامپور کو بھیجی اور حکم دیا کہ اون صاحبزادون کو لکھنؤ پکڑ لائین - یہ سپاہ رامپور کے قریب پہونچکر دریا سے کوسی کے کنارے مقیم ہوئی - نواب فیض اللہ خان کے بیٹے اس بات سے بالکل غافل تھے اون کا فساد کا ارادہ نتھا اسلئے محمد علی خان کے پاس چلے گئے - محمد علی خان نے سب کو خلعت دئے - اسٹور صاحب بھی محمد علی خان کے ڈیرے مین اونسے ملنے کو آیا اور صاحبزادون سے ملکر اونکی بہت دلجوئی کی بعد اس کے لکھنؤ کی فوج نواب فیض اللہ خان کے بیٹون کو اپنے ہمراہ لیکر غرہ محرم سنہ ۱۲۱۳ ہجری کو رامپور سے لکھنؤ کی طرف واپس ہوگئی - اور لکھنؤ پہنچکر محمد علی خان اور اسٹور صاحب نے نواب سعادت علی خان سے ان صاحبزادون کی ملاقات کرائی - نواب نے سب کو خلعت اور ہاتھی اور شمشیر عنایت کر کے لکھنؤ مین رہنے کے لئے حویلیان دیدین - یہ صاحبزادے ڈیڑھ برس تک وہان مقیم رہے - چونکہ انسے کوئی جرم سرزد نہین ہوا تھا اس لئے لارڈ ولزلی (ارل مارننگٹن) گورنر جنرل نے کلکتے سے نواب سعادت علی خان کو لکھا کہ نواب فیض اللہ خان کے بیٹون کو رامپور رخصت کر دینا چاہئے - نواب سعادت علیخان نے ہر ایک صاحبزادہ کو خلعت ہفت پارچہ اور فیل و شمشیر دیکر رامپور کو چلے جانیکی اجازت دیدی -

شاہ دہلی کے ہاتھ سے خلعت وزارت حاصل کرنے کی کوشش کرنا اور اوسمین کامیابی ہونا

نواب سعادت علی خان نے بادشاہ دہلی کے حضور مین لطف علی خان پسر سیدی بلال محمد خان اور مسٹر پامر صاحب کو خلعت وزارت حاصل کرنے کے لئے بھیجا - یہ دونون نذر اور رسوم لیکر داخل

دہلی ہوتے اور سند صوبہ اودھ اور فرمان وزارت کی درخواست شاہ عالم سے کی میر جعفر تقی مدت
سے املاک غیر مستقر جنگ موقوعہ دہلی کی داروغگی پر مامور تھا اوسکی معرفت پہلے سے سوال و جواب
اس باب میں ہو رہے تھے اس زمانے میں وہ مرگیا تھا تو لطف علی خان اوسکی جگہہ مقرر ہو کر بھیجا گیا تھا
شاہ عالم تو کہنے بالمرتبے جو کچھ کرتا تھا شاہ نظام الدین کرتا تھا جو مہاجی سیندھیا کیطرف سے
دہلی کا صوبہ دار تھا اور بادشاہ کا مدار المہام تھا۔ اوسنے جواب دیا کہ اس دودمان عالی شان کی
رسم قدیم ہے کہ پہلے مرحوم کا متروکہ نقد و جنس بطریق ضبطی اس سرکار شاہی میں آکر داخل ہو بعد اوسکے
اپنے مطلب کیطرف رجوع کرو۔ چنانچہ لطف علیخان اور شاہ نظام الدین کے درمیان صورت
منافرہ واقع ہوئی یہانتک کہ بادشاہ کی طرف سے نہ جواب عرضی مرحمت ہوا اور نہ خلعت و فرمان
وزارت مرحمت ہوا۔ نواب سعادت علی خان نے بھی جھلا کر سات ہزار روپیہ ماہوار جو بادشاہ کے
باورچیخانہ خورد کے صرف کے لیے لکھنؤ سے بھیجا جاتا تھا وہ بھیجنا بند کر دیا۔ اور یہ بہانہ کیا کہ محالات
الہ آباد سرکار کمپنی کے ہاتھ میں چلے گئے لیکن چھ ہزار روپیہ درماہہ مرزا سلیمان شکوہ کا بحال رہا
باوجود اسکے سرکار انگریزی کی تحریرات میں نواب کو وزیر الممالک لکھا جاتا تھا اون کا پورا خطاب
اسطرح ہے نواب وزیر الممالک یمین الدولہ ناظم الملک نواب سعادت علی خان
بہادر مبارز جنگ۔

بعض جدید کاموں اور عہدوں کا انتظام

کلکتہ کی سفارت کا عہدہ علامہ تفضل حسین خان کے نام قرار پایا اور وہ کلکتے کو روانہ ہوئے اور خلعت
نیابت سے [illegible] سرفراز الدولہ مرزا حسن رضا خان سرفراز ہوئے اور دیوانی راجہ ٹکیت راے کے لیے
تجویز ہوئی جب اونھوں نے ۱۲۱۴ ہجری میں انتقال کیا تو کوئی اولاد نہ چھوڑی۔ دیوانی کا عہدہ
[illegible] اوسکے انتقال پر دیوانی کا خلعت دیا کرشن [illegible]
[illegible] عنایت ہوا۔ یہ شخص سیاق و سباق میں ید طولے رکھتا تھا اوس کی جگہ اقبال
[illegible] جو نواب کے ساتھ بنارس سے آیا تھا عہدہ نیابت جنرلی پر سرفراز ہوا یہ شخص نہایت
[illegible] اور کفایت شعار تھا اسلئے نواب کے مزاج میں دخل پیدا کر لیا۔ اور ملکی معاملات میں دال اسکی
گلنے لگی۔ [illegible] ہزار روپے کی جاگیر [illegible] اسکو ملی [illegible] اوسکے انتقال کے بعد اس کا
[illegible] جاگیر پر قابض ہوا [illegible] ٹلسی رام متعین ہوا۔ باقی اور [illegible]

تقسیم کی گئی - اخبار شہر کا سررشتہ صاحب رام سے متعلق ہوا اور چکلون کے اخبار کا کام منشی بنیاد
کو دیا - اور دار الضرب کی خدمت بالکشن کو جسکا پتہ لکھنؤ مین سرائے معالی خان مین موجود ہے
دی اور اوسکی نیابت بنسی دھر کے متعلق ہوئی - اور سرکار سے خبر کے لئے اور خفیہ نویس ہر ایک ڈیوڑھی
اور اہل خدمت و محل کی ڈیوڑھیو پر مقرر ہوئے پہلے نواب نے اخبار کا انتظام فرمایا اور اس کام پر
اسقدر متوجہ ہوئے کہ سرکاری ضروری اخبار کے پرچے خاص نواب کے ہاتھ مین پہنچاتے تھے سررشتہ مین
بھی اونکی نقل نہین ہوتی تھی - اور اون ہرکارون پر اور سرکاری خفیہ امور تھے جو اخبار نویسون کی تحریرات اور
صدق و کذب سے خبر دیتے رہیں نواب کی حکومت کا مدار و مدار پرچہ اخبار پر تھا - اور برخلاف زمانہ ماضی
کے نواب نے جریانے کی رقم مین ترقی دی اور اس کو آمدنی کا ایک عمدہ ذریعہ خیال کیا - بعد اسکے
نواب امور عدالت کیطرف متوجہ ہوئے - مولوی سدن صاحب نواب کے اوستاد تھے پہلے اون سے
جیب خاص اور کچھ خدمات کا تعلق تھا اب عدالت بھی اونکے سپرد ہوئی اون کا رسوخ اورون سے زیادہ تھا
اور ضروری تحریرات بھی اونکی رائے سے جاری ہوتی تھین خلوت و جلوت مین شریک رہتے تھے -
اور کوتوالی کی خدمت بدستور میر بہادر علی کے پاس رہی اور بخش بیگی کا عہدہ اور دیوان خانے کی خدمت
بیگ علی پر بحال رہی - اور چکلون کی تقسیم اسطرح ہوئی کہ ملک پانچ دوآبہ گنگا و جمنا جو چھاؤنی کی ہاتھ
آیا تھا الماس علیخان کے سپرد ہوا - اس شخص کا زور و شور اس زمانے مین زیادہ تھا - بریلی ملک روہیلکھنڈ
کا چکلہ مرزا مہدی علی خان اور حسین علیخان کے تفویض ہوا جنکی سفارش پر تفضل حسین خان تھے -
اور چکلہ اعظم گڈھ کاظم علیخان فرزند میر زین العابدین خان کوڑی والے کے حوالے ہوا - اور صورت سنگھ
وغیرہ علاقہ دارون کا بدستور تعلقہ اون کے پاس رہا - اور توشہ خانہ موافق سابق تحسین علی خان کے
اور عہدہ نظارت آفرین علی خان سے متعلق رہا - یہ دونون خواجہ سرا قدیمی تھے -

نواب سعادت علیخان کا سیر شکار کے لئے علاقے مین جانا - حکیم مہدی علیخان کی دولتمندی اور عروج کا شروع ہونا

نواب سعادت علیخان ملک کے دورے کے لئے سیر و شکار کی تقریب سے خیرآباد محمدی کیجانب
روانہ ہوئے - ایک دن شکار کا ہنگامہ گرم تھا - ایک شیر جنگل سے نکلا نواب اوسوقت فیلنشین تھا
متواتر چلے ہے تھے - وہ شیر اونکی بہت قریب آپہنچا نواب نے اوسپر بندوق سرکی گولی شیر کے لگی

میر محمد علی فیل سوار کے سینے پر پڑی وہ ٹھنڈا ہوا نواب کا نشہ ہرن ہوا۔ اور نہایت افسوس کیا۔ اور اوسکی وارثون کو زر نقد دیا۔ اور بہت کم جانب شکار مصروف ہوتے۔ نواب نے چکلہ محمدی کو نہایت ویران پایا کھیتی کا کہین نام و نشان تہا کہین نہ تھا اوس کے آباد کرنے کے لئے حکیم مہدی علی خان کو جنھون نے اکرام اللہ خان کی معرفت مستاجری کی درخواست کی تین لاکھ روپے کی جمع پر وہ چکلہ ٹھیکے مین دیدیا۔ حکیم صاحب نے پچاس ہزار روپیہ پیشگی کچھ اپنے پاس سے اور کچھ اپنی آشنا پیاز وطوائف سے لیکر داخل خزانہ کیا۔ حکیم صاحب کے انتظام سے وہ زمین ایسی سرسبز و آباد ہوئی کہ اوسکی جمع بارہ تیرہ لاکھ روپے تک پہنچی رعیت نے بڑی آسایش پائی۔ بعد اس کے چکلہ فیض آباد بھی حکیم صاحب کے تفویض ہوا اور مستاجری کی نوبت چالیس لاکھ روپے تک پہنچی اور حکیم صاحب لاکھوں روپیہ کے آدمی ہوگئے اور حسن لیاقت اور دانش وری سے وہ مرتبہ بخشا کہ سعادت علیخان کی مصاحبت نصیب ہوئی۔ اور پیاز وطوائف اونکے نکاح مین آئی اور عالیشان عمارت محلہ سنہرہ واقع لکھنؤ مین تعمیر کرائی۔ جب عمارت دو منزلہ سہ منزلہ تعمیر ہوئی اہل محلہ نے استغاثہ کیا کہ ہماری بے پردگی مقصود ہے۔ نواب نے حکم دیا کہ جو دروازے اہل محلہ کی بے پردگی کا باعث ہین وہ بند کرا دیے جاوین۔ حکیم صاحب نے منسوخی حکم کے لئے بہت کوشش کی۔ مگر نواب نے بمقتضائے عدالت پاس ناموس شرفا ملحوظ رکھا اور حکم اول تبدیل نہوا۔ حکیم صاحب کے کارخانے کا اختیار راسے صاحب رام بسرپوپھند ٹیکارام کھتری کھولا ناتھ کے متعلق تھا۔

لارڈ ولزلی کا نواب سعادت علی خان کی اصلاح معاملات پر توجہ کرنا اور اونکی سپاہ کو موقوف کراکر کمپنی کی سپاہ کو بڑھانے کا ارادہ کرنا

انگریزی مورخ بیان کرتے ہین کہ ملک اودھ مین ایک حقدار سلطنت تخت سلطنت پر بیٹھ گیا تہا۔ مگر اول سے وہ خرابیان اور دشواریان کہ اس ملک مین جیش عین کم ہوتین۔ غریب رعایا پر تحصیل زر مالگذاری مین وہ ظلم و ستم ہوتا تھا کہ خدا کی پناہ۔ مگر پھر بھی سرکار کمپنی کے زر موعود کا پورا نہ پڑتا تہا۔ ہمیشہ باقیات رہتی تھین۔ عدالت اور انصاف کو سارے ملک مین چراغ لیکر ڈہونڈتے تو کہین اوس کا سراغ نہ پاتے۔ فوج کو دیکھتے تو خودسری بھری۔ غریبون کو ستانے سے اپنے ہی آقا کو دھمکاتے۔ میدان جنگ

بیچ مین کبھی بھیج جاسے اور جو جاسے تو نامرد ہاتھی بن جاسے دشمن سامنے آتے تو اوس کو موت نظر آتی
جب ہندوستانی سرکارون کا ادبار آتا ہے تو یہ برائیان اونمین آ رہی ہین۔ مگر اوده مین ایک
اور طرہ اوسپر یہ ہوا کہ بعض فرنگیون نے یہان اپنا جدا ہی فرنگی محل ملک کے اوجاڑنے کے
لیے آباد کیا یہ سارے فرنگی بیہودہ زیادہ قوم مین بدنام تھے۔ بگڑی ہوئی ہندوستانی ریاستین
اونکے لیے کان زنگین لباس و صورت فرنگستانی کے سبب اونکے پو بارے ہوتے تھے۔
اور سب اونکے آگے مات ہوتے تھے بس ہندوستانی سرکارون مین ملک اوده سے زیادہ اپنے جوہر
لیاقت دکہانے کا موقع کہین اور نہ تھا اونکی بد گہری کے خریدار کہین کے گہری تھے ہندوستانیون
کی زشت کاری کے چہرے پر جب فرنگستانی غازہ ملا گیا تو کچھ اوس کا اور ہی روپ ہوگیا الماس علیخان
نے اپنی الماس کاری سے اور بھی اوسکو رونق دیدی اوسکو بڑا اقتدار اور اختیار حاصل تھا جسکے سبب
سے جو اوده ہوگیا تھا سب اوس کا لوہا مانتے تھے وہ سب کے لیے سنگ الماس تھا۔ غرض یہ سب معاملات
ایسے پیش آتے کہ ارل کارنوالس مصروف بہ مارکوئیس ولزلی بہادر جب اونکو موقع ہوا کہ وہ اپنی توجہ کو اس
طرف مشغول کرین اونھون نے ۱۸۰۱ء مین رزیڈنٹ کو یہ لکھا کہ مہمات دکن کی وجہ سے مجھکو لکھنؤ مین
آنے کی فرصت نہین ملی اور نہ مجھے ایسی فراغت نصیب ہوئی کہ مین اپنے دل و جان سے بالکل توجہ
نواب اوده کی اصلاح معاملات پر کرتا اب مین تم کو دو باتین لکھتا ہون جب تم کو موقع ملے اونکی اصلاح
اور انتظام کی طرف کمال جدوجہد کرو جب کبھی الماس علیخان مرے تو تم اس مین کوشش
کرنا کہ سرکار ان سنو کے عہد مین جو زرعود شہر ہے اوسکی اصلاح ہو اور الماس علیخان کو جو اختیارات
وہ آپسے مین حاصل تھے وہ سرکار کمپنی کو حاصل ہو جائین ۔ اور اوسکی جو ملکین زیر تحفظ
کی جائے اوس کے مرنے کے وقت تو تم کو یہ سمجھنا چاہیے کہ اگر کوئی دوسرا اوس کا قائم مقام مثل
اوسکے صاحب لیاقت اور عالی حوصلہ و صاحب تدبیر مقرر کیا جائیگا تو ملک کے انہدام یا
ہونے کا اندیشہ ہے ۔ اور اگر کوئی نالایق مقرر ہوگا یا ایک مختلف زمینداروں کو تقسیم کردیا جائیگا
تو سرکار اوده ایسی ضعیف ہو جائیگی کہ پھر اوس مین اندرونی لشکر یا کسی اور حملے اور سپاه کی
مقابلہ کی قوت نہ رہیگی اس سبب بہتر یہی تدبیر ہوگی کہ وہ آپ سے کو سرکار کمپنی کے قبضہ
مین کر لیے۔ نواب سعادت علیخان کی سپاه کی برائیان تم خود ہی جانتے ہو مجھے اونکے بیان کرنے
کی ضرورت نہین۔ یہ ارادہ ہے کہ جب کبھی موقع ہو تو نواب کو سمجھا دو کہ وہ اپنی سپاه کو
بالکل موقوف کرین صرف اتنی سپاه رہنے دین جو تحصیل مالگذاری کے لیے کافی ہو۔ اور اسکے

عالی خاندان اور شریف منتخب کرکے نوکر رکھیں کہ جن کو کچھہ تو اپنے کام اور پیشے کی شرم ہو اور کچھہ اپنی شرافت خاندانی کی ننگ ہو لکھنؤ میں ایسے آدمیوں کا ملنا عنقا ہی یہاں سپاہیانہ طبیعت کا آدمی تلاش کرنا گھاس کے ڈھیر میں سوئی کا ڈھونڈھنا ہی - یہان کے سپاہی تو وہ نامرد ہیں کہ جو اکثر دستوں کو لاکے میں بیٹھے بلاتے ہیں اور اپنے ڈرپوک نواب کو ڈراتے ہیں وہ سب نکالدئے جائیں - اور اونکی جگہہ سرکار کمپنی کے سوار اور پیدلوں کی پلٹنیں بھرتی کی جائیں اور اون کا سارا خرچ وقت پر نواب دیا کریں سوا اون کے جو فرنگی یون ہی نواب کی ریاست میں گھس آتے ہیں اور ملک میں بہت طرح کی خرابیاں پیدا کرتے ہیں انسانیت کے ساتھہ خارج کرنے کی تدبیریں سوچی جائیں لارڈ ولزلی کی نیت میں جو ارادے معاملات اودھ میں تھے اونکی بسم اللہ یہ چٹھی تھی -

اصلاح سپاہ کے باب میں انگریزوں کا تجویزات پیش کرنا نواب سعادت علی خان کی طرف سے اوس میں التوا ہونا

لارڈ ولزلی نے پھر رزیڈنٹ کو یاد دلایا کہ اون ہماری ہدایتوں کی تعمیل کرو اور نواب کو اوس سے اطلاع دو اور سمجھا دو کہ زمان شاہ دریاے سندھ سے پار آگیا ہی وہ ضرور اودھ پر حملہ کریگا - روہیلے اودھ کی بغل ہی میں بیٹھے ہیں ضرور اپنے ہاتھوں کے ساتھہ شریک ہونگے اب امن کے زمانہ میں ایسی تدبیر کرلو کہ جس سے یہ خوف جاتا رہے - سپاہ کے کارخانوں کی خرابیوں کے نواب خود معترف تھے - یہ سپاہ نکمی ہی نہ تھی بلکہ نہایت ناک ہی تھی جس وقت انگریزی سپاہ کو سر چڑھا یا کہ بہت ناک کام کرنے کے لئے جانیکی ضرورت ہوتی تو اس بات کی حاجت پڑتی کہ ایک حصہ اوس کا نواب کی جان کی حفاظت کے لئے لکھنؤ میں بھی رہ جاتا ہے کہ وہ اونکی خود سپاہ کی شورش کو نہ ہونے دے بیان واقعات سے صاف یہ نتیجہ نکلتا تھا کہ نواب کے ملک کی حفاظت باہر کے حملوں سے اور ملک کا اندرونی امن و امان یون ہی حاصل ہوسکتا ہے کہ یہ بیکار سپاہ کم کردیجائے جسکی تنخواہ نواب کے خزانے سے ملتی تھی اس معاملے کی خط و کتابت میں کچھہ التوا اس سبب سے ہوا کہ لمسڈن صاحب رزیڈنٹ نے استعفا دیدیا تھا و کرنل سکوٹ جب اونکی جگہہ مقرر ہوکر آنے تھے اور وہ ایک چٹھی کونسل کے وائس پریسیڈنٹ سر الیورڈ کلارک صاحب کی نواب کے نام لائے تھے جس میں اصلاح سپاہ کی طرف متوجہ ہونیکی ضرورت کی وجوہات لکھی ہوئی تھیں اتفاق سے اس چٹھی کو پیش کرنے کا موقع خوب ملا کہ نواب نے رزیڈنٹ سے اپنی سپاہ کی پلٹنوں

بغاوت کی شکایت کی تھی اوس کو نواب نے پڑھا اور جو کچھ اصلاح سپاہ کے باب مین لکھا تھا اوسکو
بستہ کیا اوسپر رزیڈنٹ نے عرض کیا کہ حضور اس معاملے کو بہت جلد طے فرماین اور سپاہ کی
تنخواہ اور تعداد اور خرچ جو حضور کو منظور ہو اوس کا پورا پورا حال لکھکر مرحمت فرماین - مگر بیس روز کا
عرصہ گذر گیا کہ نواب نے کچھ خبر نہ لی رزیڈنٹ کا جب تقاضا ہوا تو اس معاملے پر مباحثہ کرنے
کے لیے ایک دن تجویز ہوا - مشرقی آداب کا قاعدہ ہے کہ جب بڑے کوئی بات کہتے ہین تو چھوٹے صاف
انکار اوس کے قبول کرنے مین نہین کرتے نواب نے بھی اپنے مطلب کو لباس نیاز مندی مین یون
ادا کیا کہ جو تدبیر میرے سامنے پیش کی گئی ہے اوسکی تعمیل ممکن تو ہے مگر مجھے یقین ہے کہ اوسکی تعمیل
میری مرضی کے موافق نہوگی - سوا اسکے اونھون نے یہ بھی کہا کہ میرا ارادہ ہے کہ ایک بات کی درخواست
کرون جس مین میرا بھی آرام ہے - میری رعایا کی بھی آسایش ہے - میری سلطنت کی بھی بہبودی اور فلاح ہے
مگر مین اوس بات کا اتا پتا بھی نہین بتلاؤنگا جب تک گورنر جنرل سے میری ملاقات جسکی توقع جلد سے
لکھنو مین نہوگی یا لاٹ صاحب کو اونکے سامنے کہونگا یا اوسوقت کہ کسی رزیڈنٹ کے نام
اوس بھید کے منصوبے کی تعمیل کا حکم آویگا - غرض یہ ایک پہیلی سی کہی جس کو کوئی بوجھ نہین
سکتا تھا ہر چند رزیڈنٹ نے اوس کا حال دریافت کیا - مگر کچھ نہ بتلایا اور ایک دوسرا روز اور ملاقات
کے واسطے ٹھیرایا - اور کہا کہ مین ایک یادداشت لکھکر پیش کرونگا - مگر جب ملاقات ہوئی تو وہی باتین
تھین جو اول روز ہوئی تھین اب رزیڈنٹ نے بدلائل نواب کے سامنے اس امر کو بیان کیا کہ جو منصوبہ
مخفی آپکے دل مین ہے اگر اوسپر اصلاح سپاہ موقوف کی جاوے تو بہت عرصہ اوس مین لگیگا - اوس
منصوبے کا کھلنا دو باتون پر موقوف ہے کیا تو گورنر جنرل سے ملاقات ہو سو وہ ابھی ہوگی نہین یا گورنر
جنرل اوس آپکے منصوبے کی تعمیل کے لیے کوئی اپنا نائب مقرر کرین یا رزیڈنٹ سے کہین تو جب تک
منصوبے کا معاملہ کھلے گا نہین کیسے گورنر جنرل اوسکی تعمیل کے لیے کسی کو اپنی طرف سے مقرر کرینگے اسکے
جواب مین نواب چپ ہوگئے - یہ ملاقات بھی یون ہی ختم ہوئی - کوئی اوس کا نتیجہ نہ حاصل ہوا - اب نواب کے
منصوبے کی پہیلی بوجھنے مین لوگون نے قیاسات اپنے لگائے رزیڈنٹ کا یہ قیاس ہوا کہ شاید
نواب اپنے نائب کو موقوف کرانا اور اونکے عہدے ہی کو مٹانا چاہتے ہین کیونکہ اونھون نے
پہلے رزیڈنٹ سے کہا تھا کہ آپ گورنر جنرل کو تحریر کرین کہ نواب آصف الدولہ ہمیشہ عیش و عشرت
مین مشغول رہتے تھے اونکو اسلیے نائب کی ضرورت تھی اور مین بذات خود تمام ملک کے انتظام کی
طرف متوجہ ہون مجھے نائب کی حاجت نہین ہے - پچیس ہزار روپیہ ماہواری صرف بیجا کو ادا کرنا ہوتا

دانشمندی سے حسن رضا خان سرکار کمپنی کی منظوری اور مشورے سے مقرر ہوتے تھے نواب آصف
دولہ تھے وہ رزیڈنٹ سے جو چاہتے لگا بجھا آتے یہ سبب بندوبست کے سابق اسباب بیجا اور اضافہ
ہوگیا تھا صاحب رزیڈنٹ کی اس صورت حال کی عرضداشت گورنر جنرل کی خدمت مین گئی تو
اونھون نے حکم لکھ بھیجا کہ حسن رضا خان نائب حسن سے نواب ناراض ہین موقوف کر دیے جاوین -
اور کوئی دوسرا لائق آدمی جو سرکار کمپنی کی تدبیر اصلاح سپاہ کا بھی ہمدرد و معاون ہو مقرر کیا جاوے
رزیڈنٹ نے یہ بھی لکھا کہ تحصیل مالگذاری مین جو رعایا پر پہلے جور و ستم ہوتے تھے اوس مین کچھ
کمی نہین ہوئی ہے پہلے یہ روپیہ زمیندار اور نواب کے درمیان کے واسطہ دار غبن کر کے کھا جاتے
تھے اور کچھ نواب کے خزانے مین اون کے کچھ سے اولینے کے لیے داخل کر دیتے تھے - اب اس
نواب کے عہد مین یہ فرق ہوگیا کہ سارا ظلم کا روپیہ نواب کی جیب خاص مین داخل ہونے لگا - اور
کفایت اندیشی اور جزرسی سے خزانہ خانگی مین ہتھیلیون کا ڈھیر لگنے لگا ہے مخلوق تباہی ملک کی جو
اور نوابونکی مسرفی اور کاہلی اور عیاشی اور اوباشی سے شروع ہوئی وہ اس نواب کی کفایت شعاری
اور جزرسی سے اور بہ سرترقی ہوئی ہے - سرکار کمپنی نے بعض ہندوستانی سرکارون سے یہ عہد
پیمان کر لیا تھا کہ اونکے ملک کی حفاظت سرکاری سپاہ کرے گی اور اس خدمت کے عوض مین
وہ رئیس زر مقررہ سالانہ دینگے اور وعدہ کر لیا تھا کہ اندرونی انتظام ملکی مین دست اندازی
نہوگی اب یہ معاملہ نازک ایسا آن کر پڑا کہ سرکار کمپنی کسی عنوان الزام سے بچ سکتی تھی اگر سرکار
انتظام ملکی بالکل اختیار مین اون ریاستون کے رئیسون کے کر دیتی تو اس سے یہ سمجھا جاتا کہ رعایا
کا حال جو کچھ ہین آنسے کرو تو سرکار پر یہ الزام لگایا جاتا کہ دیکھو بجھ بوجھ کر بیخبر بنکے چھوڑ دیتے ہین
بیگناہون کو ظالمون کے پنجے مین پھنسا دیا ہے جن برائیون کا روکنا اوس کا کام تھا اوکین
اور تائید کی ہے اور جب سرکار احتیاط اور اعتدال کے ساتھ انتظام ملکی مین مداخلت کرتی اور
اوس کو خود لے لیتی تو یہ کہا جاتا کہ دیکھو عہد شکنی کی اور عہدنامون کے حق تلف کر کے خود غرضی کی ہے
مگر مدبران و منتظمان ملکی جو اپنی دیانت و امانت خلوص صداقت پر اعتماد رکھتے ہین وہ ایسی بے اصل
بدنامیون سے نہین ڈرتے ہین - مسافر اپنی راہ کو کتون کی بھون بھون سے کبھی نہین چھوڑتے ہین
وہ اپنے ایمان سے کام کرتے ہین - اور اون مین ذرا بھی لغزش و لرزش اس دھیان سے نہین
آتی کہ آیا کسی کام کے کرنے سے لوگ ہم کو برا کہینگے یا بھلا کہین گے جن مدبران ملکی کو یہ خیال ہوتا ہے
کہ ایسا کام کیجیے کہ جس سے سب ہم کو اچھا کہین وہ ایمان سے ایسی ریاستون کے معاملات

تصفیہ نہیں کر سکتے تھے لارڈ ولزلی اس قسم کے مدبر تھے کہ وہ اوپری بات کا خیال کرتے اونہوں نے جیسی چاہیں لیکن اونکی مناسب کام امانت و دیانت خالص صداقت سے تھی نیکنامی اور بدنامی کا کچھ خیال نہیں کیا اصلاح سپاہ کو وہ اپنے سچے دل سے نیک جانتے تھے اوس کے باب میں پھر اونہوں نے نواب کو خط لکھا۔

نواب اور سپاہ کے درمیان فساد

اسی زمانے میں نواب اور اونکی سپاہ کی بعض پلٹنوں کے درمیان ایک معاملہ ایسا آنکر پڑا کہ جس سے صاف بات کھل گئی کہ نواب اور سپاہ کے درمیان کس قسم کا رشتہ وعلاقہ ہے اور باہم ایک کو دوسرے پر کتنا بھروسا اور اعتبار ہے۔ ایک پلٹن لکھنؤ میں تھی۔ اور کسی مقام پر بضرورت جانے کا حکم ہوا اوسنے کہا کہ اگر ہماری چڑھی ہوئی تنخواہ کا ایک حصہ ادا کر دو تو ہم وہاں جاینگے نہیں تو نہیں جائیں گے۔ یہ اس ملک کا پرانا دستور چلا آتا ہے کہ والی ملک سپاہ کی تنخواہ بہت دنوں کی چڑھا رکھتا ہے کہ جسکے سبب سے سپاہی ہمیشہ مفلس رہیں تنخواہ پا کر دولت کے نشے میں مست نہو جائیں نواب سعادت علیخان بھی اس قاعدے کے پابند تھے سپاہ کی تنخواہ بہت دنوں کی چڑھا رکھی تھی جب یہ تنخواہ کا تقاضا ہوا تو اون کو ایسا ناگوار گذرا کہ اونہوں نے سپاہ سے کہا کہ اچھا تنخواہ اپنی لے لو مگر آیندہ نوکری سے ہاتھ اوٹھاؤ۔ کرنیل سکوٹ صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ کو یہ بات پسند آئی اسلیے کہ اس میں سپاہ کو اپنی نافرمانی اور بدخواہی کی سزا ملتی تھی اور آیندہ اوس کے موقوف ہونے کا وہ طریقہ نکلتا تھا جس سے توقع ہوتی تھی کہ گورنر جنرل کے حسب دلخواہ بتدریج اصلاح سپاہ ہو جاے گی۔ مگر مشرقی ملکون میں تنخواہ چکنے کا بھی حساب بڑے جھمیلے سے ہوتا ہے۔ سپاہ نے کہا کہ ہمارے پانچ مہینے چاہیئیں۔ نواب نے کہا کہ نہیں تین مہینے جب یہ تصفیہ فیصل ہوا تو اوسکے بعد یہ جھگڑا اوٹھا کہ خزانے میں آؤ اور تنخواہ لے جاؤ اور ہتھیار رکھ جاؤ۔ سپاہ کو اس سے یہ اندیشہ ہوا کہ معلوم نہیں نواب اس میں کیا دغا کریں۔ اونھوں نے کہا کہ تنخواہ ہماری پلٹن میں بھیجوا دو۔ رزیڈنٹ نے اس تکرار کو بھی چکایا۔ تو پھر نواب نے حساب میں ایک اور جھگڑا ڈال دیا۔ مگر رزیڈنٹ نے نواب کو سمجھا کر سپاہ کی تنخواہ دلا دی اور ہتھیار اون سے لے لیے۔

گورنر جنرل کا تقاضا اصلاح سپاہ اور اوسکی نسبت رائے

اب ہم پھر اصلاح سپاہ کا ذکر کرتے ہین ـ گورنر جنرل کا خط نواب کے پاس آیا تو اونکا جواب
اونہون نے گورنر جنرل کو یہ لکہا کہ سپاہ کی اصلاح کا خیال مجھے آپ سے زیادہ ہے اور مین ان فوائد
کو خوب سمجہتا ہون جو زمانہ حال و استقبال مین حاصل ہونگے مین اس اصلاح کے باب مین بہت
جلد کرنیل سکوٹ سے مشورہ اور صلاح کرونگا جو ہم دونون کی صلاح کا نتیجہ ہوگا ـ اوس کی اطلاع
دونگا اس قرار کو اونہون نے پورا کیا مگر مشکل سے جیسی اونکی عادت تھی آخر کو نتیجہ نہین نکلا اسکی
خبر نہین کرنیل سکوٹ نے نواب کی عادت کو یون بیان کیا ہے ـ نواب عالیجناب وہ شخص ہین کہ
اونسے کسی معاملے کا طے کرنا مع رسم آداب اور تعظیم کے ساتھ ایسا مشکل ہے کہ اون کا اشکال خیال
مین نہین آتا جب کوئی بات اونسے کہی جاتی ہے تو وہ اوس کے جواب مین اتنا موقوف ہین یہان تک ہوتی
کے یہی سمجھے جاتے ہین کہ اب وہ آگے بحث و تکرار اس معاملے مین نہین کرینگے ـ مگر حقیقت
وہ جیسے کچھ اور سبب ہوتے ہین جس بات کا اقرار وہ کرتے ہین اوس سے پورا کرنے کا ذرا خیال
نہین کرتے اوس کے لیے بہ تصنع و تکلف دلائل پیش کرتے ہین ـ جب گورنر جنرل کے پاس
نواب کا جواب جس کا وعدہ تھا نہ پہنچا تو ۵ ـ نومبر ۱۷۹۹ء کو لارڈ ولزلی نے صاف صاف لکھہ
بھیجا کہ ضرورتین ایسی واقعی ہین کہ جو سپاہ کے انتظام کی تدابیر کی گئی ہین اور اوس پر نواب کو
خوب علم ہو گیا اور اونہین نواب کو بھی میرے ساتھ اتفاق ہے تا کہ تعجیل اونکی تعمیل کیجائے ـ
اس جلدی کی ضرورت یہ ہے کہ عہدنامے کے موافق ملک اودہ کی حفاظت تمام دشمنون سے برٹش
گورنمنٹ کے ذمے واجب اور لازم ہے ـ بالفعل جتنی سپاہ انگریزی نواب کے ملک مین ہے وہ غیر کافی
ہے ـ اب اونکے ملک پر زمان شاہ بادشاہ یا کسی اور دشمن کا حملہ ہونے والا ہے ـ پس جب تک اصلاح
سپاہ نہ ہوگی اور مصارف کمپنی کی سپاہ اونکے ملک مین زیادہ نہ ہونگی اور جب تک اونکی خود سپاہ سے ترتیب
دیجے ترتیب نہ ہوگی اور اونکی تنخواہ کی بچت سے انگریزی لشکر کے خرچ کی تدبیر نہ ہوگی مشکل ہے
کہ سرکار کمپنی سپاہ کا انتظام اور وقت حملے کی صورتین کر سکے مین نواب کو وہ فائدہ تدبیر بتلاتا ہون
کہ جس سے نواب کو فائدہ ہے ـ ایسی ضرورتون کی حالت مین اپنی سپاہ کی کمک کی حاجت ہی نہ ہے آخر مین
خط کے یہ الفاظ لکھے گئے کہ عنقریب نواب کے ملک مین سپاہ کی تقویت کے واسطے ایک حصہ اوس سپاہ کا
بھیجا جاتا ہے جو افزایش کے لیے تجویز کی گئی ہے علاوہ باقی سپاہ بعد اوسکے بھیجی جائے گی ـ
اور ایک ضابطہ تفصیل اس بات کا ہے کہ اس افزایش سپاہ کا اختیار گورنر جنرل کو عہدنامے کے موافق
تھا جیسا ہم نہین سمجھتے اور ہمکو اوسکی مخالفت سے کچھ غرض نہین ہے ـ مگر ہم دونون کا بیان کرتے ہین

اب موافقین کی راے یہ ہی کہ گورنر جنرل نے اپنے کام کے انصاف کے موافق ہونے کی
یہ دلیل بیان کردی کہ سرجان شور اور نواب سعادت علیخان کے درمیان جو عہدنامہ لکھا گیا تھا
اوسکی ساتوین دفعہ یہ تھی کہ جب کسی ضرورت سے فوج انگریزی ولایتی و ہندوستانی پیادہ و سوار
وتوپخانہ ملک اودہ مین تیرہ ہزار سے زیادہ رکھی جاویگی تو نواب سعادت علیخان وعدہ کرتے ہین کہ جو سپاہ
زیادہ تعداد مذکورہ بالا سے ہوگی اوس کا خرچہ وہ علاوہ دین گے ۔ اب سوال یہ ہی کہ اس ضرورت کے
وقت تجویز کون ہوگا اس کا جواب کہین عہدنامے مین موجود نہ تھا اب کیا نواب سعادت علیخان اوس کے تجویز
ہوتے وہ تو اپنی بات مین ہٹ کے پورے تھے ۔ روپئے کی بحث مین ایسے اندھے تھے کہ ضرورت
کا وقت جب سبکو دن کی طرح دکھائی دیتا تو اندھوں کی طرح ہاتھ سے ہی ٹٹولتے کہ کہان ہے کہ ہمین
اگر اس ٹٹول ٹٹال مین کہہ بیٹھے کہ کیون بہکاتے ہو ضرورت کا وقت نہین ہی تو دشمن کے ہاتھ سے
ملک پامال ہو جاتا اور پھر سرکار کمپنی کو وہ وقت اور دشواریان اوٹھانی پڑتین جنکو وہ پہلے سے ہی
تھوڑی تدبیر سے رفع کرسکتی تھی ۔ شرط عہدنامہ یہ تھی کہ ملک کی حفاظت سپاہ سے کیجاویگی کسی سپاہ کی تعداد
کی قید نہ تھی تو اوسکی مراد ایسی سپاہ سے ہے کہ جو اوسکی حفاظت کے واسطے کافی ہو ایک بیہودہ اور
حماقت کی حرکت کی تھی اسلئے افزایش سپاہ کی شرط ضرورت کے وقت لگائی گئی تھی ۔ اب یہ لارڈ
ولزلی کا حق تھا کہ جب اپنی ضرورت سمجھین سپاہ کو زیادہ کرین ۔ اگر یہ اختیار نواب کو دیا جاتا تو سرکار کمپنی
کو ملک کی حفاظت کرنا محال تھا لارڈ ولزلی نے نواب کو لکھا کہ عہدنامے کی ساتوین دفعہ مین یہ لکھا ہی
کہ نواب کے ملک مین جب ضرورت ہوگی زیادہ سپاہ کا بھی اختیار سرکار کمپنی کو ہوسکتا ۔ یہ
عبارت غلط ہے بلکہ دراصل عہدنامے مین یہ لکھا ہوا ہے کہ سرکار کمپنی کو اختیار ہے کہ جس وقت
اوسکو ضرورت افزایش سپاہ کی معلوم ہو تو وہ زیادہ کردے ۔ پس اس افزایش سپاہ کے ساتھ
کوئی قید نہین لگی ہوئی ہے کہ وہ بالاستقلال دوام کے واسطے ہو یا کہ ہے گا ۔ پس گورنر جنرل کو
اختیار ہے کہ اس عہدنامے کے بموجب جسقدر افزایش سپاہ کو چاہئے مستقل دوام کے واسطے تجویز کردے
مخالفین اس دلیل پر یون مضحکہ کرتے ہین کہ جیسے بن ملک داری کے فقرے سے جدا ہوتا ہے ایسے
ہی مطلق جہانداری کے بہانے بھی الو کہے ہوتے ہین ۔ زبردست کی زبردستی کے ساتھ اونکی تجا
دلیل ہوا کرتی ہے جیسے کہ اوپر کی بیان ہوئی اونکین بڑے جھوٹوں سے ایسے طور سے دلیلے
بناکر بیٹھے سکا لا کرتے ہین ۔ عہدنامے کے موافق یہ امر طے ہوگیا کہ سرکار کمپنی کو افزایش سپاہ کا
اختیار حاصل ہے اب اوسکے خرچ کے واسطے روپیہ کا نواب کے ذمے تجویز کرنا سرکار کی [illegible]

درعایت پر موقوف ہی جب نواب نے اپنی ضعف حالی کے سبب اپنے ملک کی حفاظت سرکار کمپنی کی ہاتھ
کے حوالہ کی اور اس معاملہ کے نباہ قایم مقام خرچ ادا کرنیکے واسطے شرائط کو قبول کر لیا۔
اور اپنے تئین سرکار کے ہاتھ بیچکر چند فوائد مول لئے ہوں تو اوس کا اب یہ حق نہیں رہا کہ ان
شرائط کے ایفا کا جب تقاضا اوس سے کیا جاوے تو وہ اوس پر اعتراض کرے۔ مگر برٹش گورنمنٹ کا یہ فرض
ہو گیا کہ ایفاے شرائط کے لئے کوئی وجہ ہو تو نواب سے ضرور شرائط کو پورا کرائے اور نواب کو کچھ عذر
وحیلہ ادا کی تعمیل میں نہو کرنا حق اور بوجہ نواب کو دبانا برٹش گورنمنٹ کو بھی ناجائز تھا۔
دوسرا سوال تحقیق طلب یہ ہے کہ آیا اوسوقت ضرور تھا کہ نواب کو افزایش سپاہ کے لئے مجبور کرین
اس کا جواب آسانی سے یہ دیا جاتا ہے کہ اودہ پر زمان شاہ حملہ کرنیکو تھا وہ لاہور مین تو آ پہنچا
تھا اگرچہ وہ اسوقت اپنے وطن کو ضرورت کے سبب واپس چلا گیا تھا۔ مگر پھر اوس کا آنا اغلب
تھا اسنے سمجھا بھی اودہ کی ملک مین سمجھا تھا کہ جب اودہ لے لے تو اوس کے نکلنے سے رہ ہیلے بھی
تیار بیٹھے تھے۔ نواب کے سارے ملک کی رعایا اور سپاہ بگڑی ہوئی تھی اوس سے بھی بڑے وقت
مین حملہ کرنیکا اندیشہ لگا ہوا تھا۔ اب نواب کی سپاہ کا حال ہم پڑھ ہی چکے ہو اگر اور زیادہ حال
معلوم کرنا ہو تو سودا کے یہ اشعار پڑھ لو۔

اب سامنے میرے جو کوئی پیر و جوان ہے — دعوے نہ کریگا کہ مرے منہ میں زبان ہے
میں حضرت سودا کو سنا بولتے یارو — اللہ ہی اللہ ہے کیا نظم و بیان ہے
اتنا میں کیا عرض کہ فرمایئے حضرت — آرام سے کٹنے کی کوئی بھی بیان ہے
سنکر یہ لگے کہنے کہ خاموش ہی رہنا — اس عہد کا قاصر تو فرشتے کی زبان ہے
کیا کیا میں بتاؤں کہ زمانے کی ہے شکل — ہر وجہ معاش ہی جس کا یہ بیان ہے
گھوڑا لے اگر نوکری کرتے ہیں کسو کی — تنخواہ کا پھر عالم بالا پہ نشان ہے
گذرے ہے سدا یوں علف و دانہ کی خاطر — شمشیر جو گھر میں تو سپر بنیے کی یاں ہے
ثابت ہو جو دگلا تو ہے مع سوزنی کہاں — تیر و کش ہو بہم گر تو لے چلہ کمان ہے
کہتے ہیں لشکر کے کو مراقبہ ہی جا کر — بی بی نے تو کچھ کہا یا ہی فاقہ سے بیان ہے
بس لکھ دیا کچھ تو ہوئی عید وگرنہ — شوال بھی ہم کو ماہ مبارک رمضان ہے
اس زمانے میں جب پر چکتے تیس مہینے — تنخواہ کا پھر پوچھنا اس شکل سے یان ہے
لیتے ہیں برات نصف سے ہی وہ تو دعا سے — تک و نہ پوش و بستر کی نہیں تاب و تواں ہے

سرجمیس کریگ صاحب جو سپہ سالار انگریزی سپاہ کے ملک اودہ مین تھے وہ گورنر جنرل کو لکھتے ہین کہ نواب سعادت علی خان کی سپاہ کا عدم و وجود برابر ہی- نواب کی کفایت شعاری اور کنجوسی نے سپاہ کی صورت مفلوس بنا رکھی ہے- نہ اوس کے پاس ہتھیار ہین نہ وردی ہی نہ کوئی توپ ہی- جب ایک موقع پر مینے نواب سے وردی اور ہتھیار اور توپین سپاہ کے لئے مانگین تو نواب نے کہا کہ میرے پاس یہ سب چیزین فقط اتنی ہین کہ جو سپاہ میری اردلی مین رہتی ہے اوسی کے لئے کافی ہین اور زیادہ نہین جو بھیجون غرض نواب کی سپاہ بالکل نکمی ہے مجھے خوف ہی کہ اگر اس تیرہ مزاج سپاہ کا پہلے سے علاج نہوگا تو اوسکی سیہ کاری کا مرض حضرت سلطان ہو جاویگا- مین اگر کہین جاؤن اور اس سپاہ کو بھی چھوڑ جاؤن تو مجھے اوس سے ایسا ہی خوف معلوم ہوتا ہی جیسا کوئی قلعہ دشمن کے پاس چھوڑ دینے سے خطر ہوتا ہے پس جب ملک کی رعایا اور سپاہ کا یہ حال ہو کہ ایک والی ملک کی جان کو رو رہی ہو اور دوسرے اوس کے خون کی پیاسی ہو اور پھر ادہر زمان شاہ کے حملے کا اندیشہ ہو جو دلی کے بادشاہ کو بحال کر کے مسلمانون کی سلطنت جمانے کا ہندوستان مین دل سے ارادہ رکھتا ہو- مرہٹون کے ایفاے وعدہ کا اعتبار نہو- روہیلے بغلی دشمن موجود ہون- پھر کیا ایسے حال مین گورنر جنرل مبارکباد کے شادیانے بجاتے کہ شمال و مغرب مین بالکل امن و امان ہی کیون اودہ مین افزائش سپاہ سمجھتے- اس وقت لارڈ ولزلی نے خیال نہین کیا کہ چند روزہ کی تعریف اور ستایش کے لئے اپنی راست بینی اور دوربینی سے ہاتھ اوٹھائین اور اپنے مقاصد اعظم کو حاصل کرنے سے باز رہین وہ یہ سمجھتے تھے کہ نواب اودہ کے معاملات مین اس دخل اندازی سے ضرور متعصب ناعاقبت اندیش ناسمجھ اونکی تبدیل کے درپے ہونگے مصلحت سلطنت کا عمل بجا مین لگے- مگر وہ ایسے بے سری راگون پر کب کان لگاسکتے تھے اونکی نظر عالی ان مقاصد اقصی پر تھی کہ ہندوستان مین امن و امان رہے- برٹش گورنمنٹ سلامت رہے- اونکی قوم اور ملک کا نام آفتاب کی طرح روشن ہو اس اپنے انتظام سے وہ جانتے تھے کہ اودہ کا نواب نہال ہوگا- اور اوسکی رعایا دولت و امن سے مالامال ہوگی- گو اسوقت غیظ و غضب کے سبب اوس کو یہ سودمند امر نظر نہین آتا تھوڑے دنون کے بعد وہ یہ دم بھرنے لگیگا ع درد ما از یار ست و درمان نیز ہم ◦ خلاصہ یہ کہ یہ عالی ہمت والانہمت اپنے عزم مین مستقل تھا اور کسی مشکل اور دقت سے جو اوس کے پیش آتی تھین نہین ڈرتا تھا- محققین کی رائے اس کے خلاف مین ہے وہ کہتے ہین کہ لارڈ ولزلی نے جیسی اوکھی بات اس وقت نواب سعادت علیخان کو اپنے خط مورخہ ۵- نومبر ۱۷۹۹ء مین لکھی ہے ویسی کمترشان کے منہ سے نکلا کرتی ہی اوس کے یہ معنی تھے کہ امن و امان کی حالت مین بھی سپاہ کے وہی کارخانے اور خرچ رہین جو لڑائی کے وقت مین ہوتی ہین

عمدہ گورنمنٹ کے اصول مین یہ امر داخل ہے کہ امن کے وقت مین سپاہ کے تمام صیغون کا خرچ حتی‌المقدور تخفیف سے
کم کیا جاتا ہے خراب گورنمنٹ کا اصول اس کے برعکس ہے اون مین سپاہ کا خرچ امن کے وقت مین بھی ہوتا ہے
جو نہایت اشد ضرورت جنگ کے زمانے مین ہوتا ہے - ملک اودہ کا حال ایسا تھا کہ امن کے زمانے
کے وقت مین سپاہ کا وہ خرچ رکھا جاتا جو جنگ کے وقت مین ضرور ہوتا اوسکی آمدنی [illegible]
کے ملک سے نکل جاتی اور سیر تو کوئی حملہ کا امکان اور اندیشہ ہی نہ تھا - دوسرے آخری طرف زمان شاہ
کے حملے کا خوف اوسوقت ہوتا کہ وہ تمام درمیانی سلطنتون کو فتح کر کے طے کر لیتا اون کے [illegible]
ہنوز دہلی دور تھی - دوسرے مرہٹے جو آپس کے نفاق کی بلا مین مبتلا تھے اونکو اپنی جان بچانی مشکل
پڑ رہی تھی - اور کسی کی خبر لیتے پس افغانون کے حملون کے خوف سے ملک اودہ مین سپاہ کے انبوہ
کا قائم کرنا جو جنگ کے وقت ہوتے ہین ایسا ہی ہوتا تھا جیسے [illegible] کے خوف سے
یہ کام کیا جاتا ہے - غرض زمان شاہ کا ذکر نواب سعادت علی خان کو دینا ایسا ہے جیسے کوئی بچے کو [illegible]
سے ڈراتا ہے - خلاصہ یہ کہ محققین کے ایک گروہ کے نزدیک یہ امر [illegible] تھا - دوسرون کے
نزدیک ملاح واقعی اندو قوع یا یہ کہ یہ عمل تھا -

نواب کا ترک سلطنت کا وعدہ کرنا اور پھر اوسکو پورا نہ کرنا

نواب سعادت علی خان سرکار کمپنی کے مقاصد اصلی پر بہت [illegible] گئے تھے [illegible] کہ اوس کا مطلب یہ ہے
کہ میری فوج کو بالکل تباہ و برباد کر دے اور ملک کی حفاظت اپنی سپاہ کے حوالے کرے غرض اون کا
دل سلطنت سے ایسا کچھ گیا تھا کہ وہ رزیڈنٹ سے اشارون اور کنایون مین ایسی باتین کیا کرتے تھے
کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ سلطنت کے کام سے بیزار ہو گئے ہین اور اوس کے چھوڑنے کا
قصد رکھتے ہین - یہ باتین تو اونکی تھین مگر ظاہر [illegible] ایسے تھے کہ جس سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ ہمیشہ [illegible]
مین رہنا چاہتے تھے - تعمیر عمارت کی تیاریان [illegible] سلطنت کے [illegible] بڑے [illegible] سے امور [illegible]
کو سنبھالنے انتظام [illegible] کی بات نہ چھپ سکی اور ایک روز رزیڈنٹ کے سامنے زبان پر آ ہی گئی یعنی
رعایا سے خوش نہین نہ رعایا مجھ سے - سپاہ میری نہ وفادار ہے [illegible] رعایا سپاہ دونون سرکش [illegible]
[illegible] سلطنت سے نفرت ہو گئی [illegible] بد سلطنت کو [illegible] - اور [illegible]
اوسکی خبرگیری اچھی طرح نہین کر سکتا - مین تو سلطنت چھوڑتا ہون - اور مجھ کو اس کا یقین ہے کہ سرکار
انگلشیہ بیٹے کو میرا جانشین کرے گی جس سے میرا نام آیندہ باقی رہے گا - اور [illegible]

سپاہیوں کا وظیفہ بھی کر دیگی جس سے اونکا گذارہ اچھی طرح ہو سکے گا - میرے پاس جو کچھ سرمایہ ہے وہ
زندگی بسر کرنے کے لئے کافی ہے میں اُسے ساتھ لیتے جاؤنگا - جب رزیڈنٹ نے یہ باتیں سنیں تو
نواب سے کہا کہ آپ اپنے اس منصوبے کو گورنر جنرل کے پاس لکھکر بھیجدیں - اوسپر نواب نے فرمایا کہ آپ ہی
یہ تکلیف کریں مجھے کسی اوپر اعتبار نہیں کہ میں اپنے ساری باتیں اوس سے کہوں - غرض رزیڈنٹ نے
یہ تمام حال اور گفتگو جو ہوئی تھیں قلمبند کر کے گورنر کے پاس بھیجدیں اور اوسپر حاشیے بھی
چڑھا دئے کہ نواب کے بیٹے بہت سے ہیں مگر سب حرامی - خزانے کا حال یہ ہے کہ نواب خزانہ عامرہ سے
روپیہ اپنی محل سرا میں لے گئے ہیں - آصف الدولہ کے قرض میں ادا بھی نہیں دی ہے ملازمان
سرکاری کی تنخواہیں چڑھی ہوئی ہیں پنشنداروں کی پنشن کا بہت روپیہ دینا ہے نواب ان میں سے کسی کو
پھوٹی کوڑی نہیں دینگے - نواب نے اسوقت تک سات کروڑ روپئے جمع کئے تھے - گورنر جنرل نے
۱۷ دسمبر ۱۸۰۰ء کو اس کا لمبا چوڑا جواب لکھا کہ میں نواب کو ترک سلطنت و عزلت نشینی کی اجازت دیتا
ہوں بشرطیکہ وہ سرکار کمپنی کی عملداری میں ہمیشہ سکونت اختیار کریں - اور سلطنت اور ملک ہمیشہ کیلئے
سرکار کمپنی کے حوالے کریں - مگر یہ اجازت نہیں دیتا ہوں کہ وہ اوس خزانہ عامرہ کو ساتھ لیجائیں -
جو مصارف سلطنت کے واسطے جمع ہوا ہے گورنر جنرل نے خیال کیا کہ نواب کی عزلت نشینی سے جب ہی
بہت سے فائدے حاصل ہوسکتے ہیں کہ وہ بالکل اپنے ملک کو سرکار انگریزی کے حوالے کردیں -
ورنہ کوئی اوس کا جانشین مقرر ہوگا تو وہی بات ہوگی کہ خر ہمان خر ست اما پالان دیگر ست - جب نواب
کے پاس گورنر جنرل کا جواب آیا تو انہوں نے کہا کہ میں سلطنت سے اسلئے دست بردار ہوتا تھا کہ میرا
بیٹا سلطنت کرے نہ یہ کہ سرکار کمپنی میری جانشین ہو - نواب نے کہا کہ آبائی سلطنت سو برس کے عرصے
سے چلی آتی ہے اگر میں اوس کو گورنر جنرل کی مرضی کے موافق ترک کرتا ہوں تو ساری دنیا یہ کہیگی
کہ سعادت علی کیسا لالچی ہوگا کہ اپنے آرام و راحت کے لئے سلطنت کو چھوڑ دیا - اور اپنے اولاد کا نام ڈبو دیا اور اولاد کو
سلطنت سے محروم کر دیا اسلئے اب میں نے ترک سلطنت کا عزم ترک کیا - جب نواب کے اس ارادے سے
کرنل سکوٹ نے لارڈ ولزلی کو اطلاع دی تو وہ بہت غیظ و غضب میں بھرے اور انہوں نے ۲-
۴ دسمبر کو رزیڈنٹ کو لکھدیا کہ نواب کی اس دو رنگی اور بے قراری سے نہایت ناراض ہوا - یہ الزام
لگانا بھی مستحق تھا اس لئے دو رنگی اور عیاری کیا تھی اوس سے نواب کا سلطنت چھوڑنا اپنے بیٹے کی جانشینی
کے بے سود تھا جیسے پہلے تھا وہ بھی تھا -

گورنر جنرل کا نواب کے ملک مین اونکی مرضی کے بغیر سپاہ انگریزی کا بڑھا دینا اور نواب کے دلائل پر گورنر جنرل کا جھلانا اور اونکو گستاخی بتلانا۔ نواب کی کچھ سپاہ کا موقوف ہونا

ریزیڈنٹ کے پاس یہ حکم لارڈ ولزلی کا آگیا تھا کہ وہ کانپور سے فلان فلان سپاہ بلا کر جہان مناسب سمجھے نواب کے ملک مین بھیج دے اور نواب کو اطلاع دیدے۔ اس کی جلدی اس سبب سے پڑی تھی کہ فوج کے سفر کا موسم نکلا جاتا تھا اس ترک سلطنت کے منصوبے کے سبب نواب کو اطلاع لکھی کہ جسقدر سپاہ کی افزایش سرکار کمپنی کو منظور تھی اوس کا پہلا ڈویژن (غول) نواب کی عملداری مین داخل ہونے کو ہے جہان حکم ہو وہان بھیجا جاوے۔ نواب نے کہا کہ سفر سپاہ مین جب تک توقف فرماے کہ مین اپنی درخواستون کو لکھکر پیش نہ کرون۔ اس پر ریزیڈنٹ نے جواب دیا کہ سفر سپاہ مین التوا ناممکن ہی۔ تمام اوس کے وجوہات حضور کے گوش گذار ہو چکے ہین۔ اس کا جواب نواب نے یہ دیا کہ مینے افزایش سپاہ کو کبھی منظور نہین کیا اگر میری منظوری کی ضرورت نہین تو مجھ سے اس باب مین صلاح و مشورت عبث ہی۔ پھر اس کا جواب ریزیڈنٹ نے کچھ نہین دیا اور تیاریان ہونے لگین۔ ۱۵ جنوری ۱۸۰۰ء کو نواب نے ریزیڈنٹ کو لکھا کہ میرے اور گورنر جنرل کے درمیان جو تحریرات ہوئی ہین اونمین مینے کبھی یہ نہین کہا کہ افزایش سپاہ مجھے منظور ہے۔ مگر گورنر جنرل کے خط سے یہ امر ظاہر ہے کہ اونہون نے مجھے لکھا کہ جب تک افزایش سپاہ کا انتظام نہین کیا جاوے گا کہ اوسکے خرچ کے واسطے میری سپاہ کے موقوف کر دینے سے روپیہ کا انصرام ہوگا۔ ابھی میری فوج بدستور رکھی ہے موقوف نہین ہوئی انگریزی سپاہ میرے ملک مین آموجود ہوئی۔ اوس کا خرچ کس کے دیا جاوے گا۔ سر دست کوئی اوس کے واسطے سامان نہین سپاہ کا موقوف کرنا کوئی لڑکون کا کھیل نہین۔ سیکڑون خطرے اوس مین ہوتے ہین۔ ہزارون آدمی بیکار ہون گے سیکڑون مفسد پردازی پر آمادہ ہونگے بہت سے بیچارے بیٹھ کر پیٹ کو روئین گے۔ مگر مجھکو سب سے زیادہ گورنر جنرل کی ناراضی کا خوف ہے۔ فقط اونکی خوشی کے لئے اونکی تجویز کو قبول کرتا ہون۔ پھر در بعض جزئیات مین اپنے اون شرائط کو بیان کرتا ہون جو اس افزایش سپاہ کے باب مین مجھے کہنے ہین

مرقوم ہون - اول شرط یہ ہی کہ افزایش سپاہ ایسی کبھی نہین کیجائیگی کہ نواب اوس کے خرچ کا بار نہ اوٹھا سکے
دوم کہ سپاہ زمانہ کا ایک ڈویژن ہوگا اور وہ ہمیشہ ایک جگہ پہ بالائے رہیگا جہان زمان شاہ اور دشمنون
کے حملے کو روک سکیگا - اور فقط اوس کا یہی کام ہوگا - سوم افسران سپاہ کو اختیار نہوگا کہ تحصیل
محصول مین دست اندازی کرین - اور کچھ اور چھوٹی چھوٹی باتین لکھکر یہ متمنانہ فقرہ لکھا کہ مجھے سرکار
دولتمدار کے لطف و کرم سے یہ امید ہی کہ اس دفعہ تو مینے گورنر جنرل کی ناراضی کے اندیشے سے
اس سپاہ کے داخل ہونے کو قبول کر لیا ہے - مگر آیندہ مجھے اور زیادہ تکلیف ایسی تدابیر سے نہ دیجا
۱۸ - جنوری کو ایک مراسلہ نواب نے گورنر جنرل کے پاس بھیجا جس کے آغاز مین اپنے خاندان کی قدامت
کا بیان اور سرکار سے جو روابط اتحاد تھے اوس کا حال مشرح لکھا اور پھر یہ تحریر کیا کہ اس زمانے مین
جو سرکار دولتمدار نے تجویزین فرمائی ہین وہ پہلے کبھی نہین ہوئین - دنیا کا یہ دستور قدیم سے چلا آتا ہی
کہ بڑے چھوٹون کی دستگیری کرتے ہین - جب بڑے شہنشاہ چھوٹے رئیسون اور امیرون کے سر پر
ہاتھ دھرتے ہین تو اونکی اعانت مین سپاہ اور خزانے سے امداد کرنے مین کسی طرح کا دریغ نہین فرماتے
ہین اسلیئے مجھے سرکار دولتمدار کے لطف و کرم سے یہ توقع ہی کہ مین اس امر پر مجبور نہ کیا جاؤن کہ
اپنی سپاہ کو موقوف کرون اور ہزارون آدمیون کو بھوکا مارون - اور اوس سے طرح طرح کے [illegible]
بڑھون اور سرکار کی سپاہ کا بوجھ لادون جس سے رعایا کی نظرون مین میرا رعب و داب نہ رہے - مجھے
یقین ہے کہ گورنر جنرل کا منشا ہرگز یہ نہوگا کہ مین ذلیل و خوار ہو جاؤن - یہانتک تو یہ نیاز مندی کی
باتین تھین آگے تشاہیر شدہ کے خلاف یہ دلائل بیان کین کہ عہدنامہ کی دوسری دفعہ
کی راہ سے روشن پیدا ہوگا کہ مین جب مسند ریاست پر بیٹھا تھا تو اس سلطنت کی حفاظت کے واسطے
متعدد سپاہ پہلے زمانہ مین رہتی تھی اوس سے بہت زیادہ اوسوقت موجود تھی مین نے اوس کے
خرچ ادا کرنے کا اقرار کر لیا - مگر کہین اوس مین یہ نہین لکھا کہ ایک عرصہ کے اضافہ سپاہ مستقل طور سے
کیا جائیگا - اور نہ اوس کا خرچ میرے ذمے مقرر ہوگا پس شرط سے انحراف کرنا بے ضرورت معلوم
ہوتا ہے - عہدنامہ کی ساتوین دفعہ کے ملاحظے سے تصدیر واضح ہوگا کہ افزائش سپاہ کا اختیار سرکار
کو بے ضرورت نہین ہے - اور ضرورت کی حالت مین حسب حال ضرورت اور وہ بھی مستقل نہین بلکہ
تا ضرورت [illegible] - اور یہ بھی کہ دونون سرکارون مین کام صدق دلی اور موافقت سے کیا جائے
اور مجھے بالکل اختیار رہے امور خانگی مین انتظام ملکی مین اپنے موروثی ملک کی سلطنت مین سپاہ و
رعایا پر سب پر ہوگا - پس جب میری فوج موقوف کر دیجئی تو مین پوچھتا ہون کہ میری سلطنت

اور حکومت کہاں رہی ہے سپاہ نہ امور خانگی میں کچھ کر سکتا ہوں نہ رعایا پر۔ سبب وہ اسباب بتا سکتا
ہوں نہ آبائی سلطنت پر حکومت کر سکتا ہوں کسی کا کہنا نہیں رہتا ہوں اسلئے سرکار [illegible] کی عنایت
اور رعایت کا امیدوار ہے [illegible] جو کچھ تجویز کی گئی ہیں وہ سب موقوف کیجائیں
موجبات شکایت کا جواب دینا مشکل تھا مگر حکام عالی کی لڑائی تھی۔ [illegible] یہ غضب تھا کہ وہ
یہ سمجھی گئی کہ یہ اور وہ [illegible] زبردست [illegible] استدلال سے چل سکتا ہے۔ اسوقت لارڈ
ڈلہوزی [illegible] چل بسے اونہوں نے اس خط کو دیکھا کہا کہ یہ تحریر گستاخانہ قابل جواب نہیں اور سکریٹری
رزیڈنٹ کو لکھوایا کہ [illegible] نواب کا خط [illegible] گورنر جنرل مورخہ ۵۔ نومبر کے
آیا تھا وہ واپس بھیجا جاتا ہے۔ نواب کو وہ [illegible] اور ہماری طرف سے نواب کو یہ بتا دو کہ اوس
سرکاری تحریر کے جواب میں [illegible] گورنر جنرل کی [illegible] نواب نے اس خط [illegible] اختیار کی ہے
وہ نہایت گستاخانہ اور بے ادبی [illegible] سلطنت انگلشیہ کا ادب [illegible] واجب [illegible] اوس سے
اونہوں نے باہر قدم رکھا ہے [illegible] جواب [illegible] گورنر جنرل کچھ توجہ نہیں فرماتے ہیں
[illegible] مورخہ ۵۔ نومبر کا جواب [illegible] اگر آپ کی [illegible] نواب نے سرکار انگلشیہ کی [illegible]
کے اظہار کے واسطے [illegible] اور وہی خط کی طرز تحریر اختیار کی تو سرکار کو اس گستاخی
کی خبرگیری کرنی پڑیگی۔ غرض اس چٹھی کا ترجمہ رزیڈنٹ نے فارسی میں نواب کو بھیجوا دیا۔ بعد اس کے
[illegible] ہوتی رہیں۔ آخرکار نواب نے مجبور ہو کر فروری ۱۸۵۰ء میں اپنی سپاہ کا ایک حصہ موقوف کر دیا
تا کہ سرکار کمپنی کی سپاہ کا خرچ [illegible] تنخواہ سے [illegible] یہ فوج ضرور [illegible] فساد مچاتی۔ مگر رزیڈنٹ
نے اونکی چڑھی ہوئی تنخواہ [illegible] سے [illegible] کیا اور فساد نہ ہونے دیا۔

گورنر جنرل کا نواب کو تخت سلطنت سے محروم کرنے کی دھمکی دینا اور اودھ کا بہت سا ملک سرکار کمپنی کی عملداری میں داخل کر لینا۔ آخری عہدنامہ کا منعقد ہونا

۱۸۵۶ء میں [illegible] لوٹ [illegible] ملک کے [illegible] لئے
[illegible] کی تھی اور اوس کے ایک حصہ [illegible] انتظام [illegible] کے [illegible] کی تجویز

کیجیے۔ نواب نے عذر کیا کہ بڑی مشکل سے ملک کی آمدنی وصول ہوتی ہے۔ بقیہ روپیہ جو کا عہد و پیمان ہے جب
تک ادا نہیں کر سکتا کہ اپنی قابلیت اوس کے بہم پہنچانے اور ادا کرنے کی نہ دیکھوں۔ آگے جو سمجھ
پڑے اوس پر ہیچ کا کرونگا اور اوس کا انتظام نہ کر سکونگا تو پھر عہد شکنی کا مجرم ٹھیرونگا۔ اپنے خزانچی سلطنت
کی معرفت تمام ملک کی آمدنی کا حساب مرتب کرا کے گورنر جنرل کے پاس ریذیڈنٹ کی معرفت بھیجا۔ اس
حساب کو گورنر جنرل نے ملاحظہ فرما کر لکھا کہ اگر ایسا ہی ہولناک زمانہ آنے والا ہے کہ جس میں نواب اپنے
اقراروں کو گورنمنٹ کے ساتھ ایفا نہیں کر سکتے تو برٹش گورنمنٹ پر یہ واجب ہوا کہ نواب کی خود غرضانہ
مقاصد اور فلاح ریاست کے لئے اور سرکار کمپنی کی منفعت اور حفاظت کی خاطر ملک میں اپنی مداخلت
کرے کہ جس سے نواب کی سلطنت کے مخارج آمدنی کی نوبت اوس حد تک پہنچے کہ اوس کو نہ نواب کا
کام چلے نہ سرکار کا اور وہ جیسی سرسبز و شاداب ملک میں جو ویرانی اور بربادی پھیلی ہے وہ صرف نواب
کی بدانتظامی و نقص تدبیر کے سبب سے ہے اور کوئی آفت ارضی و سماوی ایسی ظہور واقع ہوئی کہ جس سے
ملک ویران ہو اوس سے پہلے یہ ملک ساری آباد اور خوشحال میں مستغرق تھا تو نواب کو لازم ہے بھی
کہ وہ اپنے ملک کا انتظام کریں اور رعایا کے حال پر متوجہ ہوں۔ مگر یہ سارے پند و نصایح نقش برآب
گرہ در ہوا ہیں۔ آخرکار ملک کی بربادی و ویرانی کی نوبت پہنچ جاویگی کہ خود بخود بھی سرکار کمپنی کا ادا نہ ہو سکیگا
اسلئے بہتر ہوگا کہ اس سرزمین کی بگڑی ہوئی حکومت اور نہر کی ٹوٹی ہوئی سلطنت کے قایم مقام وہ گورنمنٹ
قایم ہو جس سے رفاہ حال رعایا آسودگی رعایا ملک کی سرسبزی اور شادابی نام و ناموس و جان و مال رعیت
کی نگہبانی اور فصل مقدمہ کی کارروائی تجارت و زراعت کی ترقی غرض تمام اسباب خوشحالی خلق مہیا ہو جا
تاکہ بیوپار دربار اور رعایا خیرخواہ ہو جاوے۔ یہ سب باتیں ممکن نہیں کہ کسی اور طرح حاصل ہوں جب تک
کہ نواب سارے ملک کا انتظام مالی اور ملکی و جنگی سرکار کمپنی کو نہ دیدیں۔ اور خود سلطنت
ہوں۔ اور اوسکے واسطے اور اوسکے درست آشنا خویش و یگانوں کے واسطے وظیفہ معقول مقرر
ہو جاوینگے۔ صرف یہی تدبیر ہے کہ جو ملک اودھ کو نہال اور رعایا کو مالامال کریگی ورنہ وہ کسی طور سے
آفات اور مصائب کی ہلاکت سے نہیں بچ سکتا۔ لارڈ ولزلی نے اس پر عمل کیا کہ تحریک کرتا ہے
سانحی خود ریذیڈنٹ کو لکھا کہ اس امر کو وہ مصالحت سے طے کرے۔ اور اگر نواب اس معاملہ کا
معاہدہ نہ کریں تو پھر نواب سے نہایت ادب کے ساتھ وہ یہ عرض کرے کہ پہلی اور حال کی سپاہ نواب کی
کل جا و خرچ کے واسطے کوئی ایسا مخزن مقرر کردیں کہ جس سے زر موعود عین وقت پر وصول ہوا کرے
اور اس میں خلل واقع نہ ہو۔ اس کے واسطے یہ تجویز بتلائی کہ وہ اپنے ملک کا

سرکار کو دیدین کہ اوس سے تمام سپاہ کا خرچ چل جاتے جو ملک تفویض کرنے کے لئے تجویز ہوا تہا وہ اضلاع
دوآب وروہیلکھنڈ مع اضلاع اعظمگڈھ اور گورکھپور تھے - اس تفویض سے نواب کا ملک امن کا گنبد ہو جاتا
تین طرف سے اوسکی حفاظت سرکار کمپنی کی عملداری کرتی - اور ان اطراف سے غیر ریاستون کے حملے کا
خوف نواب کو نرہتا - اور سرکار کمپنی کو یہ کھٹکا جاتا رہتا کہ کہین نواب اور غیر ریاستون سے سازش نکرے
انہین دنون مین لارڈ ولزلی نے ایک خط نواب سعادت علی خان کو لکہا کہ جب سے تم مسند ریاست پر
بیٹھے ہو تو مین اپنے اوپر یہ فرض سمجھتا ہون کہ موافق اون اصول کے جو ہماری گورنمنٹ نے نہایت استقلال
سے اختیار کئے ہین وہ کام کرون جو مینے آپکو پہلے خطون مین لکھے ہین یہ سارے کام فقط اس سبب سے
مجھے کرنے پڑے کہ آپ اپنے ملک کی بدنظمی کو دور نہین کر سکتے اور نہ انتظام کر سکتے ہین نہ بیچاری رعایا کی جان
و مال کی حفاظت کر سکتے ہین - غرض یہ اصول گورنر جنرل نے قایم رکہا کہ جو فرمانروا اپنی سلطنت کا انتظام
نکر سکے اور رعایا اوسکی بدخواہ اور ناراض ہو وہ خود ترک سلطنت کرے یا وہ اپنی سلطنت کے کامون سے
بجبر معزول کیا جاتے - سر جان شور کے عہدنامے کے موافق خرچ سپاہ نواب سعادت علی خان سے ۷۶
لاکہہ روپیہ سالانہ ٹہیرا تھا اور اب اس افزایش سپاہ کا خرچ ۵۴۱۲۹۹۹ روپیہ سالانہ ہوا - یہ دونون
ملکر ۱۳۰۱۲۹۹۹ روپیہ ہوا - اس لئے نواب سے درخواست کی گئی کہ جس ملک کی آمدنی اسقدر روپئے
کی اس ویرانی کی حالت مین سوائے خرچ تحصیل مالگذاری کے بچ رہتے ہون وہ سرکار کمپنی کو دیدیا جاتے
جب اول درخواست کل ملک کے حوالہ کرنے کی نواب کے سامنے پیش ہوئی تو اوس پر رزیڈنٹ سے اونہون نے
بڑے بڑے مباحثے کئے - اور تحریرون کے طومار کے طومار لکھے - نواب نے کہا کہ مجھ تعجب ہے کہ پہلے نوابون
کے عہد مین زر موعود کی اقساط وقت پر نہین ادا کی گئین - اور مینے کبھی اداے زر قسط مین ایک لمحہ کا
توقف نہین کیا - ایک کوڑی میرے ذمہ باقی نہین - مجھہ سے وہ درخواست کی جاتی ہے جو پہلے کسی
نواب سے نہین ہوئی - بہلا مین کیسے آبائی سلطنت اپنی چھوڑکر خود ترک سلطنت کرون - مین ایسی درخواست
کو ہرگز نہ مانونگا - سرکار نے سپاہ کے خرچ کے لئے ملک دینے مین یہ عذر پیش کئے - مینے کونسی قسط
ادا نہین کی کہ جسکے عوض مین اپنا ملک دیدون - مجھے خود امید ہے کہ اپنے نظم و نسق سے ملک کو سرسبز و
شاداب کرونگا اگر ملک دیدونگا تو میری ساری امیدین منقطع ہو جاوینگی - اور میرا بڑا نقصان ہوگا - اور
مین اپنے ملک سے ہاتھ دہو سکتا ہون - ان باتون کا جواب گورنر جنرل نے بھی ۵ - اپریل ۱۸۰۱ء کو لکہا
جسکا خلاصہ یہ تھا کہ نواب نے میری دونون درخواستون کو نا منظور کیا نہایت افسوس کا مقام ہے - مگر
آپ سے صاف صاف کہے دیتا ہون کہ میرا اب یہ عزم مصمم ہے کہ ملک اودہ کو زیادہ برباد ہونے دون

او بندگان خدا پر رحم کرون جو ملک کی ویرانی اور اوسکی کمی کا حال ہوتا جاتا ہے وہ نواب پر
روشن ہے اور وہ خود اوس کے مقر ہین اس ملک کے لینے مین سرکار کمپنی کی سپاہ کی خرچ کی پوری کفالت
ہوتی ہے اور ملک کی بہی بہبودی ۔ غرضکہ گورنر جنرل نے اصلاح گورمنٹ کا اصول یہ قایم کیا کہ
جو گورمنٹ برے درجہ کی خراب ہو اوس کا علاج یہی ہے کہ وہ بالکل نیست و نابود ہو جاوے جس
مریض کی صحت کی امید نہو اوس کا کاٹ ڈالنا ہی اوسکی شفا ہے ۔ حالت ردی مین اوسکا ناحق رہنا ہی
کرنا مریض کی تکلیف کو بڑھاتا ہے ۔ نواب کو اونہون نے سمجھایا کہ جب اصلاح اختیار مین نہین ہے تو اورونکو
کیون نہین اختیار دیتے کہ اصلاح کرین یہی مثل ہوئی کہ نہ خود خورد نہ بکس دہد گندہ کند بہ سگ دہد
نواب کا تخلیہ اس معاملہ مین از تحریر و تقریر سے پاک کیا تو مجبور ہو کر اوس نے درد دل سے کہا کہ مجھے کربلا کی
زیارت کی اجازت ہو اور میرا بیٹا میرا نائب میری غیبت مین مقرر ہو جو کام ہونے والے ہین وہ میری
غیبت مین ہون اپنی آنکھون کے سامنے یہ نہ دیکھنا چاہتا ہون کی جائیگی کیون نہ سرکار کمپنی سے
کر سکتا ہون جو وہ چاہے کرے ملک اور خزانہ سب کچھ حاضر ہے ۔ غرض یہان سمجھ
دنیا کے پاس ان انکار تہا ۔ دوران شاہانہ حالت ونا مین یہی بات بالامر رہا ۔ لارڈ ڈلہوزی نے
اپنی تحریرات کے اندر حقیقت مین سلطنت انگلشیہ کی بہوت دعوت کو کہا جو اس کا مستحق اور رفیق
کرا انہون نے جو اپنی تحقیقین فقرات کے ادا کئے یہ منظور تھا کہ بادشاہ خوش کہ بہر تدبیر تلک سے انکو
لیا جاتا ہے وہ دلسے چاہتے تھے کہ نواب خود اپنا ملک دیدین بسا منہ شرما کے لالچ نہ ہوئے اسلئے
انہون نے اپنے بھائی ہنری لارنس کو اپنا پرائیوٹ سکرٹری بناکر نواب کا وکیل انکے پاس بہیجا
کہ شاید میرا بھائی نواب کی سمجھ کو درست کر دے یہ شہزادہ کو وہ لکہنو مین آگئے ۔ اور اب نواب
کو سمجہایا کہ یہ آپکی غلطی ہے کہ آپ یہ سمجھتے ہین کہ اگر مین سلطنت دیدونگا تو مین تخت سلطنت سے محروم ہو جاونگا
اور میری سلطنت کا عدم ہو جائیگی ۔ بلکہ برخلاف اسکے اوس آپکی اولاد کے لئے سلطنت
زیادہ استقلال کے ساتھ برقرار ہو جائیگی اور وہی اعزاز و اکرام شاہانہ ایسا باقی رہیگا اسمین
کچھ فرق نہین آئیگا کیونکہ آپ کو تخت سلطنت سے محروم نہین کیا جائیگا اسکا جواب نواب نے نہ دیا
۱۹ ستمبر کو گورنر جنرل نے ریزیڈنٹ کو یہ ہدایت لکہین کہ اگر نواب کو دونون درخواستون آپکا
بہی منظور کرنے مین اصرار ہو جاوے تو تم تمام ملک مین اپنا بندوبست کر لو اور یہ اونکے ساتھ
معمولی دلائل بہی جاوین کر دین کہ جب تک نواب ان دونون درخواستون سے کسی ایک کو منظور
کر لینگے ملک اودہ مین عمدہ انتظام نہین ہوسکتا اور سرکار کمپنی کی لاتوں ہوگا جو ...

ہی نہین بلکہ فرض ہوگا کہ تمام سلطنت نواب سے لیجاوے اونکے خوبکات اور دل سے کہو اور کہدو کہ
سمجھا دو کہ سرکار کمپنی نے ملک اودہ کے تمام مالی اور ملکی انتظام لینے کا عزم مصمم کرلیا ہے - پس اگر
اپنی ہٹ سے نہ ہٹین تو اونکی سپاہ کو معزول کردو اور سارے ملک کے انتظام کی تدابیر کامل کر لو
اور اسپر قبضہ کرلو - نواب نے اوسی روز کہ یہ ہدایات رزیڈنٹ کو لکھی گئی ہتین رزیڈنٹ کو لکھ بھیجا
کہ مجھے دو سری درخواست حصہ ملک کے تفویض کرنے کی منظور ہے بشرطیکہ مجھے حج و زیارت کربلا
جانیکی اجازت ہو اور میرا بیٹا میرا جانشین ہو - وجہ اسکی یہ بیان کی کہ اب ملک کے دینے کے بعد میری غیرت
کا یہ اقتضا نہین ہے کہ یہان اپنے ہمچشمون کو اپنا منہ دکہاؤن اگرچہ اس آخری شرط سے ایک حرف سرکار
کمپنی پر آتا تہا - مگر بعد غور و تامل کے رزیڈنٹ اور مارکوئس ولزلی نے نواب کی اس درخواست کو منظور
کرلیا اور دستخط اپنے کرکے بھیجدے - نواب نے پہر لکہا کہ مجھے باقی میرے ملک مین اختیار
کلی دیا جاوے - اور کسی کو دخل نہو اوسپر یہ جواب دیا گیا کہ اس معاملے مین پہلے بہت گفتگو
ہوچکی ہے - یہ ملک تو صرف سپاہ کے خرچ کے لئے جدا کیا گیا ہے - برٹش گورنمنٹ کو سپاہ سے سارے
ملک کی حفاظت کرنیکا اور اوس مین عمدہ حکومت قایم کرنیکا استحقاق حاصل ہے - اسپر نواب نے
اسکو اپنے خط مین لکہا کہ آپ کی اس تحریر سے مجھے معلوم ہوا کہ ملک دینے سے کچھ فائدہ نہین ہوا -
کیونکہ جو ملک باقی رہا اوسمین بھی ساقط الاختیار رہا - غرض بہت سی تکرار اور حیلے کے ۱۰ نومبر ۱۸۰۱ء
مطابق ۲ رجب ۱۲۱۶ ہجری کو نواب نے عہدنامے پر جو پہلے سے مرتب تہا دستخط کردے - اور ۱۴ نومبر
کو بنارس مین دریاے گنگا کے کنارے لارڈ ولزلی نے اوسکو اپنے نام سے مزین کیا اس عہدنامے کے
موافق سرکار کمپنی کو وہ ملک حاصل ہوا جسکی آمدنی ایک کروڑ پینتیس لاکہ ۱۲ ہزار ۸ سو ۴۷ روپیہ
۲ آنہ ۳ پائی مع خرچ تحصیل کے تہی

تفصیل جمع

چکلہ کوڑہ و کنڈہ و چکلہ اٹاوہ	۵۵۴۲۵۷۷ روپیہ	۱۱ آنہ	۹ پائی
کہرہ وغیرہ	۵۳۳۳۷۷ روپیہ		۷ پائی
فرخ آباد وغیرہ	۴۵۰۰۱ روپیہ		
کہنہ آگرہ وغیرہ	۳۱۰۰۱ روپیہ		
اعظمگڈہ مئو ناتھ بھنجن	۹۹۵۶۲۴ روپیہ	۱۰ آنہ	۶ پائی

گورکھپور وبٹول	۵۴۹۸۵۴	روپیہ	۸ آنہ	
صوبہ الہ آباد وغیرہ	۹۳۴۳۶۳	روپیہ	۱۱ آنہ	۳ پائی
روہیلکھنڈ	۴۳۱۳۴۵۷	روپیہ	۱۱ آنہ	۳ پائی
نواب گنج کھاں وغیرہ	۱۱۹۴۴۴	روپیہ	۱۲ آنہ	
محال وغیرہ باستثناء تعلقہ اروَل	۱۶۸۳۷۸	روپیہ	۴ آنہ	

کل جمع سکہ لکھنؤ

۱۳۵۱۳۸۷۸ روپیہ ۱۲ آنہ ۳ پائی

نواب کے پاس اس ملک کے نکل جانے کے بعد کروڑ روپیہ کا ملک باقی رہا غرض نصف سے زیادہ اور دو تہائی سے کچھ کم ملک ہاتھ سے گیا اسمین وہ خراج بھی جو نواب فرخ آباد نواب اودھ کو دیتا تھا دیدیا گیا۔ اور اس آدھے سے کم اور تہائی سے زیادہ ملک کی حفاظت ہوئی اور باقیماندہ ملک کی نسبت عہدنامے مین لکھا گیا کہ آنریبل ایسٹ انڈیا کمپنی عہد واثق کرتی ہی کہ نواب سعادت علیخان اور انکی جانشینون اور وارثون کو وہ ملک جو ایسٹ انڈیا کمپنی کو قابض ہونے کے بعد نواب کے پاس باقی رہیگا۔ حکومت و سلطنت بلا مزاحمت کرنے دیگی۔ اور نواب کیطرف سے یہ اقرار ہوا کہ وہ باقیماندہ علاقے مین اپنے اہلکارون کے ذریعہ سے ایسا انتظام کرینگے جس سے رعایا کی بہبودی اور انکے جان و مال کی حفاظت متصور ہوگی اور نواب ہمیشہ حسب ہدایت اور صلاح اہلکاران کمپنی کے کاربند ہونگے۔ اور چونکہ یہ حصہ ملک بعوض سالانہ خرچ فوج اور تمام دوسرے اخراجات کے جو کمپنی کو نواب وزیر کے ملک وغیرہ کی حفاظت مین واقع ہوتے تھے دیا گیا اسلئے کمپنی نے اقرار کیا کہ اب ہمیشہ کے لئے وہ سالانہ موقوف ہوگیا۔ اب اگر ایسٹ انڈیا کمپنی کو اودھ اور اوس کے متعلقات کی حفاظت کے لئے فوج اور بڑھانے کی ضرورت ہوگی تو اسکا اخراجات ایزاد فوج کا نواب سے مطالبہ نہوگا۔ اور آئندہ جو کمپنی کا خرچ فوج کے جمع کرنے میں دشمن کا حملہ دفع کرنے یا تسخیر علاقہ کے روکنے کے لئے ہوگا یا اوس فوج کی بابت ہوگا جو ضرورت کے وقت سرکشی یا بغاوت دبانے کے لئے فراہم ہوتی یا جنگ یا کسی اور وجہ سے ہوگا تو اوسکا مطالبہ نواب کے خزانے سے نہوگا۔ اور ایک ڈیٹچمنٹ انگریزی فوج کا اور مقدار توپخانہ ہمیشہ نواب کی اردلی میں رہنا قرار پایا۔ مگر خرچ اس کا بھی کمپنی کے ذمے رہا نواب اس کے مطالبے سے بری متصور کئے گئے اور کمپنی نے یہ بھی وعدہ کیا کہ جو ملک نواب وزیر کے پاس باقی رہا ہے اوسکی ذمہ داری بیرونی اور اندرونی

دشمنون کے مقابلے مین وہ کرینگی بشرطیکہ یہ امر گورنمنٹ انگریزی کے اختیار مین رہے کہ جہان اونکو ضرورت معلوم ہو وہان اپنی فوج نواب وزیر کے علاقے مین رکہے - اور یہ بھی شرط ہوگئی کہ نواب اپنی فوجکو کم کرکے پیادون کی چار بٹالین اور ایک پلٹن نجیب اور سواتیون کی اور دو ہزار سوار اور تین سو گولا انداز رکہین - اور بموجب عہدنامہ مذکور کے یہ بھی قرار پایا کہ دریاے گنگا اور ملک طرفین کے دوسرے سرحدی دریاؤن مین جہاز رانی بلا مزاحمت ہوا کرے - اور کوئی کشتی محصول طلب کرنے کے لئے نہ روکی جاوے اور نہ اوس کشتی سے محصول طلب ہو جو فریقین معاہدے کے ملک مین کسی مقام پاس بہنے سے قیام کرے کہ وہ اپنا اسباب وہان نہ اوتارے لیکن مگر یہ اختیار دونون سرکارون کو رہا کہ اوس اسباب پر جو اون کے ملک مین آئے یا انکے ملک سے جاوے محصول جسکی مقدار مروج اور نرخ حال سے زیادہ نہوین - اور یہ بھی وعدہ ہوا کہ جو سکے نواب کے ملک مین فوج مقیم علاقہ بہر دشاد کے صرف کے لئے خریدی جاوے گی اوسکی نسبت دعوے سکنے جوشے کا سکہ نیاد کیا جاویگا - اور اوسوقت مین بھی جب فوج مذکور کمپنی کے اضلاع کو دیجاویگی ایک شخص نے شعر ذیل سے اس معاملے کی تاریخ نکالی ہے

خود بخود این دو ور دو رنگی گرفت ✤ ملک نواب فرنگی گرفت (۱۲۱۶)

گورنر جنرل نے ولایت کو یہ خبر بہیجی کہ ملک پر قبضہ بغیر کسی فتنہ و فساد کے آسانی سے ہوگیا اور اوس سے یہ فوائد حاصل ہوئے کہ نواب کی سپاہ کی قوت بالکل جاتی رہی لشکر سرکاری جو ملک بنگال مین رہتا ہے - اوس کا بہت سا خرچ نئے حاصل شدہ ملک کے ذمے ہوگیا - زر و عوض جو لشکر کے لئے لیا جاتا ہے اوس کے وصول ہونے مین آئندہ کچھ کھٹکا نہین رہا وہ ظلم و ستم اور جور و جفا اور زیادتی و سخت گیری جو رعایا پر ہوتی تھی - اور ملک مین سخت ابتری پہیل رہی تھی اوس سے نجات ہوئی - ملک کا وہ حصہ جو روے زمین پر اپنی زرخیزی مین جواب نہین رکہتا تھا اور وہ ایک ہندوستانی حکومت کے ظلم کے تو دون کے نیچے دبکر خاک مین ملا جاتا تھا پہر اوسکے بہلے دن آئے خزان کے دن گئے بہار کے دن آئے - سرکار انگریزی کی پناہ مین جو اس بدنامی کا دہبا تھا مٹ گیا کہ اوس نے اس بدنظمی اور تباہی حالت کے روکنے مین اپنی حیثیت اور جبروت کو نہین دکہایا اور حد اوسکا ترک نہین کیا -

لارڈ ولزلی اور نواب صاحب کی ملاقات

غرض جنوری ۱۸۰۲ء کو لارڈ ولزلی بنارس سے کانپور مین رونق افروز ہوے تو نواب سعادت علیخان بھی
بہ ارادہ استقبال کے لیے آئے اور ملاقات سے سعادت یاب ہوئے۔ گورنر جنرل نے اپنی شیرین کلامی
اور خاطر داری سے اونکے رنج و غم کو کم کیا اور دلکو خوش کیا لکھنؤ مین آئے اور نواب سے ملاقاتین
ہوئین اوس مین گورنر جنرل نے آپسے فرمایا کہ تمکو یہ کام کرنے ضرور ہین اول یہ کہ اڑتالیس لاکھ روپیہ
جو سپاہ بڑہانے کے خرچ کا باقی ہے وہ جلد ادا کرو۔ اور موافق عہدنامہ کے اپنی سپاہ کو گھٹا دو
ایک ضلع جو نیا ملک کا سرکار نے لیا ہے اوس سے بدلدو جس سے سرحد سرکار کمپنی کے اندر متصل
ہو جاتی ہے اور اپنے خولش دیکر نوکری جو سرکار کمپنی نے مقرر کی ہو وقت پر ادا کرتے رہو اور سپاہ
انگریزی جو متفرق مقامات پر ہے اون سب کو لکھنؤ کے قریب جوار مین ایک جگہہ جمع کردو۔
نواب سعادت علیخان نے سب کامونکو خواہ رضامندی یا مجبوری سے منظور کیا روپیہ دینے کے واسطے
مہلت چاہی۔ مگر سپاہ کے یکجا کرنے کے لئے لکھنؤ مین اونھون نے یہ کہا کہ اوسکی کچھ ضرورت نہین ہے
اوس سے کچھ فائدہ ہے۔ اب مطلب دلی گورنر جنرل کا یہ تھا کہ دونون سے نواب نے کہا کہ اپنے ملک کا
انتظام نہایت عمدہ کرو اسپر نواب نے کہا کہ مین بھی اس بات کو چاہتا ہون۔ مگر انتظام عمدہ تو جبھی ہو
سکے کہ پورا اختیار بھی ہو بغیر اختیار و اقتدار کے کچھ نہین ہو سکتا جب ہاتھ پیر باندھ دے تو آدمی
تو کوئی کیا کر سکتا ہے۔ رزیڈنٹ کی بہت کچھ شکایت کی اور کہا کہ مجھے بالکل اختیار نہین [illegible]
تو پھر دیکھیے کہ مین کیا ملک کا نظم و نسق کرتا ہون گا اونھون نے صاحب سے کہا [illegible]
تھا کہ کرنل سکاٹ موقوف ہو جاتے مگر گورنر جنرل نے ایسی درخواستکو نامنظور کیا تو اونھون نے
دق ہو کر یا کسی حکمت عملی کے لئے یہ درخواست کی کہ [illegible]
اور میرے بیٹے کو میرا جانشین کر دیجیے۔ اسپر گورنر جنرل نے کہا کہ [illegible]
مگر اوسکے اندر جو خرابیان بیان کی ہین [illegible] نواب نے جب یہ کہا کہ [illegible]
یہ درخواست منظور ہو گی تو گورنر جنرل نہایت افروختہ خاطر ہوگئے۔

[illegible] ماہ ربیع [illegible] ۔ نواب سعادت علیخان صاحب نے
گورنر جنرل کا بالشافہ اونکی تعریف کیا اور [illegible]
[illegible]

اور جاری رہین

۱۹- فروری ۱۸۶۰ء کو نواب نے ایک کاغذ پر چند درخواستین لکھکر گورنر جنرل کے پاس منظوری کو بھیجا
انہون نے غور تامل کے بعد جوابات مناسب ہر ایک درخواست کے تحریر کر کے واپس کیا اسکے بعد
نواب نے ۲۲- فروری کو گورنر جنرل کے چند جوابات اور اپنی چند درخواستون کی ترمیم چاہی اور ۲۴-
فروری کی ملاقات مین ان صاحب سے زبانی گفتگو ہوئی- اس گفتگو کا یہ نتیجہ نکلا کہ بعض
درخواستین اصل کاغذ کی بالکل موقوف کی جاوین اور تیسری تحریر کے جواب گورنر جنرل بہ نواب کی
درخواستونکی مطابق اون مین ترمیم کرین اور اسی گفتگو مین نواب نے گورنر جنرل کی اجابت کے جواب مین جو
نواب نے اونکی دوسری درخواست کے جواب مین کہی گئی تھی کہ نواب کوئی شخص بطور وزیر کے اجرائے
کار معمولی کے لیے مقرر کرین بیان کیا کہ وہ اپنے دوسرے بیٹے مرزا احمد علیخان کو اوس کام پر مقرر کرنا
چاہتے ہین گورنر جنرل نے اس گفتگو مین یہ بھی مناسب تصور کیا کہ اون عقائد کو بیان کر دیا جاوے
جو دونون سرکارونکی دوستی و اتفاق کے قیام و ثبات کے ممد مقصود تھے- اور جو عہدنامہ ۱۰- نومبر کے
نتیجے کے طور پر تھے- اور اس نظر سے کہ آیندہ کسیطرحکا شک و شبہہ اس تحریر و تقریر کے نتیجے اور
مطالب مین نرہے گورنر جنرل نے اپنی اور نواب کی تمام بات چیت کا ماحصل تحریر کر کے اپنے دستخط
اور مہر اوسپر کی- اور اوسکی ایک نقل گورنر جنرل کی دستخطی و مہری نواب کو دیگئی-

درخواست کوئی شخص جیسا اب تک ہوتا ہے آیندہ کسی شخص کا محافظ و مددگار ہو تا کہ
ہماری بقایاے واجبی کے طریق وصول مین سدراہ ہو بلکہ بخلاف اسکے صاحب رزیڈنٹ سلطنت
تحصیل بقایاے مالگذاری مین مدد دین اگر صاحب رزیڈنٹ کی خواہش یہ ہو کہ وہ کسی مقدمے مین
منع کیا جاوین تو اونکو لازم ہے کہ مجھسے خلوت مین اوسکا ذکر کرین اور چونکہ میری نیت ہرگز نہین
کہ بے انصافی ہو اس لیے یا تو مین صاحب رزیڈنٹ کو اس عذر سے آگاہ کرونگا یا وہ مجھی
قایل کر دینگے- اگر وہ مجھے قایل کر دینگے تو مین اونکی فہمایش کے موجب اوس معاملے سے
کنارہ کرونگا- اور کسی پر ہماری راے کی نااتفاقی کا اظہار نہوگا-

جواب اس مین عہد نہین ہے اور اسکا لحاظ رہیگا- نواب صاحب رزیڈنٹ کے پاس
اطلاعاً سلطنت کی راستی کے دلایل اور اسناد خوشی سے بھیجا کرین-

درخواست باقاعدہ عدالت ہمارا بتمامہ سیری اپنی غرض بالکل متعلق ہوگی صرف نظر ین

محصول کی جاری کرتے اور دیوانی دعاوی کی دادرسی اور رعایا کی حفاظت جان و مال کے لئے مقرر ہونگی
پس یہ لازم ہے کہ ہر ایک شخص اونکی متابعت کرے اور اگر کوئی اونکے احکام کی خلاف ورزی کرے
یا اونکی حکومت منظور نہ کرے تو افسران کمپنی مدد کرکے اونکے حکم کی تعمیل کرائیں

جواب یہ عمل نہایت عقل و دانائی کا ہے اور بہت مناسب ہے۔

درخواست میں نواب بہو بیگم صاحبہ کو اپنا بزرگ جانتا ہوں اور میری نہایت خواہش یہ ہے
کہ اونکی توقیر اور مرتبہ اور اونکی آسائش زیادہ ہو۔ مجھے کچھ تعلق اونکی جاگیر کی آمدنی اور پیداوار سے
نہیں ہے۔ اور نہ کسی جاگیردار کے مگر مسئلہ و معاملہ کی دادرسی اور تصفیہ تنازعات کو جو عدالت کی حکومت
اور دیوانی و فوجداری کی سزادہی کی تجویز کرانا اور دادرسی کے متعلق دوسرے مقامات سرکار کمپنی کے
بموجب شہر فیض آباد اور تمام جاگیرات میں ہونی چاہئیں۔ کیونکہ یہ امور والی ملک سے متعلق
ہوا کرتے ہیں جس کا کام یہی ہوتا ہے کہ ظلم اور زیادتی نہونے دے۔ بیگم صاحبہ کے آدمیوں کو چاہئے
کہ ایسے معاملات میں مداخلت کریں کیونکہ ریاست میں شرکت ناممکن ہے خود بیگم صاحبہ کی نیکنامی اسی میں
ہے کہ وہ مجھے ایسے معاملات میں اتنا نہ بولنے دیا کریں تاکہ اونکی مرضی کے موجب میرے
اہلکاروں کی معرفت وقوع میں آیا کرے۔ ایک یہ حال رہا ہے کہ اکثر خونریزی اور فساد فیض آباد میں
اور نواب بہو بیگم صاحبہ کی جاگیر میں ہوا کرتا ہے۔ اور میری تحریر و تقریر پر کچھ خیال بیگم صاحبہ نے
کیا میرے برادر مرحوم کے عہد حکومت میں جاگیر کے تنازعات سلطنت سے متعلق تھے۔

جواب بیگم صاحبہ کی جاگیر میں انصاف نواب کے زیر حکم رہیگا۔ اور بیگم صاحبہ کے لوگ اسکے
مطیع رہینگے اور بعد انکار نواب کے احکام کی تعمیل بذریعہ قوت انگریزی ہوگی۔

درخواست میں چاہتا ہوں کہ گورنر جنرل بہادر از راہ مہربانی داراب علی خان کو طلب فرماویں
اور میری خواہش یہ ہے کہ جاگیر کے سوا جو سرکاری جائداد مثل زمین اور بازار و باغ جو بیگم
صاحبہ کے اہلکاروں نے بلا استحقاق اور بغیر موجودگی سند ضروری کے چار سال کے عرصے
میں جبکہ [illegible] حال سے میر [illegible] صاحب اور مولوی غلام قادر خان منشی اور دوسرے [illegible]
الماس علی خان اور داراب علی خان اور اونکے وکلا بخوبی واقف ہیں اور تصدیق اسکی کرسکتے ہیں
اور سابق نواب بیگم صاحبہ نے اس کا اقبال کیا تھا۔ اور اس حال [illegible] کا ہے [illegible]
[illegible] اور اونکے سوا [illegible] ایسی جائداد کی تفصیل [illegible]
اور اس جائداد کے لینے سے سرکار کو نہایت نقصان متصور ہے [illegible] اسی وقت [illegible]

متعلق ایک ذرہ بھی نقصان کا نہین ہو سکتا۔ یہ جائداد مجھے واپس ملے اور جو نفع اس جائداد کا اوسکو وصول ہوا ہے وہ بھی مجھے واپس دیا جاوے تاکہ میرے نقصان کا معاوضہ ہو۔ اور یہ میرا بیگم صاحبہ کے اقرار کے مطابق ہے۔

جواب تمام معاملات بابت نواب اور بہو بیگم کے درمیان مین اونپر لحاظ کامل ہوگا۔ اور اونکے درمیان مین معاملہ اسطرح سے طے کرایا جاویگا جو انصاف اور عدل کے مطابق ہو۔

درخواست میرے ملک کے مفروروں کو پناہ نہ دیجاوے۔ بلکہ مین جب طلب کرون مجھے دیدیے جاوین ورنہ ملک سے خارج کئے جاوین۔

جواب تمام مجرم جو ایک دوسرے کے دیے جاوینگے۔ سرکار مین کسی آدمی یا رعیت کی بنسبت کوئی جرم ثابت نہوگا اوسکو اختیار حاصل رہیگا کہ وہ ایک ملک سے دوسرے ملک مین بلا مزاحمت سفر کرے اور جہان چاہے آباد ہو۔

درخواست اگر اس سرکار کا کوئی متوسل علاقہ سپرد شدہ مین تاجری کی درخواست کرے تو اوس سے یہ تقرر ہو جاوے کہ اوسکو تاجری اس شرط سے مل سکتی ہے کہ وہ ثابت کرے کہ سلطنت اودہ کا باقیدار نہین رہا ہے۔

جواب تمام بقایا سے مال یا جو اسپر سلطنت کی باقی رہیگی اوسکے واسطے ایک میعاد مقرر کیجاوے اور تمام باقیدار قسمی اقرار لکھواے جاوین کہ میعاد مقررہ مین باقی ادا کرین۔

درخواست اگر ہمارے عامل جنکی زمین علاقہ سپرد شدہ مین رہے وہ سلطنت کے باقیدار ہین یا اونکے ذمے کے روپیہ کی قرقی ہو کر دیجاوے اور یا وہ عامل ہمارے سپرد کئے جاوین تاکہ زر باقی واجبی طور پر ہم وصول کرکے اونکو رہا کرین اور جب وہ اپنا حساب کتاب ہمسے طے کر لین بعد اوسکے مسٹر ریذیڈنٹ صاحب کو اختیار ہے اوسے اپنا معاملہ جسطرح چاہین کرین۔

جواب نائب کے کسی عامل کے ساتھ علاقہ سپرد شدہ مین معاملہ نہین ہوا۔

درخواست سلطنت کے اکثر باغات اور دوسری جائداد اوس علاقے مین واقع ہے جو صرف فوج کے لئے دیا گیا ہے۔ اور وہ جائداد مالگذاری سے جدا ہو۔ مثلا آب شاہ مین ایک جائداد میرے تصرف مین ہے۔ مین چاہتا ہون کہ لارڈ صاحب حکم اس مضمون کا صادر فرماوین کہ اسطرح کی جائداد واقع علاقہ مذکور ہمارے آدمیون کی سپرد کیجاوے اور ایک فہرست اسطرح کی جائداد اور باغات وغیرہ کی داخل کیجاویگی۔

جواب اس قسم کی کوئی جائداد جسکا ثبوت نواب صاحب اطمینان لارڈ صاحبکو دیگے وہ البتہ اونکے ملازمونکے سپرد کی جائیگی ۔

درخواست اپنے اضلاع ملو فوج کے مصارف کے لئے صرف لارڈ صاحب کی رضا جوئی کی نیت سے سپرد کئے ہین اور یہ امر ہمکو مناسب معلوم ہوا ۔ جب ولزلی صاحب آئے تو ہمکو لارڈ صاحب کی خوشنی خاطر اور لارڈ صاحب کے حکم کی تعمیل ضروری منظور ہوئی ۔ پس اس مضمون کے احکام جاری ہون کہ کوئی شخص مساجد اور مقابر اور امام باڑہ وغیرہ سے جو علاقہ سپرد شدہ مین واقع ہین معترض اور مزاحم ہو اور کوئی اونکو خراب و مسمار نکرسکے ۔

جواب احکام اس کے مطابق صادر ہونگے ۔

درخواست ایک وعدہ ہوا تھا کہ جو روپیہ الہ آباد کے گھاٹ پر آئیگا وہ سلطنت اودہ کو دیا جائیگا ۔ چار برس کا عرصہ گذرتا ہے اور ہم چند متواتر تحریرات اس بارے مین صاحب رزیڈنٹ کو بھیجی گئین ۔ مگر آج کی تاریخ تک کچھہ نہین دیا گیا ۔ اس سے ہمارا بڑا نقصان ہوتا ہے ۔ احکام اوسکے ہون کہ حسب وعدہ روپیہ دیا جائے

جواب اس حساب کے طے کرنے کو حکم صادر ہوگا ۔

درخواست نواب وزیر چاہتے ہین کہ اونکا بیٹا مرزا احمد علی خان انتظام ریاست کے لئے وزیر مقرر کیا جائے

جواب گورنر جنرل بہادر اس رائے سے موافقت کرکے مرزا احمد علی خان کی تقرری کو منظور

درخواست عنایات گورنر جنرل بہادر سے مجھے امید ہے کہ وہ میرے روبرو میرے بیٹا کو رہ بالا صاحب رزیڈنٹ کو سمجھا دینگے اور حکم دینگے کہ اس کے مطابق کام کیا کرینگے ۔ اور لارڈ صاحب رزیڈنٹ کو یہ بھی حکم دینگے کہ لارڈ صاحب کی روانگی کے بعد میری روانگی کی نسبت کچھہ پس و پیش نکرینگے بلکہ سامان سفر کی تیاری مین امداد کرینگے ۔

جواب نواب کی درخواست کے مطابق ہم ضروری کو مراتب بالا کے احکام اور ہدایت نواب صاحب کے روبرو رزیڈنٹ کو دینگے ۔

ازجانب نواب گورنر جنرل

اب نواب گورنر جنرل بہادر ان مراتب کو بیان کرتے ہین جسکے مطابق دونون سرکارونکی

اس کے بعد رسم اتفاق اور مراسلت زیب جرا پائے گا - عہدنامہ ۱۰- نومبر سنہ ۱۸۰۱ء کی رو سے قرار پایا ہے
کہ نواب کی حکومت کلیۃً باقیماندہ علاقے میں مقرر ہوتی ہے - اور اون سے اپنے اہلکار اور
ملازم کار روا رہیں گے - اور گورنمنٹ انگریزی وعدہ کرتی ہے کہ وہ نواب کی حکومت اون کے باقی
ماندہ علاقے میں قایم کرائے گی - اور اونکے اہلکاروں کی معرفت ملک کا انتظام کرائے گی - اور گورنر
جنرل بہادر اس سے ہرگز انحراف نہ کرینگے - نواب نے وعدہ کیا ہے کہ وہ اپنے باقیماندہ ملک میں
ایسا انتظام کرینگے جس سے رعایا کو بہبودی ہوگی اور باشندوں کی جان و مال کی حفاظت ظہور میں
آئے گی اور یہ انتظام نواب کے اہلکاروں اور ملازموں کی معرفت ہوگا - نواب نے یہ بھی وعدہ کیا
ہے کہ وہ ہمیشہ افسران کمپنی کی صلاح اور نصیحت کے مطابق کارروائی کرینگے - اس لئے باقیماندہ
علاقے میں عمدہ انتظام قایم کرنے میں اور علاقہ مذکور کے تمام امور انتظامی میں اور عام کارروائی
میں نواب حسب صلاح گورنمنٹ انگریزی کے اور مطابق اوسکی نصیحت کے کام کرینگے - یہ صلاح اور نصایح
ہمیشہ نواب کو دوستانہ اور اعتبار و لحاظ باہمی کے طریق پر دیجائینگی - جب کسی بڑے کام میں خاص
گورنر جنرل بہادر کی صلاح درکار ہوگی - اور ضرورت وقت ایسی ہوگی کہ اون کی تحریر پر نواب
کو عملدرآمد کرنی ہوگی تو گورنر جنرل صلاح جو گورنمنٹ انگریزی کی اوس بارے میں ہوگی براہ راست
بذریعہ تحریر یا بذات خود دینگے - رزیڈنٹ مقیم لکھنؤ گورنمنٹ انگریزی کے وکیل کے طور پر ہے
اور تمام معاملات کی تحریرات میں باہمی واسطہ ہے - اس لئے رزیڈنٹ عام طرز کارروائی
میں نواب کو صلاح جو گورنمنٹ انگریزی کی ہوگی گورنر جنرل کے نام سے دیا کرے گا - اور جس
معاملے میں رزیڈنٹ صلاح دیگا وہ بطور صلاح گورنر جنرل بہادر کے متصور ہوگی - یہ صلاح رزیڈنٹ
تمام معاملات معمولی میں حسب احکام عام یا خاص گورنر جنرل بہادر کے دیا کرے گا - رزیڈنٹ
کو چاہئے کہ نواب کو صلاح یکدلی و یکجہتی سے دے اور اوس کام میں نواب کے ساتھ اتفاق
کی کوشش کرے اور نواب کے ساتھ اتفاق کرکے اونکے اہلکاروں کی معرفت اون تدابیر کا اجرا
کرے جو گورنمنٹ انگریزی کی صلاح سے قرار پائی ہوں - جن معاملات میں انگریزی فوج کی اعانت
و امداد کی ضرورت ہوگی اونمیں حسب ضرورت وقت اعانت اور امداد کی جائیگی - رزیڈنٹ کو چاہئے
کہ نواب کی نسبت تمام امور میں غایت درجے کی تعظیم اور اتفاق کے ساتھ پیش آئے اور تمام
امور میں اونکے ساتھ دلی اتفاق اور دوستی رکھے - اونکی حکومت کو قیام اور استحکام دے -
رزیڈنٹ کو چاہئے کہ باقیماندہ علاقے کے کسی کام میں اول بغیر مشورہ کرنے نواب سے یا اونکے

اہلکاروں سے ہرگز دست اندازی نہو اور رزیڈنٹ کو چاہیے کہ مشورے میں نہایت رازداری کیا کرے اور جب تک کوئی امر مشورے میں قرار نپاوے اوسکے افشا ہونے میں جہد بلیغ رکھو ان عقاید کے بموجب گورنر جنرل بہادر کو امید ہی کہ نواب رزیڈنٹ کے مشورہ اور صلاح سے کام کرینگے اور چونکہ گورنمنٹ انگریزی اور نواب کے درمیان کوئی وجہ طلب بات باقی نہیں ہی اسلیئے گورنر جنرل بہادر کو یقینی امید ہے کہ آیندہ کچھ دقت اجراے امور میں واقع نہوگی۔

نواب اودہ کے معاملات میں محققین کی رائین

افزایش سپاہ کی نسبت تو ہم محققین کی مخالف اور موافق رائیں پہلے لکھ چکے ہیں اب اس امر کی نسبت لکھتے ہیں کہ گورنر جنرل نے جو نواب سے یہ دو درخواستیں کیں کہ یا کل اپنا ملک دیدیں یا ایک حصہ ملک کا دیدیں یا وہ عدالت کے موافق ان درخواستوں کے مجاز تھے یا نہیں۔ اور پھر جو اونہوں نے ملک کا ایک حصہ لے لیا وہ بھی مقتضاے انصاف تھا یا نہیں۔ ظاہر ہے کہ ایک شخص دوسرے شخص سے یا ایک گروہ دوسرے گروہ سے یا ایک سرکار دوسری سرکار سے یہ کہے کہ تم ہمکو اپنی فلان چیز ان شرائط پر دیدو تو یہ درخواست نہ اخلاق کے خلاف ہی نہ انصاف کے ہاں اگر جانب ثانی انکار کرے اور زبردستی وہ چیز لے لی جاوے تو البتہ بعض صورتوں میں وہ بڑا گناہ ہوتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ برٹش گورنمنٹ کا دونوں درخواستوں کا کرنا نواب سے نہ اخلاق کے خلاف تھا نہ عدالت کے خلاف اب جو اونہوں نے ملک لے لیا اوسکی نسبت بحث کرنی چاہیے کہ وہ انصاف تھا یا یونہی ناحق زبردستی دھینگا دھینگی تھا۔ اس میں کچھ شبہ نہیں کہ نواب کا تخت انگریزی سنگینوں کی نوک پر ٹھیرا ہوا تھا جس وقت وہ اوس سے اونہیں علیحدہ کر لیتی وہ خاک میں ملجاتا۔ انگریزی سہارا نہ لگا ہوا ہوتا تو نواب کا نام ونشان بھی باقی نرہا ہوتا انگریزوں نے دشمنوں سے بچانے کا کام اپنے ذمے لے لیا۔ اور ملک اودہ کو بھی اپنی عملداری کا ایک حصہ بنا لیا سپاہ کی نہایت حفاظت کرلی موقوف زرموعودہ جو کہ ہر سال بسال وقت پر ادا ہوا رہی اب اوس کے لیئے اطمینان کی حالت حاصل کرنا ضرور تہا سرکار کمپنی کی فوج کوئی بھاڑے کا ٹٹو ہوشیاری کا نہ تھا کہ جب تک نہ چاہے پہرا دے دیکہا گیا کہ جلد اس بات کے لیئے اقرار نامہ کے لیئے تہا بس اس خرچ کے واسطے شہرون کا مستقل ہونا ضرور تہا وہ صوبہ ملک کے اور مہینہ تک رہتا تھا اس لئے ملک کا اس کو ملکی بات تھا اودہ سے جو تعلق سرکار کو تھا اور امن وامان کا ہونا ضرور تھا۔ ایک یہ کہ عہدنامے کی شرط لکھا تھا جو دوسرے ملک میں امن وامان رہے

پس ملک میں امن و امان رکھنے کا فرض ایسا گورنمنٹ انگریزی کے ذمے تھا کہ اگر شرائط ٹوٹ بھی
جاتیں تو کچھ خیال نہ کیا جاتا۔ رعایا پر جو ظلم و ستم برپا ہو رہا تھا وہ آنکھوں کے سامنے تھا جس کا خود
نواب کو اقرار تھا۔ اور اسی خوف سے وہ تارک سلطنت ہونا چاہتے تھے۔ یہ اتفاق کی بات ہے
کہ اونکے سب بیٹوں کی ولادت متعہ سے ہوئی تھی کہ وراثت کا حق وہی باقی تھا جو باپ اونکو دیدے
یہ قاعدہ بھی حق میں ظلم تھا کہ اونکو مسند نہ دیا جاتا کہ وہ آسائش اور آرام سے نہ رہ سکیں مگر باپ کے کہنے
سے کسی کو سلطنت کا دیدینا اون وجوہ سے خالی تھا اگر یہ کہا جاتا تو بیچاری غریب رعایا کی جانی برباد اور تنگ
دل ہو جاتی پہلے سے بدتر حالت ہو جاتی گو اس وقت بہت سے امیروں اور تعلقہ داروں کے پوبارے ہوتے مگر
بیچاری رعایا کے تو طالع خفتہ تھے۔ بیچ میں سینکڑوں جھگڑے چھوٹ جاتے۔ غرض گورنر جنرل کو خواہ عہدنامے
کے موافق دیکھو خواہ آئین ملکداری کے لحاظ سے دیکھو ملک لے لینے کا استحقاق حاصل تھا اسوقت کہ
ملک اودھ سرکار کمپنی کی عملداری کا ایک حصہ تھا اوس کے انتظام کے واسطے جو مناسب ہوتا وہ
گورنر جنرل پر واجب اور فرض تھا اور اب سرکار کمپنی کا محکوم تھا۔ پس محکوم جو کسی پر ظلم کرے اور حاکم اوسکو
نہ روکے تو وہ بھی ظالم کہا جاتا تھا۔ پس اگر سرکار کمپنی اس ظلم و ستم کا انسداد یوں نہ کرتی تو خود ظالم بنتی
کہ ایک ملک کا حصہ خود لیکر اوسکی رعایا کو ظالموں کے ہاتھ سے بچا لیا اور باقی ملک کے عمدہ انتظام
کے لئے نواب سے اقرار لکھا کرایا۔ غرض جو کچھ کیا عین عدالت اور انصاف کا مقتضی تھا۔ اب جو اوسکے
خلاف رائے رکھتے ہیں وہ اس پر اعتراضوں کی بوچھار کرتے ہیں کہ نواب کی سپاہ کو اول بالکل برباد کر دینا
سرکار کمپنی کی ریاکاری کا کام تھا جس سے حقیقت میں نواب سعادت علیخان اپنی سلطنت سے محروم
ہو گئے کیونکہ سپاہ چیز ہے اونکی سلطنت کی ایسی ہی نظر آتی ہے جیسی آئین سلطنت کا زور سپاہ سے ہوتا ہے
جب وہ نہ رہا تو کیا رہا۔ مرنے کے بعد مرے کو نزع کے لباس ہیں دکھایا۔ اب بڑی گفتگو اس میں آن پڑتی ہے کہ
بعض محققین اس کو بدیہیات سے مانتے ہیں کہ سرکار کمپنی کی عملداری میں جو ملک آگیا وہ نہال ہو گیا
اور وہاں کے باشندے عادات [illegible] معاملات میں معرفت سے کامیاب ہو گئے ایسے ہی اونکے مخالفین
کہتے ہیں کہ نہایت عمدہ شہادتوں اور نشانوں اور تجربوں سے ثابت ہوا ہے کہ ملک کے انتظام اور
حفاظت میں جو روپیہ گورنمنٹ انگریزی کا خرچ ہوتا تھا مشکل سے وہ ملک کی آمدنی سے حاصل ہوتا تھا
پس جو حفاظت اور انتظام کم قیمت میں رعایا کو حاصل ہو سکتا تھا اوسکو زیادہ قیمت لیکر اوسکے حقوق
ظلم و ستم کرنا اور لوٹنا تھا۔ پس سرکار کمپنی کا اپنے فراست اور حکمت کو یوں کام میں لانا چاہئے
تھا کہ سعادت علیخان کے ہاتھ سے عمدہ انتظام کرایا ہوتا۔ ملک اودھ کی بدنظمیوں کے بیان کرنے میں

گورنر جنرل نے منع نویسی و مبالغہ سے خرچ کی ہی۔ مرض کی تو خوب تشریح و تشخیص کی مگر نسخہ جو اوس کے لیے
لکہا ہی وہ ہیضے کے واسطے اسہول مستسقی کے واسطے فصد اور مجنون کے واسطے شیر شتر ہی تہا۔ پہلی برائی بیان
کی کہ نواب کی سپاہ اوباش عیاش آرام طلب ہی وہ غریب رعایا کو ستاتی جاتی ہی اسکا علاج تو یہ کردیا گیا کہ اوس
سپاہ ہی کو باقی نہیں رکہا سب کو ناحق موقوف کرادیا۔ یہ علاج مرض کے موافق ہوا آنکہ ہی پہوٹی نا سور گیا۔
دوسری برائی یہ بیان کی کہ تمام ملک میں کہیں محکمہ عدالت نہیں جس سے رعایا کی جان مال کی حفاظت ہو مجرم سزا پاکے
جرموں کا انسداد ہو رعایا اپنے حقدار یا کا نقصان و ہتک کرتے ہیں خراج ستانی کے دستور ظلم و ستم سے بہرے
ہوئے تھے جو بڑا نذرانہ دیتا اور زیادہ روپیہ دینے کا وعدہ کرتا اوسی کو زمین دیجاتی۔ پہر عاملوں کے ظلم پیشہ زمین
اور زمیندارونکے ظلم غریب رعایا پر جو ہوتے تھے اوس کے بیان کرنے سے کلیجہ منہ کو آتا ہے جو تحریری معاہدے
بہی آپس میں ہوتے تھے اونکا پاس و لحاظ کچہہ نہیں ہوتا۔ غرض جو طریقہ زر مالگذاری کے جمع کرنے کا تہا
وہ برا ہی تھا۔ اب ان دونوں برائیوں کو دور کرنے کے واسطے گورنر جنرل نے ہر ضلع میں کلکٹر اور مجسٹریٹ
اور اپیل کے محکمے اور پولیس وغیرہ مقرر کئے۔ اور سچ یہ ہے کہ جو کچہہ گورنر جنرل نے اودہ کے حق میں کیا وہ ہی عدل
اور انصاف کے موافق تہا۔ مگر جس طرح سے کیا وہ نامناسب تہا۔ اوسکو لازم تہا جیسا کہ حاکم محکوم کو یا زبردست
زیردست کو حکم بہیجتا ہے کہ یہ کام کرو اوسیطرح اودہ کے معاملے میں نواب سعادت علیخان کو ایک مختصر سا
حکم لکہہ بہیجا ہوتا کہ یہ کام یون کرو۔ جسقدر نواب سے سخن کلامی کیگئی وہ اونکو زہر ہلاہل معلوم ہوتی اگر پہلے
ہی سے تلخ دوا بے تلخی کی اونکو پلا دیجاتی تو وہ اونکو ایسی ناگوار نہوتی جیسے پہلے جتنی شکر کہلائی اوتنی ہی تلخ دوا پلائی
بڑی جب کہ اب بعد تحریرات کے بغیر نواب کی مرضی کے ملک لیا گیا۔ ویسا ہی اول لے لیا ہوتا۔

سرفراز الدولہ حسن رضا خان کا انجام کار

سرفراز الدولہ سلطنت اودہ کے قدیمی افسر خزانہ تھے۔ نواب شجاع الدولہ کے عہد سے وہ اس کام پر مامور تھے
نواب آصف الدولہ کے عہد میں بیس برس سے زیادہ عرصے تک انہوں نے نیابت کا کام کیا۔ علمی لیاقت
سے محروم تھے۔ مگر عقل کے پتلے تھے اردو میں رسا تھا اور فارسی بخوبی کہتے تھے اور جب تک دربار میں نہیں آتے
تھے اور کسی کو مجرے کی نوبت نہیں پہونچتی تھی گو آخر میں نواب کا دل اونکی طرف سے کبیدہ ہو گیا تہا۔ نواب سعادت
علیخان نے مسند ریاست پر بیٹھتے ہی گورنر جنرل کے ایما سے عہدہ نیابت سے علاقہ حسن رضا خان کو ہٹا کر اونکو معزول کیا
کیونکہ یہ سرکار کمپنی کی تدبیرات کے موید تھے اور سلطنت اودہ کو جس سانچے میں ڈہالنے کے لیے
تجویزیں ہو رہی تہین اوسکا یہ بہی ایک زبردست آلہ تھے۔ نواب سعادت علیخان جملہ معاملات ملکی و رفاہگی میں

بذات خود متوجہ تھے کاغذات کے ملاحظہ اور اجراے احکام کے وقت انگریزوں کی طرح کرسی پر بیٹھکر
کام کرتے تھے مسند سے بہت کم رغبت تھی البتہ خلوت میں مسند پر بیٹھتے تھے۔ نواب موصوف سرفرازالدولہ
سے جس ملکی کاغذ کا سوال کرتے سرفرازالدولہ جواب میں عاجز ہوتے تھے اس نظر سے نواب اکثر اوقات
مسٹر جان لمسڈن رزیڈنٹ لکھنؤ سے اونکی عدم واقفیت و ناخواندگی اور بدمزاجی کی شکایت کرتے سرفرازالدولہ
نواب آصف الدولہ کی مہربانیوں کے عادی تھے اور لحیم شحیم آدمی تھے۔ نواب کے کاغذات کے ملاحظہ کے
وقت اور معاملات ملکی کی روبکاری میں کھڑا رہنا اونپر نہایت دشوار تھا اور کاغذات کی جوابدہی بار بار پس
کے وقت اونپر بیحد گران تھی۔ اسوجہ سے نواب وزیر اون سے خوش نتھے اور مرزا کا انگریزی متوسل
شمار رہتا اسلیے یکلخت موقوف بھی نہیں کرسکتے تھے۔ سرفرازالدولہ بھی نواب کے ساتھ نہایت خوشامد
سے پیش آتے تھے اور نواب کی بادہ کشی کے وقت جسکے نواب بہت شوقین تھے شراب اپنے ہاتھ سے
مرزا کو حاضر کرنے میں دریغ نہ تھا اور اپنے مصارف کو بھی گھٹا دیا تھا تاکہ نواب کی نظروں میں نہ کھٹکیں مگر نواب
کو حسن رضا خان کا تنگ کرنا منظور تھا ظاہرداری دلداری کی راہ سے سفر وحضر میں حاضر رہنے اور سواری
اور ہواخوری کی اجازت دی تھی نواب نے اپنی سواری کے ہاتھی کا ہودہ نہایت مختصر اور تنگ طیار کرایا تھا سرفرازالدولہ
کو ہواخوری میں بیٹھنا شکنجہ عذاب کے صدمے سے کم نہ تھا۔ آخرکار دربار کی محنت اور حاضرباشی دربار سے
نہایت تنگ آگئے جو وقت انکے خواب و آرام کا تھا وہ نواب کے ملاحظہ کاغذات کا وقت قرار پایا۔ مرزا
کے خواب و خور اول بار میں خلاف عادت فرق پڑا مبتلاے عارضہ ہوکر سلہ ۱۲ ہجری میں
دنیا سے گذر گئے۔ مرزا نواب سعادت علی خان کے عہد میں تین چار لاکھ روپئے کے
قرضدار ہوگئے تھے۔ کیونکہ اسوقت میں بالائی آمدنی قریب مسدود ہوگئی تھی۔ مواجب کے سوا
اور کوئی شکل آمدنی کی نتھی۔ کثرت مصارف اور قلت آمدنی نے قرضدار کردیا تھا۔ جب نواب
کو اخبار کے ذریعے سے مرزا کے مقروض ہونے کا حال معلوم ہوا حکم دیا کہ مستغیث عدالت میں
استغاثہ کریں اور وارثون سے لیں۔ ادہر تو یہ حکم ہوا اور اودہر اسباب سرکاری ظاہری مثلاً
نوبت نقارہ اور ہاتھی گھوڑے وغیرہ جو بیس سرکاری تھا سرکار میں طلب کرلیا گیا۔ باقی اسباب
توشہ خانہ اور اصطبل وغیرہ جو مرزا کا خاص ذاتی تھا اوسکی نسبت حکم ہوا کہ نیلام ہوکر زر نیلام
قرضخواہوں کو دلایا جاوے۔ اور نیلام کی یہ صورت تھی کہ سو روپئے کا مال تیس چالیس
روپئے کی بولی پر چھوٹتا تھا۔ اور نواب نے اپنے بیٹے مرزا کاظم سلطان کی شادی سرفرازالدولہ
کی بیٹی کے ساتھ قرار دی۔ عمدہ عمدہ اسباب اقربا سے سرفرازالدولہ نے متروکہ سرفرازالدولہ

سے جہات کردولہن کے جہیز کے واسطے مقرر کیا اور باقی مہاجنات شہر کے قرض میں گیا۔ سرفرازالدولہ کے ایک بیٹا محمد رضا خان نامی تہا عہدہ جرنیلی اس سے نامزد تہا۔ یہ شخص آوارہ مزاج تہا مرض صرع اور خلل دماغ میں آخر عمر تک مبتلا رہا۔ نواب نے عہدہ جرنیلی اس لڑکے سے نکال لیا۔

متفرق واقعات

(۱) نواب سعادت علیخان نے اپنے بڑے بیٹے رفعت الدولہ غازی الدین حیدر کو اپنا ولیعہد کیا اور اس منصب کی جملہ انتظام اونکے سپرد کیا اور دوسرے بیٹے نصیر الدولہ کے نام نیابت قرار پائی اور شمس الدولہ تیسرے بیٹے کے نام جرنیلی مقرر ہوئی۔ مگر کاغذات نگہداشت خود ملاحظہ فرماتے تھے۔ یا کبھی جرنل صاحب کو یا نواب نصیر الدولہ کو حکم دیتے تھے مرزا حسن رضا خان سرفراز الدولہ کی تنخواہ ان تینوں صاحبزادوں پر تقسیم کردی۔ غازی الدین حیدر کو مرشد زادے کو خطاب دیا۔ اور حکم ہوا کہ سب علاوہ اوس کے تحریر و تقریر میں اونکو اس خطاب سے یاد کریں۔

(۲) مرشد زادے نے عالم شگفتگی میں اپنی رغبت سے شیر خان نجومی کی بیٹی کے ساتھ سنہ ۱۲۱۳ ہجری میں بنارس کے اندر نواب کی اجازت سے نکاح کر لیا تہا۔ اور نصیر الدولہ کا بیاہ نواب نے اپنے عہد حکومت میں امام الدین خان نبیرہ قمر الدین خان وزیر اعظم محمد شاہ کی بیٹی سے کیا۔ اور شمس الدولہ کی شادی مرزا جان سپہ سالار جنگ کی بیٹی کے ساتھ کی۔ اور چوتھے بیٹے صادق علیخان کو مدار الدولہ کی بیٹی کے ساتھ منسوب کیا۔ اور پانچویں بیٹے کاظم علیخان کا بیاہ سرفراز الدولہ کی بھتیجی کے ساتھ کیا تھا۔

(۳) ۱۲ جنوری سنہ ۱۸۰۱ء مطابق ۲۸ ذالحجہ سنہ ۱۲۱۵ ہجری کو نواب سعادت علیخان اور انگریزوں میں ایک عہدنامہ اس سبب سے منعقد ہوا کہ جو اکثر تکرار سرحد کے باب میں طغیانی یا فرو ہونے دریا کے باعث سے واقع ہوتی تھی وہ رفع ہو۔ اس عہدنامہ میں صرف تکرار کا فیصلہ دونوں سرکاروں کے درمیان میں تھا۔ اور کچھ مضمون حقوق زمینداری کی بابت نہ تھا۔

بہو بیگم کا حال

سنہ ۱۷۹۹ء میں نواب سعادت علی خان اور سکوٹ صاحب رزیڈنٹ میں انگریزی فوج کے اخراجات کے واسطے سرکار کمپنی کو ملک تفویض کر دینے کی گفتگو ہو رہی تھی۔ تو نواب نے یہ کہا تھا کہ

مین نواب آصف الدولہ کا جانشین ہون جو اونکو اختیارات حاصل تھے وہ مجھے بھی ہونے چاہیین
ریزیڈنٹ نے اس معاملے کے یہ معنی بیان کیے کہ اونکا ارادہ ہے کہ بہو بیگم کی دولت اور جاگیر پر ہاتھ
مارین یہ بیگم وارن ہسٹنگز کی ماری اور جلائی ہوئی ابتک زندہ تھی - اس بیگم کی بدولت ہزارون
شریف اور امیرزادے آدمی حرمت اور امارت کے ساتھ زندگی بسر کرتے تھے - فیض آباد مین
سہجا تھی - اس کی جاگیر نہایت سیر حاصل تھی - خزانہ معمور رہتا - نواب سعادت علیخان
اس جاگیر اور بیگم کے مال و دولت کی ہمیشہ تاک مین رہتے - جب کبھی بیگم کی طبیعت کسلمند ہوتی
تو سیر و شکار کے پردے مین فیض آباد کے قریب پہونچتے تھے کہ ایسا ہو کہ بیگم کا چراغ حیات
گل ہو جائے - خواجہ سرا اور کارندے خزانے اور توشکخانے وغیرہ پر باقاعدہ حفاظت کرین -
اسوجہ سے بیگم نواب سعادت علی خان سے صاف نہ تھی - اور جب اوس نے نواب کی حرص
کا دامن دراز دیکھا تو خوف کے مارے اس آئندہ کو پیش نظر کرکے گورنمنٹ انگلشیہ کی پناہ دہندہ
بنی اور گورنمنٹ انگریزی سے درخواست کی کہ وہ اوس کو اپنا وارث قرار دے گی اگر وہ نواب
سعادت علی خان کی اطاعت سے بری کی جائے - اور اوس کے رشتہ دار اور واسطہ دار بلا مزاحمت
اپنی اپنی جاگیرون پر قابض رہین سنہ ۱۸۱۳ء مین بیگم نے ایک وصیت نامہ درست کیا - اور اوس مین
گورنمنٹ انگریزی کو اپنے باقیماندہ علاقے کا وارث کیا یعنی اوس قدر علاقے کا جو بعد دینے
چند جاگیر اور نقدی کے اور بعد اخراجات مقبرہ وغیرہ کے بچا تھا - نواب سعادت علی خان نے
بنظر فراست عاقبت اندیشی سے کام لیا اس سے قبل کہ اوس وصیت نامہ کا معاملہ شہرت
پذیر ہو - اور جان بیلی صاحب ریزیڈنٹ اوس کے مضمون سے گورنر جنرل کو مطلع کرے
نواب نے ایک فتوے اسماء فرضی کے ساتھ تیار کرایا - جس کا مضمون یہ تھا علمائے
دین اور مفتیان شرع متین اس باب مین کیا فرماتے ہین کہ ایک شخص زید نام ناحق شناسی
کی وجہ سے وارث شرعی کے موجود ہوتے اپنا ترکہ عمرو کے حوالہ کرتا ہے - اور ورثائے
شرعی کو مطلق محروم رکھنا چاہتا ہے - یہ ہبہ شرع شریف کے موافق درست ہے یا نہین
علمائے لکھنؤ اور دوسرے بلاد نے فتوے دیا کہ وارث شرعی کا ترکہ زید سے محروم رہنا شرع
کے خلاف ہے - جب یہ فتوے تیار ہو چکا تو کلکتہ بھیجا اور اسکے پادریون سے کہ اصل مطلب
کا علم نہ تھا علمائے لکھنؤ کے فتوے کے موافق دستخط کرا دیتے - جب وہ کاغذ مکمل ہو چکا تو
جان بیلی صاحب کو بیحد ملال ہوا - اور تمام خوشی جاتی رہی - اور کونسل کلکتہ کے ممبر بھی

نواب سعادت علیخان کی دانشمندی سے جو نظر انتظام بالحفظ ظہور میں آئی تھی متعجب ہو کر دریائے حیرت میں ڈوب گئے - گورنر جنرل کی مرضی تھی کہ بہو بیگم کی درخواست کی منظوری ہو جاوے - مگر بنا پر اسکی ختم ہوئیں - اور مصلحتاً اس بات کو منظور نہیں کیا کہ سرکار کمپنی بہو بیگم کی دولت دجاگیر کی وارث ہو - آخر کو وصیت نامہ مذکور منسوخ ہوا -

شہزادہ جہانگیر کی لکھنؤ میں آمد

شاہزادہ جہانگیر اکبر شاہ ثانی بادشاہ دہلی بن شاہ عالم ثانی کے بڑے بیٹے تھے ۱۸۱۲ء میں انہوں نے پرسٹن صاحب رزیڈنٹ دہلی کے طپانچہ ماردیا اس سبب انگریزوں نے اون کو دہلی چھوڑنے پر مجبور کیا - ۱۷ صفر ۱۲۲۷ ہجری کو بڑے ساز و سامان کے ساتھ لکھنؤ کے ارادے سے دہلی سے روانہ ہو اور بعد قطع منازل رونق افزائے لکھنؤ ہوئے - نواب سعادت علیخان نے کوئی دقیقہ اونکی عظمت و پاسداری میں فروگذاشت نہیں کیا - استقبال کرکے خواص بن بہا کر شہزادے کو دھوم دھام سے شہر لکھنؤ میں ساتھ لائے اور خلعت شاہزادے نے دیا تھا پہنا - اور کمال دلجوئی کے ساتھ پیش آتے ناپسندیدہ حرکتیں شاہزادے میں موجود تھیں اور طبیعت مطلق العنان تھی فرط نشہ شراب میں گھوڑے پر سوار ہو کر لکھنؤ کے تنگ کوچوں میں پھرتے تھے - بازاری لوگ اور چلنے والے پامال سم توسن برق رفتار ہوتے تھے اور شہر کی طوائفیں باوجود مسلوک ہونے شہزادے پر مستغیث ہوتی تھیں کہ جس لڑکی کو چاہا بجبر داخل محل کیا اور جس طوائف کو چاہا اپنے نوکر کے ساتھ ہم آغوش کردیا اور اس وضع ناشائستہ کے ساتھ طرہ یہ تھا کہ درگاہ حضرت عباس میں اپنے جانے کے لئے ممانعت تبرا کی درخواست رکھتے تھے - یہ صورتیں مخل قیام لکھنؤ ہوئیں صاحب رزیڈنٹ اور کونسل کلکتہ کو ہرگز پسند آئیں آخرکار شہر لکھنؤ سے کانپور کو اور کانپور سے الہ آباد کی طرف روانہ کئے گئے -

بعض امرایان لکھنؤ کی پنشنوں اور جاگیروں کا تقرر محالات خالصہ کی آمدنی - اور بعض علاقوں کا بیان

علاوہ تفضل حسین خان کشمیری کے پاس ساٹھ ہزار روپے سال کی جاگیر تھی نواب سعادت علیخان نے اونکی سند بحال رکھی اور بیٹوں کے تصفیہ کی او ... ہزار روپیہ ہوا خاندان افتخار الدولہ

سکے نام سرکار انگریزی کے ایما سے مقرر کیا گیا اور امیر الدولہ حیدر بیگ خان کے دو بیٹوں کے لیے دو ہزار روپیے ماہوار قرار پائے اور آفرین علیخان خواجہ سرا جو نواب سعادت علیخان کی اطاعت میں سرگرم تھا اوسکو بہ بند معافات سیواٹہ سا محال جاگیرین دیا جسکی آمدنی ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ تھی اور تحسین علیخان خواجہ سرا کا دو ماہہ وظیفہ محل آصف الدولہ مین قرار پایا اور اوسکی طرف سے میان شیخ شمس عرف شہاب الدین مختار رہا۔ اور تحسین علیخان کی وفات کے بعد تقسیم وظیفہ کی مختاری اوسی سے متعلق ہوئی نواب مظفر جنگ والی فرخ آباد کا مرا پیشا رستم علیخان اپنے باپ کو زہر دینے کے جرم مین لکھنؤ مین جلا وطن کیا گیا تھا مسٹر جان بیلی رزیڈنٹ کی سفارش سے اوسکی تنخواہ بھی مقرر ہوئی اور مچھرٹہ جو ساٹھ ہزار روپیہ کی آمدنی کا علاقہ تھا نواب مدار الدولہ کے نامزد کیا گیا۔

نواب سعادت علیخان کے طریقہ انتظام سے علاقے کی آمدنی بہت بڑھ گئی جسکی تفصیل یہ ہے

نام چکلہ	مقدار محال	جمع سالانہ
گونڈہ	۱۵	۱۳۶۸۵۰۰ روپیہ
جیسواڑہ	۲۲	۳۲۰۵۰۰۰ "
بانگر	۹	۶۳۳۰۰۰ "
ٹکھم راٹھ	۴	۴۵۳۶۰۰ "
ٹکیت پور	۳	۳۲۵۰۰۰ "
خیرآباد	۳۳	۳۳۴۹۵۰۰ "
دلہوی وسترکھ وغیرہ	۹	۷۳۱۰۰۰ "
دریاباد وغیرہ	۹	۵۵۸۰۰۰ "
رام نگر	۳	۵۶۸۰۰۰ "
محمدی	۱۸	۷۹۵۵۰۰ "
سندیلہ رسول آباد و صفی پور	۱۱	۱۵۷۵۰۰۰ "
سلطانپور	۲۹	۳۱۲۹۰۰ "
گوشائین گنج	۴	۳۲۵۰۰۰ "
مانک پور بہار	۳	۳۱۲۹۰۰ "
حضور تحصیل	،	۳۴۶۸۰۰ "

نام چکلہ	تعداد محال	جمع سالانہ
علاقہ سعد رتھک واقع شاہجہان آباد		۱۲۰۰۰ روپیہ
علاقہ نہارس زرخرید نواب حامد علیخان		۱۳۰۰۰ رر
		میزان کل
		۱۴۷۰۴۹۰۰ روپیہ

سائر اور کوتوالی اور گنجیات اور چوہری بازار اور نخاس اور دارالضرب کی آمدنی جو تخمیناً تین لاکھ روپیہ سالانہ سے کم ہو گی جمع مال کے علاوہ تھی۔ متاجری احیا میں جو اس عہد سے پیشتر بیس تیس ہزار روپیہ سال سے زیادہ کا نہیں آتا تھا اب اسکی نوبت دو لاکھ روپیہ کی جمع تک پہونچی - اور اسیطرح جملہ گنجیات میں جمع نے ترقی پائی -

ایک بات بڑے غور سے سننا چاہئے کہ جس وقت نواب نے گورنمنٹ انگریزی کو ملک دیا اور سرکار انگریزی نے کاغذ طلب کیا تو الماس علیخان اور مہدی علیخان اور کاظم علیخان وغیرہ عاملوں نے آپس میں قرار دیا کہ اگر اپنے ایام متاجری کی جمع مشخصہ واقعی حضور میں گذرانتے ہیں تو نواب صاحب نہایت [illegible] جز رس ہیں ایسا نہ ہو کہ تنہا سید تو غیر ملک کی بابت سمجھتے ہیں اور رنج تو ضرور پائینگے اس نظر سے جمع کاغذ انگریزی کی جانب ایسا کیا اور اسکی تو غیر پوشیدہ تھی تشخیص سے بعد ان محالات میں جمع کی زیادتی اور افزونی ظہور میں آئی اور نواب کی سرکار میں اس کے برعکس کمی کی صورت سال بسال واقع ہوئی اور یہ امر نواب کی طبیعت کے اوپر شاق گذرا حکم دیا کہ ان لوگوں کو ملک متاجری میں نہ ملے جدید عامل مقرر ہوں -

مرزا مہدی علیخان نے باقی کے مطالبے میں قید ہو کر زندان حیات سے بواسطہ اجل رہائی پائی اور مرزا مہدی علیخان کا بھائی حسین علیخان بریلی کی چکلہ داری سے معزول ہو کر لکھنؤ میں آیا نواب نے یہ تصور کیا کہ یہ شخص شرا دولتمند اور قبیلے سے پاک ہے اسکو کسی علاقے کی متاجری دیکر [illegible] میں لیکر روپیہ کھینچنا چاہتے - مگر وہ نواب کے مافی الضمیر سے آگاہ ہو چکا تھا رضامند نہوا - مرزا جعفر کی بیٹی اسکے فرزند کے ساتھ منسوب تھی اور وہ جان بیلی کا متوسل تھا حسین علیخان نے اوسکی صحبت میں خانہ نشینی کے دن بسر کئے اور دار و گیر کے صدمے سے محفوظ رہا فضل علیخان اور مرزا فاقی وغیرہ اقربائے مرزا مہدی علیخان نے علاقہ داری قبول کی اور جو مستطیع ہوئے سو کاظم علیخان بسر میں زین العابدین خان چکلہ دار اعظم گڈھ نے نواب کی کم التفاتی کی اطلاع پائی تو لکھنؤ نہ آیا - اور حیدر آباد دکن کو چلا گیا -

الماس علی خان جسکی دولتمندی تمام اہل لکھنؤ سے بڑھی ہوئی تھی اوس نے سپاہ موقوف کرکے
عیش و عشرت مین کرورون کے ساتھ اپنی زندگی بسر کی - اس دولتمند کی عالی ہمتی مشہور زمانہ تھی یہ شخص
نواب آصف الدولہ کی ماں کے ساتھ جہیز مین آیا تھا - اور بہو بیگم کے ساتھ کے تمام خواجہ سراؤن مین
ممتاز تھا الماس علیخان بوقت مرض الموت مین مبتلا ہوا کرورہا روپیہ اسکے خزانہ مین تھا - کلکتہ
اور حیدرآباد - اور بمبئی اور راجپوتانہ وغیرہ مین اوسکی کوٹھیان جاری تھین - اور لاکھون روپیہ اوسکا
اور اسی لکھنؤ پر قرض تھا جسکی دستاویزین اوسکے پاس موجود تھین جب اس شخص کو یقین کامل ہوگیا کہ
پنجہ اجل کے ہاتھون سے اب رہائی غیر ممکن ہے تو ایکدن اپنے ہرن اگر دون کے کنارے بیٹھا اور چند صندوق
منگوا کر اون دستاویزون کے کاغذ حوض مین ڈالدئے اور میان رشت بچکانہ وغیرہ اپنے غلام کو بلا کر کہا
کہ اکثر ارباب شہر شریف اور شہزادون کے قرضدار ہین اور نواب کے مزاج کی کیفیت معلوم ہے اگر
دستاویزین اونکو دستیاب ہوئین تو وہ بیچارے عذاب سخت مین مبتلا ہو جائینگے - اس لئے مین نے سب کا
معاف کر دیا اب تمہارا کام ہے کہ کوئی شخص اپنے آپکو میرا قرضدار ظاہر نکرے - اور یہ باقی لوازمہ
ظاہری موجود ہے وہ بہرکیف نواب کے اختیار مین ہے اور صحت لوگونکی نواب سعادت علیخان کو الماس علیخان
کی یہ بات نہایت ناگوار گذری - جسوقت الماس علیخان نے قضا کی اوسکا چیلہ حیدر بخش اور رفقاء ایک
مدت تک گرفتار رہے - آخرکار حیدر بخش وغیرہ نے مرزا جعفر سے ملکر ریذیڈنٹ کی بدولت لکھنؤ سے
رہائی پائی - جہان آباد اور کڑے مین جو انگریزی علاقہ مین تھا جاکر سکونت پذیر ہوئے - اس کام
مین پچاس ہزار روپیہ صرف ہوا - درمیان والون نے مال مارا تاہم ان لوگون کے پاس املاک کے سوا
لاکھون روپیہ موجود تھا - اور الماس علیخان کی املاک اور جاگیر اور باغات اور عمارات اور امام باڑہ
اور مسجد اور خانقاہ وغیرہ اور جملہ کارخانجات امارت ظاہری نواب کی سرکار مین ضبط ہوئے -

نواب کی سپاہ

نواب آصف الدولہ کے آخر عہد تک باوجود بدنظمی اور کمی کے اسی پلٹنین پیادونکی اور بیس ہزار
سے زیادہ سوار ملازم تھے - اب نواب سعادت علیخان نے لارڈ ولزلی سے معاہدہ ہوجانے کے بعد
حکم دیا کہ کل چالیس پلٹنین اور تین ہزار سوار ملازم رہین - اور باقی موقوف ہون اسیطرح پہلے روز چند
دنا اپنی جزرسی کو کام فرمایا کہ سوارونکی فی روپیہ دو آنے لئے - اور پیادون کی فی روپیہ ایک آنہ
تنخواہ کم کرکے کفایت کی صورت نکالی اور بعدہ ثابت ہوا - ۴۳ ہزار پیادہ و سوار نواب سعادت علیخان

کے ملازم رہے گر انگریزونکی چھ پلٹنین بیرونی دشمنونکی محافظت کے لئے مامور ہوئین - اونکی چھاونی
تین جگہہ قرار پائی - ایک چھاونی مندیاون مین جو لکھنؤ سے دو کوس کے فاصلے پر شمال ومشرق
کی سمت واقع ہے ایک کرنیل اور کپتان یہان مقیم تہا اور سب میدان سردارون کے بنگلون
اور سپاہیون کی بارکون کے لئے اور قواعد سپاہ کے واسطے جداگانہ مہیا ہوکر کمان افسر کے
تفویض ہوا - اور دوسری چھاونی چھپیاپور ضلع مہری مین معین ہوئی - اور تیسری چھاونی سلطانپور
مقرر ہوئی اور ایک ایک متصدی پچاس ساٹھ روپیہ ماہوار کا تینون مقامون مین بطور وکیل کے
ریاست کی طرف سے مامور ہوا - کہ اہل چھاونی کو ضرورت کے وقت گاڑیان اور مزدور اور کہار وغیرہ
پہنچاتا رہے - اور رسد رسانی کرے اور ریاست کے عاملون اور انگریزی افسرون مین واسطہ رہے
نواب کی جملہ سپاہ کی تنخواہ ساٹھ لاکھ روپیہ سالانہ تخمینا قرار پائی - اور چار چار مہینے کے بعد تنخواہ
اونکی خزانے سے ملتی تھی - اور پلٹنون مین شرح یہ تھی سپاہی کے چار روپئے جمعدار کے پانچ روپئے
نائب تمندار کے دس روپئے تمندار کے پندرہ روپئے اور کپتان کے اسی روپئے ماہوار مقرر
اور سررشتہ دار پندرہ روپئے تہا اور وکیل دس روپئے کا مقرر تہا اور سوارون مین سپاہی کی تنخواہ
علی العموم بیس روپیہ ماہوار تھی - اور اونکے افسرونکی تنخواہ رتبے کے موافق ہوتی تھی جملہ سردارونمین
عبدالرحمن خان قندہاری ممتاز تہا -

قندہاریون کے حالات

یوسف خان قندہاری افغانستان سے حافظ رحمت خان والی بریلی کے پاس آیا تھا -
حافظ صاحب نے اُسے عہدہ رسالداری پر پہنچا دیا تھا - اور یہ نہ سمجہنا چاہیے کہ اوس وقت
کا رسالہ دار بھی سو آدمیون کا افسر ہوتا تھا جیسا کہ آجکل ہوتا ہے - اوس وقت کا رسالہ ہزار
پندرہ سو بلکہ دو ہزار سوارون کا مجموعہ ہوتا تھا - اور رسالہ دار کو اپنے رسالے کے آدمیونکی موقوفی
اور بحالی کے پورے پورے اختیارات حاصل ہوتے تھے وہ آجکل کے جنرل سے بہت زیادہ
اختیارات رکہتا تھا - نقارہ ونشان اوسکے ہمراہ ہوتا تھا - اور بڑی جاگیر اور ہزارون روپیہ کی
تنخواہ رکہتا تھا - عبدالرحمن خان اور محمد سعد اللہ خان اوس کے بیٹے تھے حافظ صاحب نے
ان دونون کے لئے علیحدہ علیحدہ رسالے مقرر کر دئے تھے - جب نواب ضابطہ خان ابن نواب
نجیب الدولہ کو مرہٹون کے ہاتھ سے ۱۱۸۵ ہجری مین شکست ہوئی اور مرہٹے روہیلکھنڈ مین پہنچے

تو اس زمانے میں یوسف خان قندھاری بھی بہت سے حافظ رحمت خان کی نوکری چھوڑ کر
شجاع الدولہ کے پاس چلا آیا۔ شیدی بشیر کی سپاہ میں شجاع الدولہ نے اسکو رسالدار کر دیا
اور اس خیال سے کہ یہ شخص حافظ صاحب کے متوسلوں میں سے ہے نواب شجاع الدولہ اسکی
بہت عزت کرتے تھے۔ یوسف خان کے بیٹے عبدالرحمن خان باپ کا قائم مقام ہوا۔ شجاع الدولہ
اسکی بھی بہت خاطر کرتے تھے۔ اور آصف الدولہ بھی نہایت مہربانی سے پیش آتے تھے
کہ پہلے صرف پانسو سواروں کا رسالہ عبدالرحمن خان کے متعلق ہوا تھا جب فوج انگریزی کے
ساتھ کمک کے لئے متعین ہو کر دکن گیا اور مرہٹوں کی لڑائی میں کار نمایاں کئے تو رسالے نے
ترقی پائی سولہ سترہ سو سواروں کا رسالدار تھا نواب سعادت علیخان نے اسکے سواروں کو
کم کر دیا لیکن عزت و توقیر میں کمی نہ کی۔ اور وزیر علیخان کی معزولی کے محضر پر اسکی مہر کرنے سے
نواب سعادت علیخان کے دل میں ملال آ گیا تھا مگر کچھ ملال ظہور نہ ہوا۔ آخر اسّی برس کی عمر میں [illegible]
اجل نے اسکا کام تمام کیا۔ اوس کے رسالے میں عمدہ اور عالی خاندان آدمی نوکر تھے عبدالرحمن
خان کے پاس سے اکثر جمعداروں اور دوسرے افسروں کو پانسو۔ چار سو تین سو دو سو روپیہ
ماہوار دیا جاتا تھا۔ عالی ہمتی میں بے نظیر تھا اوس کے چار بیٹے تھے۔ سب میں بڑا حبیب اللہ خان تھا
یہ شخص باپ کی طرح شجاع اور سخی تھا۔ جب بھائیوں میں نزاع کی صورت پیدا ہوئی۔ اور
حبیب اللہ خان نے نواب سعادت علیخان کی چشم عنایت پھری ہوئی دیکھی تو لکھنؤ سے چلا گیا
اور مرہٹوں کی نوکری کر لی۔ اور ان کے ساتھ لڑ کر بڑے عمدہ عمدہ کام کئے۔ حبیب اللہ خان کے
جانے کے بعد رسالہ عبدالرحمن خان کے دوسرے بیٹے عبدالہادی خان کے نام مقرر ہوا۔ حبیب اللہ خان
کا بیٹا خلیل اللہ خان پھر لکھنؤ میں آیا اور نوکری کر لی اور نصیر محمد خان اور حبیب الرحمن خان کے ساتھ
تھا۔ عبدالرحمن خان قندھاری کا نواسہ مصطفیٰ خان نصیر الدین حیدر نبیرہ نواب سعادت علیخان
کے عہد تک صاحب رتبہ تھا اور فریدوں بخت عرف مرزا شاہان کے ہنگامے میں مارا گیا۔

نواب سعادت علیخان کو گھوڑوں کا شوق

نواب کو گھوڑوں کا بڑا شوق تھا۔ ایرانی۔ ترکستانی۔ عربی۔ ہندی۔ انگریزی قسم قسم کے نہایت
عمدہ گھوڑے اپنے اصطبل میں جمع کئے تھے اور خانہ زاد بچے یہاں بہم پہنچائے تھے اور لاکھوں
روپیہ تیاری رمنہ میں صرف کیا جہاں نواب کے گھوڑے نہایت آرام سے چرتے تھے۔ اور

ولایت کی گہاس منگاکر اوس رمنے مین باغ اور گہوڑی کی زراعت کرائی - دریاے گومتی
اوس رمنے کے درمیان مین ہوکر بہتا تہا - اوس نے پہلے ہی بہت پیچ کہتے ہے اور گجراتی بیل
دکن سے منگائے تھے اور گہوڑون کی اتنی آسایش منظور تھی کہ زنانہ دنبہیرون کو گایون کا دودہ
پلایا جاتا تھا اور گہوڑون کو دانہ دودہ مین بہگو کر کہلایا جاتا تھا -

شہر کا انتظام - اور علم کا بندوبست

نواب نے مال تجارت اور غلہ اور کرایہ کے محصول کا ایسا انتظام کیا کہ غلہ کی جو پہلے قیمت
چوگنی ہو گئی اور تاجرون کو بھی خاطرخواہ نفع حاصل ہونے لگا کیونکہ ہر قسم کی جنس شہر لکہنؤ مین
آسانی کے ساتھ بکنے لگی نواب صاحب کو سعادت گنج کی آبادی کا بڑا خیال تہا - نواب جس وقت
مرزا نجف خان کے لشکر سے لکہنؤ مین آئے تھے تو اس زمین پر آکر مقیم ہوئے تھے اور جہے
قیام کی جگہہ کے پاس چند دوکانین اور ایک بازار بنایا تہا - اور اوس کا نام سعادت گنج رکہا تھا
اب اس وقت کہ صاحب ملک ہوئے سعادت گنج کا نام گنج مبارک رکہا - اور تجار کو اکثر مین
کو حکم تہا کہ وہین جاکر دوکانین کہولین - اور کوتوالی کا مکان بھی اسی محلہ سے تعمیر کرایا تھا -
کوتوال شہر کے دائرہ اختیار سے گنج مبارک کے مقدمات خارج تھے - اوس کی کوتوالی علیحدہ
مقرر تھی - سعادت گنج کی کوتوالی کا حکم دور دور محلات اور اطراف مین دریاے گومتی اور
دریاے گہاگرہ اور کوہستان شمالی کے دامن تک جاری تہا اور یہ حکم تہا کہ جو کوئی گنج مبارک مین
سکونت اختیار کرے اوس پر حاکم کچہریات - اور کوتوالی شہر کا حکم نافذ نہوگی اور قرضخواہ کو قدرت
نہ تھی کہ وہان جاکر معترض ہوتا تھا گرفتار کرتا - اور جو کوئی وہان جاکر پناہ لیتا تھا مقدمات اور سزا سے
محفوظ رہتا تھا اسوجہ سے اوس کی آبادی نے نہایت رونق پائی تھی - اور وہان بڑے بڑے اکثر شرفا
مسلمانون نے قیام کیا تھا - اس گنج کی حفاظت خاص نواب کی ذات سے متعلق تھی - حضرت عباس
کی درگاہ بھی سعادت گنج سے متعلق تھی - تمام ناکون پر نواب نے حکم بہیجا تھا کہ جو مسافر یا
شہر مین آتے اوس سے کسیطرح کی مزاحمت نہو - اور جو مسافر کہ شہر سے باہر جاتا
تو اوسکے مال و اسباب کا جائزہ لیا جاتے - غلہ بھی کی بندش یہ حکم تہا کہ مسافرت سے پہلے
جو منزل مقصود تک پہنچاوے کوئی شخص نہ لیجاتے - اور بدون پروانہ راہداری کے نکل سکے بغیر
مجال نہ تھی کہ پرندہ بھی ناکہ سے باہر نکل جاتے - نواب صاحب کو اس بات کا اہتمام تہا

سرحد شہر لکھنو کی آبادی طوائفوں کے باعث سے زیادہ ہو اسلیے حکم دیا کہ کوئی طوائف لکھنؤ سے نہ نکلنے پائے - اس وقت لکھنؤ مین باون گنج اور بہت سے بازار تھے - نواب سعادتعلیخان کے عہد سے پیشتر مشاجری جمع گنجہات کی دولاکھ سے زیادہ نہ تھی اسوقت مین چار پانچ لاکھ روپئے کی نوبت پہونچی پہلے گنجہات کا سررشتہ میر بہادر علی کوتوال شہر سے متعلق تھا - بعد اوس کے گنج بہاری لال پسر بینی بہادر کے تفویض ہوا - اس شخص نے خوب نام پیدا کیا - علاقہ پرمٹ وسایر دگنجہات مین لاکھون روپئے پیدا کئے گنج بہاری لال کی کوشش سے سایر اور چھاپہ اور پارچہ کی جمع بھی ایک لاکھ روپئے سے دولاکھ چالیس ہزار تک پہونچگئی - اور بڑی احتیاط کے ساتھ ہر ایک امر کی نگرانی رکھی جاتی تھی -

نرخ غلہ کا انتظام جو نواب سعادتعلیخان نے کیا وہ نہایت تعریف کے قابل ہے - رعیت کی پرورش کی نظر سے غلے کی کمی بیشی پر بھی ہمیشہ نظر رکھتے تھے سنہ ۱۱۴۴ فصلی مین کمی بارش کی وجہ سے غلے کا نرخ گران ہونے لگا - گنجون کے مہاجرون کو بلاکر پہلی مرتبہ تاکید فرمائی کہ اس ملک کا غلہ دوسرے ملک مین نہ جانے پائے - جب اس حکم پر بھی ارزانی کی صورت ظہور مین نہ آئی - تو یہ حکم جاری کیا کہ سوداگر جسقدر غلہ زمین کے اندر مدفون رکھتے ہون آج بجنسہ الیکن اون سے کچھ مواخذہ نہین - مگر کل اگر قلمرو سرکار کی زمین مین غلہ دفن رہا تو زمین کا رونا یہ محصول جسکی مالک سرکار ہے سرکار کو دینا پڑیگا - چونکہ یہ صورت غیر ممکن تھی تمام بقال اور تاجر جمع ہوئے اور جسقدر غلہ اونکے پاس زمین مین دفن تھا اوس کا حساب حاضر کیا - اوس کے دیکھنے سے معلوم ہوا کہ اس قلمرو مین ابھی اتنا غلہ موجود ہے کہ خدانخواستہ اگر تین برس برابر بارش نہو تو بھی کفایت کر سکتا ہے - نواب نے حکم دیا کہ تین برس تک غلہ معمولی نرخ پر یعنی گیہون روپئے کے تیس سیر فروخت ہون - اور لکھنؤ کا سیر ۲۰ روپئے بھر کا ہوتا تھا - نواب صاحب کے عہد مین لکھنؤ کی آبادی نے بڑی ترقی پائی - شہر کی آبادی تکیہ بودلی سے بی بی پور تک جن کے درمیان پانچ کوس سے فاصلہ کم نہتھا - اور عرض مین چار باغ سے علی گنج اور بانس منڈی یعنی دریائے گومتی کے اوس پار تک کہ اون مین تین کوس کی وسعت تھی پہنچ گئی تھی - اس طول عرض کے اندر سیکڑون محلے اور کٹرے آباد ہوگئے - نواب سعادتعلیخان کے عہد حکومت سے قبل یہان زیادہ تر جنگل اور نالے تھے دور تک زمین ہموار کا نشان نتھا - شہر مین اسباب امارت اس کثرت سے آگیا اور اس خوبی کے ساتھ دوکانین آراستہ ہوتین کہ جن چیزون کا آنکھ لینے دیکھنا مشکل تھا وہ ارزان قیمت پر ہاتھ آنے لگین -

سررشتہ اخبار کی عجیب و غریب کیفیت

نواب کو پرچہ اخبار کا بہت شوق تھا سرکاری تک بدستی اطلاع دینے کے لئے ضلعوں میں ہرکارہ
مقرر کئے تھے اور شہر میں بھی ہر ایک امیر و سردار اور اہل خدمات و محل کی ڈیوڑھی پر ہرکارے خبر
لکھنے کے لئے مقرر تھے - اور کوئی سررشتہ سرکاری ایسا نہ تھا جس میں ہرکارہ نہ ہو ہرکاروں کا خاص
یہ کام تھا کہ سود و زیان ریاست کے متعلق اور خاص خبریں بالتحقیق بہم پہنچا کر دارالاخبار کے
افسر اعلی کے پاس پہونچاتے تھے جو اون کو نواب تک پہنچا دیتا تھا - بلکہ نہایت اہم اور ضروری
خبریں بلا واسطہ نواب تک پہنچا کرتی تھیں محکمہ اخبار کے ہرکارے تمام ضروری مقامات پر متعین
رہتے تھے اور ہرکاروں کے فرائض میں یہ بات داخل تھی کہ روزانہ اخبار کی اطلاع نواب تک پہنچاتے
رہیں - مفصلات کے ہرکاروں کے پرچے بذریعہ ڈاک آیا کرتے تھے یہ سررشتہ مستاجری میں دیا جاتا تھا
جس کی آمدنی دو لاکھ روپیہ سالانہ تک پہنچ گئی تھی - مستاجر کو داروغہ اخبار کہتے تھے - لوگوں کو اس
بات کے سننے سے بڑا تعجب ہوگا کہ سررشتہ اخبار کے متعلق کوئی جاگیر تھی جس کی آمدنی سے نوکروں
کو تنخواہ دی جاتی اور سرکاری ٹھیکے کا روپیہ بھی ادا کیا جاتا اور مستاجر بھی مزے اوڑاتا - اس میں بڑا نفع
پردے میں منہ چھپائے ہوئے تھا جس کو میں آشکارا کرتا ہوں کہ جب امیروں اور سرداروں اور حاکموں
کے ہاں اخبار نویس متعین رہتے تھے وہ اپنی عزت و آبرو اور نقصان کے خوف سے ہزاروں روپے
اخبار نویس کی تواضع کیا کرتے تھے اور بالا بالا مستاجر اخبار کو بھی دیتے تھے - مستاجر اخبار اوسی اخبار نویس
کو اس مقام پر بھیجتا جو سب سے زیادہ نذرانہ دینے کا وعدہ کرتا تھا اور اوسی حاکم اور عامل اور شریف کی نظر
منظور رہتی اور ہر وقت یہ کھٹکا رہتا جو حملہ اخبار کو غالب دیتا رہتا تھا - مثلاً اخبار نویس یا داروغہ
اخبار نے کسی کو یہ دھمکی دی کہ میں نواب تک یہ خبر پہنچا دونگا کہ آپکی بہو بیٹی یا بہو [illegible] ہیں - یا
آپکے ہاں بدمعاشوں کا مجمع ہوتا ہے - یا نواب کے حق میں یہ مخالفانہ الفاظ کہے تھے - یا [illegible]
رشوت خوار ہیں - یا یہ جبر و ظلم کرتا ہے - خواہ یہ الزام غلط ہی ہو مگر وہ آپکی [illegible] کر کے اپنا [illegible] ہوتا
تھا - جو چاہتا تھا وہی لکھتا تھا - ہر آدمی خیال کر سکتا ہے کہ [illegible]
[illegible] گرا ہوگا - اگر [illegible] نواب نے خبر نویس ہرکارہ [illegible]
اخبار نویس [illegible] رہتے - مگر اس [illegible] سب [illegible] تھے [illegible]
بھی ہوا [illegible] سے [illegible] - میرے ماموں حکیم محمد اعظم خان صاحب مولف اکسیر اعظم

بیان کرتے تھے کہ جب ہم سکندر بیگم والیہ بھوپال سے رخصت لیکر لکھنؤ کو گئے تو اس زمانے میں
واجد علیشاہ والی اودھ علیل تھے حکیم صاحب کرنل سلیمن صاحب رزیڈنٹ سے ملنے گئے تو اسے ملاقات
ملاقات بھی اونہوں نے سلطنت لکھنؤ کی شکایتوں کے ضمن میں یہ بھی بیان کیا کہ سررشتہ اخبار
مستاجری میں دیا جاتا ہے جس سے بڑی بے چینی پھیلی ہوئی ہے - یہ تو پچھلے زمانے کی بات ہے جب لکھنؤ
میں بالکل گڑبڑ مچی ہوئی تھی - نواب سعادتعلیخان کے وقت میں بھی کہ جو انتظام کا زمانہ سمجھا جاتا ہے
بوجہ مستاجری کے اخبار کا صیغہ رعایا اور ملازمین کے حق میں کوئی مفید نہ تھا بجز سرکاری فائدہ کے
یا ملازمان کے نفع کے کوئی بہبود اس سے مقصود نہ تھا اخبار نویس نہایت ہی سرگرمی سے سرکاری عہدہ داروں
اور وزیروں کے اسباب نقصان رسانی کی تلاش میں رہتے تھے ایک حکایت انکی ہوشیاری کی بیان
میں رکھنے کے قابل ہے کہ راسے بہن چند نے اپنی حکومت کے زمانے میں کئی بار یہ چاہا کہ اپنا زرنقد جو
جمع کیا تھا اور آباد کو جو اوس کا وطن خاص تھا روانہ کرے - مگر نواب کا حکم تھا کہ کوئی شخص زرنقد لیکر
لکھنؤ سے نکل جاوے ایک بار راسے بہن چند نے نہایت اخفا کے ساتھ اچار اور مربے کے گھڑوں میں کئی
ہزار اشرفیاں بھرکر اور منہوں میں دربردہ سلواکر چھکڑوں پر روانہ کیں مگر راہ کے اخبار نویس نے یہ خبر حضور
سرکار میں پہونچادی - نواب نے بلا بلا اکتفا کر خزانہ عامرہ میں داخل کیں اور رتن چند کے روبرو فرماتے
تھے کہ اچار اور مربے اور چند راسے صاحب سے بہتر دوسرا شخص تیار کرنا نہیں جانتا ہے - اور کسی روز
طبیعت خوب مزاج پر آجاتی تھی تو کہتے تھے کہ راسے صاحب اوس قسم کا مربے اور اچار ہمارے
واسطے بھی تیار کرنا چاہئے جیسا اپنے گھر کے واسطے بھیجتے ہو -

بعہد سعادتعلیخاں قتل - چوری اور غارتگری کا بندوبست

نواب سعادتعلیخاں کے عہد میں ہر ایک مقدمات کا فیصلہ کوتوال کی تجویز اور پنچوں کی راے اور احکام شریعت پر
ہوتا تھا نواب صاحب سر رشتہ عدالت [illegible] منقسم تھا - ایک فوجداری - دوسرے دیوانی شہر کے [illegible]
خدا نہیت فوجداری کوتوالی شہر سے متعلق ہوتی تھی - میر بہادر علی اور میر خیرات علی مہتمم تھے ابتدا وکیل
نواب محمود کے تفویض ہوئی - پھر مرزا بیگ کوتوال کے حوالے ہوئی - شہر کے تمام محلوں میں تھانے
مقرر تھے ہر ایک تھانے میں ایک تھانہ دار اور کچھ سپاہی مامور تھے - اور پلٹن کوتوال کے ساتھ
متعین رہتی تھی [illegible] شہر [illegible] چوری اور ڈاکہ زنی کی واردات کا پتہ لگانا آدمیوں کے ہاتھ
سے [illegible] ہوگیا - مگر شہر کے بیچ شہر سے [illegible] اکثر [illegible] تھے اونکے گھر کو

ہوگئے - اور ہاتھوں میں تلواریں اور بندوقیں لئے ہوئے شب کو اہل شہر کے گھروں میں گھس پڑتے تھے - اور انکا
مال اسباب لوٹ لیجاتے تھے اور شرفا ان سے مقابلہ کرتے تھے - اونکے مکانوں کے دروازے
ان بدمعاشوں کو کھلے ملتے تو وہ اون پر سیڑھیاں لگاکر مکانوں میں کود پڑتے دولتمندوں کے مال
و اسباب لیکر چلا جانا بہت ہی آسان تھا - نواب نے کوتوال شہر کو انکی گرفتاری کے لئے بہت تاکید
کی اوسکی کوشش سے اکثر بدمعاش گرفتار ہوئے - اور کچھ بھاگ گئے - اس زمانے میں شہر کا ایک آدمی
ظہو نامی نہایت بدمعاش تھا یہ شخص چوری کیا سینہ زوری کرتا تھا - بڑے بڑے مکانوں پر چڑھ جاتا -
اور پھر اوپر سے کود پڑتا - اس کے نزدیک ایک کھیل تھا - سینکڑوں ہزاروں روپے کما لاتا تھا اور کچھ
اوس میں سے وہ [illegible] گھر رکھتا تھا غریب اور محتاجوں کے مال پر ہاتھ نہیں ڈالتا تھا - بلکہ اونکی
حاجت براری کرتا تھا - ایک دن ایک مرغبازی کے جلسے میں ظہو بھی پہنچا لکھنؤ کے ایک امیر کے پاس
ولایتی پستول کی جوڑی دیکھکر ظہو نے اوس سے مانگی اوس امیر نے نہ دی ظہو نے کہا کہ حضرت یہ ہمارا
مال ہے - آپ ہوشیاری سے رکھئے اوس دن سے وہ امیر بڑی ہوشیاری سے اون پستولوں کو رکھنے لگا -
مگر کسی ترکیب سے ظہو نے اوڑا لئے - صاحب مال نے اونکی تلاش میں بہت کوشش کی مگر پتہ نہ چلا
دوسرے دن ظہو نے وہ جوڑی لیجا کر اوس امیر کو دکھائی کہ یہ حاضر ہے - اوس دولتمند نے کچھ روپے دیکر
وہ جوڑی ظہو کو دے ڈالی - ایک بار ظہو قید تھا - عشرہ محرم قریب آیا محافظوں سے کہا کہ مجھکو [illegible]
عشرہ محرم کے بعد پھر حاضر ہونگا - لیکن محافظوں کی صورت منظور نہ ہوئی - ایک محافظوں کو
دغا دیکر پھر [illegible] جیل خانے سے نکل گیا - اور کسی سے اوسکی محافظت نہ ہوسکی - مگر عشرہ داری
سے فارغ ہوکر عشرہ کے بعد جیل خانے میں آکر موجود ہوا آخرکار نواب سعادت علی خان نے اوسکو
تنخواہ مقرر کردی - اور کوتوالی کے نوکروں میں مقرر ہوا - اسی طرح اور بھی کئی نامی چور گرفتار ہوکر کوتوالی
کی ملازمت پر نوکر ہوگئے جن سے شہر میں بردہ فروشی کا سد باب ہوا - اور بیرونی چور اکبرپور جلالہ وغیرہ
سے جو آتے تھے اونکی حرکات بھی اتفاقاً کم ہوگئیں - اس عہد میں چوروں کی کثرت کا باعث یہ تھا کہ
نواب آصف الدولہ کے عہد تک عامل لوگ چوروں کو زمینداروں میں چھوڑتے تھے - اب خونریزی کی بڑی ممانعت تھی
اس وجہ سے چوروں کا بازار گرم تھا - اور عام لوگ پریشان و سرگرداں تھے - مگر چوروں کی [illegible] سے شہر میں
چین [illegible] سکونت رکھتے تھے - ملک [illegible] یہ حال تھا کہ زمیندار لوگ فصل ربیع کا غلہ [illegible]
[illegible] آتے تھے - اور [illegible] سرکار کا [illegible] اور [illegible] کا [illegible]
[illegible] تھی کہ ایام بارش کے قریب انگریزی افسر رخصت لیکر اپنے گھروں کو جاتے تھے اور

اونکی گھرون مین اشرفیون کا ہونا مشہور رہتا اسلئے یہ زمیندار بقاعدہ الطریق اونکو لوٹ لیتے تھے - اور
عمال مستاجری پیشہ حقیقۃً نندانہ لیکن مالا مال ہوتے تھے اسواسطے کم کم تدارک اون کا ظہور مین آتا تھا -
اور اخبار نویس بھی اس عہد مین مستاجر ہوتے تھے اونکو بھی سواے زر کے دوسرا کام نہ تھا اس وجہ سے نواب
سعادت علی خان اسکے تدارک واقعی سے مجبور تھے - ورنہ نواب کی طبیعت رعیت پروری کی طرف
بہت تھی - نواب کے حقیقی بھائی شجاعت علی خان نے ایک زمیندار سے قطع زمین لیکر اوسکی عورتون کو
ظلم کے ساتھ نکال دیا تھا اور منظور رکھا کہ وہان عمارات بنوائین - نواب کو یہ امر ناگوار گزرا اور اون کو شہر
سے نکال دیا -

عدالتہاے دیوانی و مرافعہ

عدالت دیوانی و مرافعہ کا حال سننے کے قابل ہے
یہ محکمہ مولوی سدن اور اون کے بعد مولوی ظہور اللہ خان کے متعلق رہا اور محکمہ مرافعہ مین ہفتے مین ایکمرتبہ
نواب بذات خاص اجلاس فرماتے تھے اور ہر مقدمات کا فیصلہ کرتے تھے - اس عدالت کا اجلاس حسن
باغ مین قرار پایا تھا اور باہر ایک صندوق رکھا جاتا تھا جس مین مستغیث اپنی عرضیان ڈالتے تھے - اور
نواب اونکو کھلوا کر دیکھتے تھے - ابتداے مسند نشینی سے انتقال تک نواب کا کوئی دن ملاحظہ کاغذات
سے خالی نہین گیا - اور جس کمرے مین کاغذات ملاحظہ کرتے تھے اوس کے دروازے کے باہر برآمدے
کے قریب ایک طرف نواب کے بیٹے نصیر الدولہ اور راجہ دیاکرشن مع ضروری عملے کے اور عاملون کے
وکیل حاضر رہتے تھے اور دوسری طرف نواب کے بیٹے شمس الدولہ اور تین چند اور اہل انشا اور
بعض افسران فوج حاضر رہتے تھے اور ایک طرف طائفون اور رقاصون کی چوکی جمع رہتی تھی ان بیبیون
اور نواب کے درمیان ایک دروازہ شیشے کے کواڑون کا حائل تھا جسوقت نواب کا دل ملاحظہ کاغذات
سے اوکتا جاتا تھا تو کرسی سے اوٹھکر شیشون مین سے نظارہ بازی کرتے اور رقص وغیرہ کا تماشا دیکھتے
تھے - مختصر یہ کہ نواب سعادت علیخان نے قاعدہ اور قانون جاری کیا آخر عمر تک بخوبی انجام کو پہنچایا

عمارات جدید

نواب آصف الدولہ کی عمارتین ایسے موقع پر تعمیر تھین کہ برسات کا پانی جمع ہوکر لوگونکی آمد و رفت
اوسمین مشکل ہو جاتی تھی خاص چوک اور نخاس محل مین کہ ناف شہر ہے ایسی تنگ گلیان تھین اور خراب
ہوتی تھین کہ گرمی اور جاڑے کے دنون مین بھی ادھر سے گذر دشوار ہوتا تھا اور ان گلیون مین
نہایت عفونت رہتی تھی - اور شہر کی آب و ہوا غلاظت کی وجہ سے سخت خراب ہو رہی تھی - اسلئے

نواب سعادت علیخان کیسے عمارات پسند تھے - اور دوسری بات ان عمارات کی طرف سے تکدر پیدا ہونے
کی یہ تھی کہ نواب آصف الدولہ کے انتقال کے وقت انگریزی تلنگوں کے دو پہرے دولت خانہ قدیم
آصفی میں مامور ہوتے تھے اور اتنک اپنے مقاموں پر قائم تھے - علاوہ ان باتوں کے نواب کو نئی عمارتیں
جدید بلند تیار ہونے کا شوق بھی تھا - اس وجہ سے شہر اور بی بی پور کے درمیان میں جہاں کی زمین کچھ بلند
اور کچھ ہموار تھی عمارات بنوانا چاہیں - نواب آصف الدولہ کے عہد میں جنرل مارٹین ایک انگریزی تاجر نے
کہ نہایت متمول تھا دو کوٹھیاں بنوائی تھیں - ایک کوٹھی شہر سے ملی ہوئی تھی اوس کو پچیس ہزار روپے
کو نواب سعادت علیخان نے مول لے لیا اور اپنی عمارات جدید میں ملا لیا - نواب نے پانچ چھ کوٹھیاں نئی نہایت
اعلے نقشے پر تعمیر کرائیں آلات شیشہ سادہ و منقش اور آئینہ قد آدم سے اونچے اور انگریزی باجے - اور
گھڑیاں اور ظروف چینی کے ہتھیار اور لاکھوں روپیہ کا سامان مول لیکر اون میں سجایا اور باغوں میں قسم قسم کے میوہ کے
درخت لگوائے ان کوٹھیوں میں سے ایک کا نام فرح بخش رکھا تھا - اس میں نواب ہمیشہ جلوس کرتے اور
اس کوٹھی میں ایک نہر کاٹ کر تہ خانوں کے اندر لائی گئی تھی - اور نہر کے اندر صحن میں کوٹھیاں منقش اور
رنگین اس طرح بچھائی تھیں کہ وہ انگل بلندی سے پانی اون پر ریزش کرتا تھا اور مخمل اور طلسی پردے کارچوبی
کام کے نہایت تکلف اون مکانات میں لگے تھے - اور کرسیاں سادہ اور مرصع جابجا بچھائی تھیں اور طائرات
خوش الحان جنبر قدرت کے ہزار رنگ تھے طلائی پنجروں میں آویزاں تھے اور چھوٹے بڑے آئینے
ہر خوابگاہ میں اور دالانوں میں اور محلوں میں اور ہزاروں اکثر مقاموں پر نصب تھے - اور سر راہ بارہ دری بنوائی
تھی - اور دو رویہ دوکانیں کلکتہ کی وضع پر تعمیر کرائی تھیں فیل خانہ اور اصطبل اور شاگرد پیشہ اور سپاہ کی
چھاؤنی کے مکانات پختہ تعمیر کرائے - اور چوڑی سڑکیں بنوائیں - اسی طرح کوٹھی دلکشا اور کوٹھی خورشید
منزل اور ماہ منزل اور کوٹھی حیات بخش تیار ہوئی - شہر کی کثافت دفع ہو گئی اور ہر ایک امیر کو حکم ہوا
کہ عمارت عالی تعمیر کرائے اور دو سو ہاتھی اور دو تین سو گھوڑے واسطے صبح و شام سڑکوں پر چھڑکاؤ کے واسطے
مقرر کئے - اور کئی سو لالٹینیں سونے چاندی کی نفیس نفیس بنوائیں جواہرات سے کہ وقت نواب کی سواری کے
ساتھ رہتی تھیں اور راتوں میں موم کی شمعیں روشن ہوتی تھیں - مفرح التواریخ میں لکھا ہے کہ روضہ
حضرت عباس کی عمارت ایک خام تھی - کچی عمارت تھی - اور کچی دیواریں تھیں سنہ ۱۲۱۲ ہجری میں نواب نے
عالیشان عمارت تعمیر کرائی - اور طلائی گنبد رکھوایا - بارہ دروازے اوس میں رکھے - مرزا قتیل نے
یہ تاریخ اوس عمارت کی کہی ہے ؎

این گنبد چہ پایہ بنائے سعادت است

خزانے کا حال

نواب سعادت علیخان کے پاس بنارس مین چالیس لاکھ روپے تھے ہوگئے تھے اسی کو
خزانۂ قدیم کہتے تھے ۔ مسند نشینی کے بعد ملک کی آمدنی اور جرمانہ وغیرہ مین
تیرہ کروڑ روپے کے قریب آگئے آخر عہد تک جمع کر لیے ان مین سے چودہ لاکھ روپے نواب غازی الدین حیدر
کی تحویل مین تھے اور ایک کروڑ روپے شمس الدولہ کے پاس رہتے تھے اور ایک کروڑ روپیہ خاص
محل کی تحویل مین رہتے تھے اور آٹھ کروڑ روپے بڑے خزانے مین جمع تھے جسکا نام خزانہ عامرہ
تھا اور دو ظفر الدولہ کے سپرد تھا اور دو کروڑ روپے سپاہ کے خزانے مین رکھے تھے اور یہ خزانہ [illegible]
خزانچی کے قبضہ مین تھا دو چار آدمی ایسے دولتمند نواب کے پہلے تھے جن سے نواب نے [illegible]
چشم پوشی کی تھی نواب اونکو اپنی جیب خاص تصور کرتے تھے وہ یہ لوگ تھے حکیم مہدی علی خان کہ
ایک کرور روپے سے زیادہ کا مکان تھا سید میر غلام حسین عقبلہ دار سلطانپور یہ شخص چالیس پچاس
لاکھ سے زیادہ نقد روپے اپنے پاس رکھتا تھا - اسی طرح منور علی خان و گل حسین خان صاحب
ثروت تھے - نواب آصف الدولہ کے عہد مین ملک المضاعف تھا - مگر یہ دولت و خزانہ [illegible]
ہوا - اونکے عہد مین ہر سال ستر کے وقت دس پانچ لاکھ روپے ریاست پر قرض ہو جاتے تھے
اور نواب شجاع الدولہ نے بھی باوصف [illegible] اور دہ سے ملک گیری کے اتنا خزانہ نہین
دیکھا - جبکہ انگریزون سے معاملہ ہوا تو بمشکل پچاس لاکھ روپے اونسے فراہم ہوسکے - نواب
سعادت علی خان اگر ایسا کر سکتے [illegible] روپیہ جو خزانہ عامرہ مین جمع کیا ہے اصل یہ ہے کہ دور
بدین ملک مین [illegible] کفایت نہین کرسکتے تھے سبحان اللہ
[illegible]

نواب سعادت علیخان کی صحبت ریذیڈنٹ کے ساتھ

نواب سعادت علیخان کے [illegible] ریذیڈنٹ [illegible] ہوتے تھے
[illegible] صاحب ریذیڈنٹ ہوکے انہون نے
[illegible] تھے کہ
[illegible]

آپ کے مشوروں سے وزیر علیخان کو معزول کیا تھا۔ اور اس عہد میں سرشتہ داری کا عہدہ
مرزا باقر علیخان کے تفویض تھا۔ مگر کرنل کولنس مرزا جعفر سے ناراض ہو کر لکھنؤ میں مرگئے
اور کا سعی پور مشہور تھا۔ سعادت علی خان صاحب اور کرنل ... رزیڈنٹ مقرر ہو کر آئے۔ یہ صاحب ایک
مدت تک بنگال کے اخبار اور اصلاح باندہ کالپی میں جو انگریزوں نے مرہٹوں کے ہاتھ سے تازہ فتح
کئے تھے مامور رہے تھے۔ مرزا جعفر جو سرفراز الدولہ کا خطاب ... اور اس کا خاندانی تھا سعادت علی
کا استاد تھا مرزا بابی وغیرہ فرزندوں کے بیٹا اس کے ہمراہ رہتے تھے کرنل کولنس کے
سوائے سکاٹ صاحب کے اور رزیڈنٹوں کی صحبت نواب سعادت علیخان کے ساتھ اچھی رہی اور
لطف سے گذری۔ اب چند جو باتیں صورت مخالفت ظہور میں آئی جن کی تفصیل یہ ہے۔
(۱) ایک بار مرزا جعفر کو بیلی صاحب نے اپنے ہمراہ نواب کے پاس لا کر کہا کہ یہ بیٹھے۔ نواب کو ناگوار ہوا
جو ناگوار اجازت تو دے دی مگر ناگوار دیا اس لئے کہ ان کے دربار میں فقط چند شخصوں کو بیٹھنے کا حکم تھا
مرزا جعفر لکھنؤ کے معاملات سے بخوبی واقف تھا اور چالاک آدمی تھا۔ اکثر اہل معاملات کی رپورٹ
رزیڈنٹ سے مشکل تقریروں میں گورنر جنرل کو سمجھاتا تھا کہ رزیڈنٹ کا دبدبہ نواب پر قائم ہو۔ اس زمانے میں
عہدہ گورنر جنرل پر لارڈ منٹو تھے اور انہوں نے رزیڈنٹ کی کسی تحریر کا ایسا جواب نہیں دیا جو نواب کے
خلاف ہو۔ نواب کو مرزا جعفر کا رزیڈنٹ کو ورغلانا ناگوار تھا۔ اور انہوں نے مشرا... کو جو ان کے مصاحبوں
میں سے تھا کسی افراط کے ہم پہنچانے کے بہانے سے لندن کو بھیجا۔ دراصل مقصود یہ تھا کہ وہاں
جا کر ممبران پارلیمنٹ اور شاہ لندن سے معاملات میں سوال و جواب کرے۔ یہ سب کیفیت رزیڈنٹ پر
کھل گئی۔ دونوں نے معاملات کے نگہوں سے دو راستے اور دلوں میں کدورتیں پیدا ہو گئیں اور تحریرات
میں مضمون پیچ در پیچ اور طعنہ ہونے لگے اور زبان قلم پر سخت کلام آنے لگے۔ دونوں طرف سے یہاں تک
طبیعتیں کھنچیں کہ اگر سیر یا ہم سواریاں دو چار کمپنیاں کا سلام ... سے منظور رہا۔ اس کشمکش بیلی نے
یہاں تک طول کھینچا کہ نواب کے آخر عہد میں یہ بات مشہور ہوئی کہ انہوں نے رزیڈنٹ کے شرم ...
لائق سزا دینے کے لکھ کر تیار کئے ہیں اور صاحب رزیڈنٹ نے بھی جواب کی تحریر کی
تیار کئے ہیں۔ نواب کو رزیڈنٹ کی تبدیلی پر دل منظور تھی مگر مرزا جعفر کی تدبیروں اور
بیلی کی دانشمندی کی وجہ سے وہ صورت وقوع میں نہ آئی۔ اور باوجود ان تدابیروں کے
مرزا جعفر کے ساتھ نواب نے مروات سے چشم پوشی نہیں کی ... شاہ ...
ادا نہیں کیا۔

(۲) علامہ تفضل حسین خان جو کلکتہ میں نواب کی طرف سے سفیر تھے کسی کام کے واسطے لکھنؤ کی طرف روانہ ہوئے۔ مگر کلکتہ سے مرض الموت بھی ساتھ ہوا۔ کلکتہ اور مرشد آباد کے درمیان میں ۱۵ شوال ۱۲۱۵ ہجری کو قابض ارواح کے ہاتھ سے جان دی۔ شاہ محمد اجمل الٰہ آبادی نے اونکی تاریخ وفات میں کہا ہے ؎

گر بپرسند سال تاریخش ٭ با سر حیف و غم بگو افسوس

نواب سعادت علی خان کو اونکی جاگیر کی قرقی منظور تھی اور جان بیلی صاحب اور کلکتہ سے اکثر انگریزوں کو خان مرحوم کی اولاد کی حمایت منظور تھی اسلئے نواب کی وہ خواہش پوری نہ ہو سکی۔

(۳) خانہ زاد خان اور مجید بخش خان الماس علی خان کے چیلے تھے نواب نے ان کے مال و اسباب کی ضبطی کی بڑی کوشش کی۔ مگر مرزا جعفر کی حمایت کی وجہ سے ... اور وہ دونوں لکھنؤ سے تمام مال و اسباب لیکر نکل گئے۔

(۴) محمد رضا خان ابن سرفراز الدولہ کے انتقال کے بعد اون کے گھر میں دو بھائی باقی تھے ایک غلام رضا خان۔ دوسرا موسیٰ رضا خان۔ جان بیلی صاحب نے سرفراز الدولہ کے متعلقین کی تنخواہ کے لئے اور مرزا جعفر کی تنخواہ کے واسطے بہت کوشش کی۔ مگر نواب سعادت علیخان نے قبول نہ کیا۔ آخر کار سرکار کمپنی کے پاس سے ایک ہزار روپیہ ماہوار ... کے مصارف کے لئے اور ... روپیہ ماہوار مرزا جعفر کے لئے مقرر کرائے۔

(۵) حسن علی خان بریلی کا چکلہ دار مرزا جعفر کا سمدھی تھا جب وہ بریلی سے معزول ہو کر آیا نواب سعادت علی خان چاہتے تھے کہ اوس کو عذاب میں مبتلا کریں۔ مگر مرزا جعفر کی وجہ سے ریزیڈنٹ نے اوس کو بچا دیا۔

ایسی ہی وجوہ نواب کی اور ریزیڈنٹ کی ناچاقی کا باعث ہوئیں۔ نواب سعادت علیخان ریزیڈنٹ کی ... سمجھتے تھے کہ وہ سرکار انگریزی کی طرف سے فقط اخبار وغیرہ معلومات کے دریافت کرنے کے لئے ... اور ... کا بچانا اون سے متعلق ہے اور دوسرے کسی کام میں اونکو دخل نہیں اور ریزیڈنٹ اسکے خلاف اپنے آپ کو ... سمجھتا تھا اور ریاست کو ریاست کا نگران اور حاکم اسلئے سمجھتا تھا ... مخالفت کی ... یہاں تک کہ ریزیڈنٹ نے نواب سعادت علیخان کا ناک میں دم کر رکھا تھا۔ ... دیتا تھا خود ... تھے کہ نواب کے ذاتی ... میں حکم ... نہیں تھا ... کا ...

کہ اس سے ہماری نیند اوچٹتی ہے۔ اس عذاب سے نواب کے چھڑانے کا وعدہ لارڈ ماترا الملقب بہ مارکوس ہیسٹنگز نے کیا۔ نواب نے بھی گورنمنٹ کے خوش کرنے کو ایک کرور روپیہ دینے کا وعدہ کیا۔ کیونکہ اسوقت سرکار کمپنی کا خزانہ خالی تھا۔ اور گورکھوں کے ساتھ لڑائی چھیڑنا ارادہ تہا۔ مگر جب لارڈ ماترا ۱۸۱۴ء میں لکھنؤ کیطرف چلے تو نواب سعادت علیخان مر گئے

لکھنؤ کا اسوقت کی ایک گپ

لکھنؤ کے بیفکرے جنہیں کہانیاں بنانے کے سوا اور کوئی کام دشوار نہیں تھا اونکے وقت گزارنے کے لئے ایک عجیب جوڑ تیار ہوا تہا۔ اوس سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض انگریزوں خصوصاً اوربی صاحب کی معرفت نواب صاحب نے پادشاہ لندن اور ممبران پارلیمینٹ سے اس امر کی درخواست کی تھی کہ ملک ہندوستان میں جسقدر حصہ سرکار کمپنی کے قبضے میں ہے اوسکی مستاجری نواب کو دیدیجائے مصارف افواج اور ملازمونکی تنخواہ منہا ہونے کے بعد جسقدر روپیہ بس انداز ہوتا ہے وسکو نواب نقد ادا کرتے رہینگے اور سال بسال اضافہ بھی قبول کیا۔ ہندوستان کا جمع خرچ اوس زمانے میں ۴۵ کرور روپئے کا تہا۔ اور ہندوستان سے کمپنی کو بجز فاضلات کے کچھ بس انداز نہیں ہوتا تہا اسلئے یہ بات دل پسند کی گئی کہ نواب سعادت علیخان کو تمام ہندوستان کی مستاجری دیدیجائے۔ کیونکہ نواب کی دولتمندی کا ہندوستان بہر میں جواب نہتا۔ چنانچہ لارڈ ماترا اس کام کی درستی کے لئے لندن سے گورنر جنرل کرکے بھیجے گئے تھے۔ مگر گورنر جنرل کی تشریف آوری سے پیشتر ہی نواب کا انتقال ہو گیا۔

انتقال نواب سعادت علیخان

نواب کی عمر ساٹھ برس سے تجاوز کر گئی تھی۔ اور ورم جگر و استسقا کے مرض میں مبتلا تھے کئی مہینے تک حکیم علی شریف نے معالجہ کیا۔ مگر اونکا کوئی علاج راست نہ آیا کسی قدر افاقہ ہوا تھا کہ حکیم صاحب کی اجازت سے نواب بتقریب غسل صحت درگاہ حضرت عباس کی زیارت سے مشرف ہوکر تماشائے رقص و سرود میں مصروف تھے کہ پہر رات گئے آب یخنی طلب کیا۔ نواب کے سالے رمضان علیخان نے جو دلوانخانے اور ابدارخانے اور دواخانے کا افسر تہا حاضر کیا۔ اوس کے نوش کرتے ہی طبیعت کا رنگ بدلنے لگا۔ کلمات یاس زبان پر آئے۔ اور تعجیل کے ساتھ طبیب بلا لیا گیا۔ حکیم مرزا علی اور مصاحب برادر بھی طبیب کے پاس نہیں پہنچنے پائے تھے کہ روح نواب کی جسم سے

مفارقت کر گئی اوسیوقت ولیعہد اور جان بیلی رزیڈنٹ مع ایک ڈاکٹر اور چند سرداران انگریزی کے پہنچ گئے - یہان شب حیات تمام تھی منہ سے خون جاری تہا - سید دلدار علی صاحب مجتہد نے آکر لاش کو غسل دیکر کفن پہنایا - حاضرین کا بیان ہے کہ سینہ پر نیلگون لکیر تھی - رمضان علیخان کی نسبت زہر خورانی کا شبہہ ہوا تجہیز و تکفین کے بعد مقبرۂ خاص بازار مین جو پہلے سے تعمیر تہا دفن کئے یہ سانحہ جان گداز ۱۱ جولائی ۱۸۱۴ء مطابق ۲۱ رجب ۱۲۲۹ ہجری مین گذرا بعض کتابون مین تاریخ انتقال اسکے خلاف بیان کی ہے - اونکا لقب بعد الوفات جنت آرامگاه مقرر ہوا تاریخ وفات زبان زد خلق ہے

افسوس که نواب وزیر الدوله — از ملک فارقت بحکم تقدیر
تاریخ وفات او زغم تاریخ — افسوس وزیر او آصف تدبیر
دیگر دستور جہان جنت آمد — دیگر بالف بگفت آه شده لکهنو خراب

دیگر

ناگہان رحلت ازین عالم نمود — زینت افزا شد بفردوس برین
من بگفتم سال تاریخش عجب — آه شد گنج سعادت در زمین

نواب کی عادات - اور دلی شوق - میلان طبعی
اہل علم و شرفا کی قدردانی

نواب سعادت علیخان ارباب کمال کے ساتھ لطف و عنایت سے پیش آتے تھے ایک شخص خانخانان محب الدوله عبد المجید خان سے ادب و قاعدۂ سلطنت سے آشنا و فن قدیم سپہگری باندہے - اور کثرت پہنے سر سواری بار باسی بہرا ہوا نواب نے تاڑ لیا کہ یہ چراغ کسی عمدہ خاندان کا ہے ملاکر نوکر کہا - اور معقول قرار تنخواہ مقرر کر دی - میر ابو القاسم خانکی جو بنگالہ کے رئیسون مین سے تھے سات سو روپے مقرر کئے اور اونکی بہت پاسداری کرتے تھے - سبحان علی خان اور تاج الدین حسین خان کنبوه بھی اونکی قدردانی سے سرفراز تھے - یہ دونون شخص سرکار انگریزی مین تحصیلدار تھے وہان سے علحدہ ہوئے تو لکھنؤ مین چلے آئے تھے لیکن انکی غربت اور وہ تنگدستی کی بنیاد

اس عہد کے بعد سے پڑھی۔ خواجہ باسط کے نواسے میر امیر علی ایک سوز خوان تھے کہ علم موسیقی
مین اونہون نے کمال کا مرتبہ حاصل کیا تھا مگر اپنے گھر ہی مین مجلس کرکے پڑھتے تھے۔ نواب نے
اسکے شہرہ کمال سے مشتاق ہوکر طلب کیا۔ اونہون نے انکار کیا۔ اور کئی پیام و سلام کے بعد یہ بھی کہا کہ
اگر وہ حاکم وقت ہین تو مین بھی سیادت کے اعتبار سے شاہزادہ ہون اونکے ہان آنے مین عار
کیا ہے۔ نواب نے کہا کہ سید میرے ہان ہزارون سے زیادہ ہین میر صاحب اگر فخر سید کا تو بھی
کہا کہ سید تھے اب تو مرثیہ خوان ہوگئے۔ چنانچہ اونہین اختیار ہے میر علی صاحب یہ سنکر خیالات چند در چند سے
دکن کا ارادہ کیا۔ سید انشاء اللہ خان کے بھتیجے بھانجے بھی اونکے شاگرد تھے۔ یہ لوگ بھی اوستاد کی
رفاقت مین ترک وطن پر آمادہ ہوتے۔ اونہون نے امیر علی صاحب کے جانے کا سبب پوچھا تو وہ معاملہ
معلوم ہوا سید صاحب نواب کے نہایت مقرب تھے اوسیوقت دربار مین پہنچے نواب سعادت علیخان نے
دوبارہ آنے کا سبب دریافت کیا۔ اونہون نے ایک غزل پڑھی جسکا ایک شعر یہ ہے۔

دولت یہی ہے اور سعادت علی بنا ٭ یارب بنا یہی ہو ہمیشہ یہی رہے

پھر کہا کہ حضور غلام جو اسوقت رخصت ہوکر چلا تو دل نے کہا کہ اپنے دولہا کی دولہن (عروس سلطنت)
کو ذرا دیکھون۔ حضور واقعی کہ بارہ ابھرن سولہ سنگھار سے سجی ہوئی ہے سر پر جو سہرا وہ کون مولوی دلدار علیصاحب
کانون کے جھمکے وہ کون دونون صاحبزادے گلے مین نولکھا ہار وہ کون تفضل حسین خان۔ غرض اسی طرح
چند اور زیورون کا نام لیکر کہا کہ حضور غور جو کرتا ہون تو ناک مین نتھ نہین۔ دل بیکل سا ہوگیا کہ اللہ سہاگ
کو قایم رکھے یہ کیا۔ نواب نے پوچھا کہ وہ کون کہا حضور نتھ امیر علی صاحب جسدم اسکی کیفیت مفصل
بیان کی نواب نے ہنسکر کہا کہ اونکی دوراندیشیان بیجا ہین مین سید صاحب کمال کو فخر ملک سمجھتا ہون غرض
اونکی تسلی کے لئے دو سو روپیہ ماہیہ خانہ نشینی مقرر کرکے پروانہ اور ۵۰۰ روپیہ کا خلعت
امیر علی صاحب کے واسطے انشاء اللہ خان کے ہاتھ بھیجا۔

مرزا محمد حسن قتیل جو پہلے ہندو مذہب فرید آباد کے کہتری تھے پھر مسلمان ہوگئے نظم و نثر مین استادی
کے رتبے کو پہنچ گئے تھے۔ قواعد فارسی وغیرہ کے بیان مین اونکی کئی چھوٹے چھوٹے رسالے اور ایک
دیوان فارسی اونکا مشہور و معروف ہے۔ اور ۱۲۳۳ ہجری مین وفات پائی۔ مگر حافظ شیخ محمد حسین
مصطفی دیار علاقہ لکھنؤ نے جو مرزا کے ایک مصرع سے تاریخ وفات نکالی ہے اوس سے ۱۲۳۲ھ
مین انتقال کرنا ثابت ہوتا ہے۔

چو آن کاستہ گدا یا کرشہ ٭ قتیل کافر از زمانہ نماند

ایک دن ان کو بھی نواب سعادت علیخان نے طلب فرمایا - اور ملاقات چاہی - مگر یہ شخص بہت
آزاد وضع تھا - عرض کرایا کہ حصول دولت ملازمت عین سعادت ہے لیکن چند عادات اپنی وضع
آزاد نے پسند کی ہیں ایک یہ کہ عارضہ (حقہ نگلی) سے طبیعت بہت مانوس ہے - اور اُس سے ہر دم
مشتغل رہتا ہے - دوسرے دستار سے طبیعت اُلجھتی ہے - فقط کلاہ سادہ مطبوع طبع ہے
تیسرے جو علم کہ حاصل کیا ہے اُسکی تعظیم و تکریم کا امیدوار ہوں - اگر یہ تینوں صورتیں ناگوار خاطر عالی ہوں
تو طلب فرمائیں فقیر حاضر ہے - اگر خلاف رائے بندگان حضور ہے تو قیام شہر نامنظور ہے نواب
نے کہ علم دوست اور سخن آشنا تھے یہ باتیں قبول فرمائیں - اور بے تکلف آنے کی اجازت دی
مگر تعظیم کس پردے میں بچایا کہ جس وقت مرزا قتیل کے دروازہ پر پہونچ جانے کی خبر ہوئی پہلے سے
اُٹھ کر ٹہلنا شروع کیا جس وقت مرزا نے دروازے کے اندر قدم رکھا ٹہلتے ٹہلتے کھڑے کھڑے ملاقات ہوئی
بعد اُسکے بیٹھے - اسی قدر رہا اور ہمیشہ اسی طرح نواب نے آپ اچھے ہیں فرمائی اور ادھر مرزا نے بھی
دم نہیں مارا - رہی کلاہ سادہ وہ زیب سر تھی - نواب کی انشا پردازی بھی مشہور تھی اور نواب ہر
امر میں سلیقہ اور صفائی کے پابند تھے اونہوں نے حکم دیا تھا کہ اہل دفتر خط سکھیں اور فی غلطی
حرف پانچ روپیہ جرمانہ اور فی غلط ایک روپیہ جرمانہ اتفاقاً اعلیٰ درجہ کے اہل انشا میں مولوی سحن
ایک شخص تھے - اونھوں نے خود حساب میں اخراجات کو اخراجا لکھدیا نواب سعادت علیخان تو خود ہر شے
پر نظر رکھتے تھے اونکی بھی نگاہ پڑ گئی - مولویوں کو جواب دینے میں کمال ہوتا ہے - اونھوں نے کچھ قاموس اور
کچھ صراح سے اخراجا کے معنے بتائے کچھ قواعد نحو سے ترجمے میں لے گئے - نواب نے سید انشاءاللہ خان
شاعر کو اشارہ کیا - اونھوں نے سارے رباعیوں اور قطعوں کے اُڑا کر دیا - ایک منشی نے لوح کو لوح لکھدیا
تھا نواب نے اپنے خاص قلم سے فقرہ تحریر کیا منشی لو کہ لفظ لوح را بطرز نوشتہ عین حظ کرد
لہذا پنچاہ روپیہ جرمانہ گیر اور اس میں لطف یہ رکھا تھا کہ لفظ میں کے بھی نشتر عدد ہیں - اتفاقاً کسی
جلسے میں نواب کے قلم سے املا غلط نکل گیا - منشی بہولا ناتھ مہتمم منشی خانہ نے وہ کاغذ حضور میں لاکر
عرض کیا کہ آج صحت اس لفظ کی غلط نا کہوں کہ اس املا سے درست ہے - نواب نے اپنی نسبت حسب شرط
جرمانہ کیا کہ منشی جیابے کے حق میں ان کی تنخواہ دہ چند ہوگئی - انشاءاللہ خان دریائے لطافت میں
سعادت علیخان کی فصاحت لسانی کی بڑی تعریف کرتا ہے وہ کہتا ہے کہ جس کسی کو میرے
قول میں شک ہو یا تردد کا گمان ہو اوسکو نواب کے حضور میں فاصلہ ہولی کے موسم میں آنا شرط ہے -
تاکہ دیکھے کہ وہ کیا انداز چہلوں کے اظہار سے عین اچھا معلوم ہوتا ہے یا ذائچہ زنار دو تکے مجمع میں

اور اس قدر دانی کی وجہ سے دہلی کے تمام اہل کمال لکھنؤ میں چلے آئے اور جو کچھ اہل دہلی کو نواب کے
سایہ عاطفت میں میسر ہے وہ دہلی میں خواب میں بھی میسر نہیں۔ نواب سعادت علیخان ارباب
نشاط کے بھی بڑے قدردان تھے۔ ایک شخص پرکاش نامی الہ آباد سے آیا تھا۔ اور لکھنؤ میں
اپنے فن والوں سے گوئے سبقت لے گیا تھا۔ ناچتے اور کوڑی پر رقص کرتا تھا۔ اور کوئی دقیقہ
علم موسیقی کا اوس سے فروگذاشت نہیں ہوتا تھا۔ نواب تک پہنچا۔ نواب نے اوسکی بیش قرار تنخواہ
مقرر کر کے جا بجا جانے کی ممانعت کی۔ سندر طوائف نواب آصف الدولہ کی نوکر تھی۔ اور وزیر علی
خان کے عہد میں محل سے کلاونتی خیال گانے میں یکتا اور حسن و جمال میں بے مثل تھی۔ نواب سعادت علیخان
بھی اوس کے حسن پر فریفتہ ہو کر چوپاسے مواصلت تھے۔ جب یہ نواب ہوئے تو وہ طوائف سید قاسم علی
فرزند میر ابوالقاسم داستان گو پر فریفتہ تھی۔ نواب نے یہ خبر سن لی تو اکثر اوس سے ارشاد فرماتے تھے کہ ہم صید
دل سے تجھ پر فریفتہ ہیں لیکن تیری طبیعت دوسری جانب گرفتار ہے اسلئے ہمکو تیرے وصل سے
انکار ہے کہ بے لذت ہے۔ غرض اسقدر طبیعت بے قابو تھا کہ گو اوسپر مائل تھے لیکن عالم مستی میں
بھی کہ حیا و حجاب کا خوف کرتی ہی اوسکی طرف ہاتھ نہیں بڑھایا۔ اور انعام وغیرہ دیتے رہے۔
نواب اپنے خوش دوست تھے کہ اہل شہر حسن پرستی کا لفظ اونکی نسبت اطلاق کرتے تھے۔ نواب کو دانشمندات
اور صاحب کمالوں سے صحبت میں گرم جوشیاں نہیں۔ اور بے عملوں سے نفرت کلی تھی۔ ایکدن
ایک گدا رستہ حرم میں گھس آیا۔ اور بچھروں کا دانہ کہانے لگا۔ نواب کی نظر پڑ گیا۔ گرفتار ہوا۔
شاہ احمد نام رکھا گیا۔ اور وجہ تسمیہ یہ تھی کہ ایک شخص اسی نام نہایت احمق تھا اوس کو خر کہتے تھے
یہ گدا جیسے کہ بہت جھپٹ گیا۔ بہت سے بچے پیدا ہوئے۔ ایکدن نواب محل میں داخل ہوتے ہیں۔
محل کی عورتوں کو دیکھا کہ بالوں اور بعض نے زیور تیار کر کے گردن اور گلے میں پہنا ہے۔ خواجہ سراؤں
کو حکم دیا کہ تمام طلائی اور مرصع کار زیور اونکے چھین لو۔ اس حکم کی تعمیل ہوئی۔ چند روز مبتلا رہا۔
اور پھر عنایت ہوا۔ مگر سخاوت اصلاً نہیں مقام ہے کہ اسوقت میں بھی اہل لکھنؤ نے کوئی اخلاقی اور مادی
ترقی نہیں کی۔ اور نہ علوم و فنون میں کار آمد تصنیفات کا ذخیرہ جمع ہوا۔ جس سے لکھنؤ اور اہل لکھنؤ
کو بادشاہی اور دولت و ناداری حاصل ہوتی۔ عیش و عشرت و لہو و لعب اور حسن مذاق کی تمام
گلکاریاں لکھنؤ میں بہار تھی۔ اگرچہ شگفتہ علمی بھی پہنچتی سکتے کچھ نہ کچھ ضرور ہے مگر نہ اسقدر جیسا کہ
اہل لکھنؤ نے اس میں حصہ لیا تھا۔ اور دہلی میسر ہے کہ پھر انشاء اللہ خان متخلص بہ انشا نے
جو نواب سعادت علیخان کے مصاحب اور انکی خلوت اور جلوت کے شریک تھے نواب کے حکم اور

نہایت شوق سے کتاب دریائے لطافت زبان اردو کی صرف و نحو و منطق و عروض و قافیہ و بیان میں لکھی ہے ۔ اور جیسا کہ زبان عربی و فارسی میں ان علوم کی تحقیق کی گئی ہے اوسی کے مطابق اس کتاب کو آراستہ کرنے کا دعوے کیا ہے ۔ اور ذخیرہ جادہ دانی سمجھا ہے ۔ اس کتاب میں ایسے مسخرا پن اور استہزا و فحش کا خاکہ او اوڑایا ہے کہ اوس کو دیکھکر شائستگی بہی آنکہیں بند کر لیتی ہے اور کانوں میں اونگلیاں دے لیتی ہے ۔ اس کتاب کے دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل لکھنؤ کی طبیعتیں عوام سے لیکر خواص تک عیاشی کی طرف نہایت مائل تہیں ۔ اور اصلی تہذیب و شائستگی مزاجوں میں بہت کم باقی تہی ۔ اور اسکی تصنیف میں مرزا محمد حسن قتیل بہی شریک ہیں ۔ مگر اس حمام میں سب ننگے تھے ۔ انکے یہاں بہی سوائے شہدپن کے کوئی بات نہیں ۔ تمام کتاب میں مثالیں بہی وہی ہیں جن میں عورتوں کے متعلق باتیں ہیں ۔ مثلاً مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن مفاعیلن کی جگہ بری خانم بری خانم بری خانم بری خانم کہتے ہیں ۔ فاعلن فاعلن فاعلن فاعلن کی جگہ چپت لگن چپت لگن چپت لگن چپت لگن مفعول مفاعیلن مفعول مفاعیلن کی جگہ بی جان بری خانم بی جان بری خانم لکہتے ہیں ۔ اور فعول فعلان فعول فعلان کی جگہ کہتے ہیں ۔ لگوڑی جان لگوڑی جان ۔ صنعت عکس کی مثال میں لکہتے ہیں ؎

بیا زو بہیں دیگی بلا کر بی گالی ؎ صنعت توشیح کی مثال میں لکہتے ہیں ۔ بیا زو کو آج کیا کے یار نے بنڈی کے کہنا حق ناحق الفو کے سامنے مارا گھر میں سدری تہی سو وہ دو شالے کی سنگاتی باندہے جوڑی بجا رہی تہی ۔ غرض جب غل ہوا تو اوٹھ گئی اور کوٹھے پہ جا کر لیٹ گئی ۔ اور جو تو چہیان بیٹھین ہے ہے کرنے لگیں ۔ سرفراز تو روئی ۔ صنعت معرب کی مثال میں لکہتے ہیں ۔ اسے تیری بیوی کے پیچھے میں میخ ۔ ایضاً چھنال کیا دیدہ کر گیا ہے ۔ مان کا لونڈا اب تک آتا ہے ۔ ایضاً تم مجھکو اپنا دو تو تم کو گل دم دوں اور رعایت کا نام سنگار رکہا ہے اور رکن سالم کا صاحب طائفہ رقاصہ و خانگی اور فرع کا نوچہ صاحب طائفہ یا کنیزان خانگی نام مقرر کیا ہے ۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اہل لکھنؤ ایسی باتوں کے نہایت دلدادہ تھے ۔ اونکو عیش و نشاط اور صحبت ارباب نشاط کے سوا کسی امر ترقی ملک و قوم اور رفاہ خلائق کی طرف توجہ بہت ہی کم تہی اور نواب بہی اور ہر طرح رغبت رکہتے تہے ۔ جسکی وجہ سے زنانہ مزاجی اور ریختی عام لوگوں میں پیدا ہو گئی تہی ۔

نواب سعادت علیخاں کی ازدواج و اولاد

آرون صاحب نے تاریخ فرخ آباد میں لکھا ہے کہ خان خانان خان بسر اکبر خان خلف محبین نواب محمد خان بنگش والی فرخ آباد کی بیٹی نواب سعادت علیخان کو منسوب ہوئی تھی لیکن نواب احمد خان نے شادی روک دی ۔ اور کہا کہ جب تک لکھنؤ کے خاندان کی کوئی لڑکی میرے بیٹے محمود خان کو نہ ملے گی تب تک خانخانان کی لڑکی لکھنؤ نہ جائے گی ۔ نواب کی اوس بی بی کا نام جس سے اکبر آباد میں بیاہ ہوا تھا اور خاص محل کہلاتی تھی افضل بیگم ہے ۔ اسکے باپ کا نام ۔ارالدولہ سید یوسف علی خان تھا ۔ اور ان کا نام مسعودہ بیگم بنارس میں انتقال کیا ۔ درگا کنڈ کے پاس مقبرہ ہے اس بیگم سے دو بیٹے پیدا ہوئے تھے ایک کا نام امیر مرزا خان تھا اور دوسرے کا امراو مرزا خان ایک چیچک سے دوسرا مرض الموت سے عین طفولیت میں مر گیا ۔

نواب سعادت علیخاں کو اپنی تمام بیگمات میں جلال الدولہ کی ماں سے زیادہ محبت تھی ۔ بنارس میں اوسکو اپنی زوجہ بنایا تھا ۔ پہلے یہ بیگم نات محل کے نام سے مشہور تھی ۔ اب خاص محل خطاب ہوا کہتے ہیں کہ اس بیگم کے پاؤں میں پدم تھا ۔ ایک نجومی نے نواب سے عرض کیا تھا کہ اسکا فائدہ یہ کہ بادشاہ یا وزیر کی بی بی ہو ۔ مگر مجھے بہت تعجب ہوتا ہے کہ حضور نے اسے کیوں خاص محل کیا ۔ نواب نے اپنی مسند نشینی کے بعد نواب گنج کا علاقہ جسکی جمع ایک لاکھ بیس ہزار روپیہ تھی عطا کیا ۔

نواب سعادت علیخاں کے بیٹے صاحبات محل سے

(۱) نواب غازی الدین حیدر خان عرف بڑے مرزا ۔

(۲) نواب احمد علی خان الملقب به شمس الدولہ انکی شادی حضرت بیگم بنت نواب شوکت الدولہ عرف مرزا جھا سے ہوئی ۔

(۳) نصیر الدولہ مرزا احمد علی خان جہان آرا بیگم عرف نگینو بیگم بنت نواب امام الدین خان سے کتخدا ہوئے

(۴) نواب ضیاء الدولہ مرزا کاظم علی خان انکی شادی لطف علیخان کی بیٹی کے ساتھ ہوئی ۔

(۵) نواب اعتماد الدولہ مجاہد الملک مرزا حسین علی خان صلابت جنگ انکی نسبت صلابت علیخان

عرف مرزا ہیرا کی بیٹی سے ہوئی۔ نصیر الدین حیدر کے وقت میں رخصت عروس ہوئی تھی

(۶) نواب عماد الدولہ معین الملک ضرغام جنگ مرزا جعفر علیخان انکا عقد مسماۃ وزیر بیگم
بنت میرن صاحب ابن میر نعیم خان سے ہوا۔

(۷) نواب صادق علیخان انکی شادی نواب نوز علیخان ساکن سرنگ میں ایک راسی امیر
کی بہن کے ساتھ ہوئی۔

(۸) نواب جلال الدولہ محمد علیخان انکی شادی ہوئی تھی نیا مرزا می امر فقط دو تین حرم تھیں۔

(۹) نواب افتخار الدولہ مرزا کلب علیخان یہ نواب محل کے پاس رہتے تھے۔ سعادت علیخان
کے انتقال کے بعد غازی الدین حیدر نے چار ہزار روپیہ درماہہ مقرر کر دیا۔ یہ سب بھائیوں میں
بہت لائق تھے انکی شادی خود پسندی سے ہوئی تھی۔

(۱۰) نواب رکن الدولہ مرزا محمد حسن خان غازی الدین حیدر نے انکا عقد نکاح نواب عباس
قلی خان کی بیٹی سے کیا تھا جن سے نہ موافقت رہی نہ اولاد رہی ایک اور بی بی سے دو بیٹے
شمس الدولہ اور آفتاب الدولہ رکن الدولہ کے ہاں پیدا ہوئے

نواب کی بیٹیاں صاحبات محل سے

(۱) خیر النساء یہ سب بہنوں سے بڑی تھیں اور غازی الدین حیدر کی حقیقی بہن تھیں انکی شادی
میر شاہ علی ابن نواب قاسم علیخان عالی جاہ سے ہوئی انکے بطن سے اولاد نہ ہوئی۔ انہوں نے
ایک لڑکی اپنی اولاد کی طرح پرورش کی تھی جسکی شادی غازی الدین حیدر کے عہد میں مرزا نظام الدین
حیدر ابن نواب نجابت علی خان سے کی تھی۔

(۲) فاطمہ بیگم یہ نصیر الدولہ کی حقیقی بہن تھیں۔ انکی شادی مرزا ابو طالب خان سے ہوئی تھی۔

(۳) فخر النساء بیگم ان کی شادی نواب میر کلو ابن نواب قاسم علی خان عالی جاہ سے ہوئی
انکے ایک بیٹی مسماۃ وزیر بیگم پیدا ہوئی جسکی شادی مرزا شاہ میر خان کے بیٹے سے ہوئی تھی۔

(۵) ولایتی بیگم انکی شادی نواب حسین الدین خان ابن نواب امام الدین خان سے
ہوئی۔ نواب حسین الدین خان واجد علی شاہ کے نانا تھے۔

(۶) ننھی بیگم انکی شادی نواب محمد علی خان ابن نواب محمد علیخان سے ہوئی۔

مسند نشینی رفعت الدولہ رفیع الملک غازی الدین حیدر خان بہادر شہامت جنگ[له] ابن نواب سعادت علیخان

نواب موصوف ۴ ہ اگست ۱۷۶۹ء مطابق عشرۂ ثانیہ جمادی الاخری ۱۱۸۳ ہجری مین پیدا ہوئے تھے۔ مسند نشینی کے وقت اکتالیس برس کے تہے۔ مستوفی فقانی مین ہے کہ ایک پہر رات باقی تھی کہ رمضان علیخان داروغہ دیوانخانہ نے کرنیل جان بیلی کو سعادت علیخان کے مرنے کی خبر دی۔ اوسی وقت وہ اپنے ساتھ کی فوج انگریزی فرح بخش مین پہنچے۔ اور نواب موصوف بہت سے کہڑے کرتے ہے۔ بعد اس کے نواب مرحوم کی تمام اولاد جمع ہوئی شمس الدولہ کو یقین تہا کہ سوا میرے کون مسند نشین ہو سکتا ہے۔ مگر ریذیڈنٹ کو منظور تہا کہ بڑے بیٹے غازی الدین حیدر ہی ریاست اونہین کو ہونا چاہیے رزیڈنٹ اسی فکر مین ہے کہ صبح ہوئی شمس الدولہ نماز پڑہنے کو اپنے مکان کو روانہ ہوئے۔ حکیم ظفر علیخان اونکے مصاحب نے عرض کیا کہ اسوقت یہان سے آپ کا جانا مناسب نہین۔ مگر اون کو یہ غرہ تہا کہ ریاست میرے ہی لئے ہے اگر مین یہان نہ ہونگا تب بھی ضرور ہو کہ طلب کرکے رئیس بنایا جاوے گا اسلئے جواب دیا کہ میرے یہان رہنے کی کوئی ضرورت نہین جب تک مین یہان نہ آجاؤن گا یہ امر ملتوی رہیگا اون کے جانے کے بعد رزیڈنٹ نے میدان خالی پاکر نواب غازی الدین حیدر سے تخلیہ کرکے باہم عہد و پیمان مستحکم کرلیا اور نصیر الدولہ وغیرہ انکے دوسرے بہائیوں سے کہا کہ نواب سعادت علیخان کے مرنے کا ہم کو کمال رنج ہے۔ مگر بجز صبر کے کیا کیا جاتا ہے تم بھی صبر کرکے نواب غازی الدین حیدر کو بمنزلے خدایگانی کے تصور کرو کیونکہ وہ سب سے بڑے بیٹے ہین۔ یہی بزرگانہ طریقہ ہے پیش آؤگے تو کوئی مہربانی کا امر دریغ نہ رکھین گے کیونکہ یہ خلافت سے دور نہین رہنے بالاتفاق کہا کہ ہم والد کی حیات ہی مین انکو باپ سے کم نہین جانتے تھے۔ اور اب کہ سرکار کمپنی کی اعانت سے رئیس ہوتے ہین پہر کیسے ہم اونکو خدایگانی سے کم سمجھینگے۔ بہر صورت ہم اونکو مثل اپنے باپ کی سمجھتے ہین جب کہ رزیڈنٹ کی طرف سے اطمینان حاصل ہوگیا۔ تو شمس الدولہ کو جو انگریزی

له یہ خطاب [illegible]

سپاہیوں کی مخالفت کی وجہ سے دریچہ بارہ دری کی راہ سے اندر نہیں گھس سکے تھے طلب کیا جب وہ یہاں پہنچے تو دوسرا رنگ دیکھا۔ رزیڈنٹ نے انسے بھی وہی بات کہی جو دوسرے بھائیوں سے کہی تھی۔ چونکہ یہ مسند نشینی کے مدعی تھے ان کلمات سے برہم ہوکر بولے کہ مجکو ان باتوں سے سروکار نہیں ہے۔ جو کچھ آپ مناسب جانیں کریں۔ رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ رنجیدگی کا مقام نہیں ہے جو آپنے کہا کہ زمانے کا رسم یہی ہے کہ باپ کا جانشین بڑا بیٹا ہوتا ہے یہ جو کچھ آپ سے کہا ہے رسم کے خلاف نہیں کہا ہے۔ شمس الدولہ نے جواب دیا کہ یہ بات آپ کی درست ہے۔ مگر جبکہ باپ نے اپنے سامنے کسی کو جانشین نہ کیا ہو۔ اور مجھکو باپ نے اپنا نائب اور ولیعہد بنایا تھا تو اس صورت میں میرے کام میں کیوں تردد کیا جاتا ہے۔ رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ آپکے منصب کے خواہان ہوں تو وہ اب بھی موجود ہے۔ لیکن ریاست شئے دوسری ہے۔ اور اوس کو جناب عالی نے کسی کے نام پر مقرر نہیں کیا ہے۔ یہ فقط بڑے بیٹے کا حق ہے۔ پس وہ رئیس ہوتے ہیں اور آپ نائب رہیں گے۔ شمس الدولہ بولے کہ میں اپنے باپ کا ولیعہد اور نائب تھا۔ اب مجکو یہ خدمت دوسرے کے سامنے منظور نہیں یہ منصب بھی کسی اور کو دیدیجئے۔ رزیڈنٹ نے جواب دیا کہ آپ کو اختیار ہے غرضکہ رزیڈنٹ نے غازی الدین حیدر سے اس مضمون کی ایک تحریر لیکر کہ نواب سعادت علیخان کے طریق کے خلاف جو صاحبان انگریز خاصکر صاحب رزیڈنٹ کے ساتھ جاری تھا کوئی مالی یا ملکی کام جان بیلی صاحب کے مشورے کے بغیر ظہور میں نہیں آئیگا اونکو جانشین کیا۔ مبارکباد کی توپیں سر ہوئیں۔ اور حاضرین دربار کو نذر پیش کرنے کا حکم ہوا۔ جب نواب کے دوسرے بھائی شمس الدولہ کی نوبت آئی تو انہوں نے مجبوراً ایک ہاتھ سے نذر پیش کی۔ غازی الدین حیدر نے ظرافت کے طور پر اس ڈھب سے ہاتھ نذر پر ڈالا کہ اشرفیاں زمین پر بکھر گئیں۔ اور سنگریزی میں مخفی کا ہی پڑھی تاریخ جلوس اس مصرع سے نکلتی ہے ؎ خرد گفت جشن وزارت مبارک ؁

منشی عبدالاحد رابطہ نے ایک تاریخ لکھی ہے جس کے نو شعر ہیں۔ اس تاریخ میں یہ صنعت رکھی ہے کہ پہلے مصرعوں کے ابتدا میں سے ایک ایک حرف لیکر اوسکے عدد نکالیں تو سنہ ہجری پیدا ہو۔ اور انہیں مصرعوں کے آخر کا ایک ایک حرف جمع کرکے عدد لیں تو سنہ فصلی نکلے۔ اور دوسرے مصرعوں کے پہلے حروف کے جمع کرنے سے سنہ عیسوی ظاہر ہو۔ اور ان مصرعوں کے حروف آخر کے اعداد سے سنبت بکرمی معلوم ہو ؎

زہے غازی الدین عالی جناب   وزیر الممالک سعادت مآب

بعالم در آمد چو اقبال او | سر قسیلان گشت پامال او
خداوند ملک و خداوند جاه | رعیت نواز و عدالت پناه
سر بیدان عتابے بنیروی بخت | بهمن رکابے بہ بازو سے سخت
تو یمان و سندان فولاد دست | بہم دستیش دست تکسیر شکست
ملک شاہ ثانی بجود و سخا | جہان مروت سحاب عطا
شکوہش لب مرتبت فراشت | شکوہ فلک نام رفعت گذاشت
قدیر سے کہ از دست قدر بر خوشش | نمودہ جہان را بہ تدبیر خویش
شہ دارا رہ را بلطف و شوشش | رسانید گیتی بہر مقصد ششش
بتاریخ عہدی چو جشنش وسیع | کرم آمد عددگفت فی الفور طبع
کہ را یلد ملک تیسنکر دور و دراز | سر ناز بر گیسو دیا سے نیاز

۱۲ | ۳۹

دیگر

وزیر غازی دوران و رستم آفاق | زہے جلوس وزارت نمود بادل شاد
شمار سید رشالت یمن کہ تاریخش | بگو بسید تو و انتماد وزارت باد

غازی الدین حیدر کی بادشاہی کی تاریخ وزیر نامہ میں ۳ رجب ۱۲۲۹ ہجری مطابق ۲۴ جون ۱۸۱۴ء لکھی ہے اور مشہور یہ ہے کہ اوس دن ۱۲ جولائی ۱۸۱۴ء مطابق ۲۲ رجب ۱۲۲۹ ہجری تھی۔ اور اسی تاریخ اون کے اور گورنر جنرل کے درمیان ایک عہدنامہ قرار پایا جسکی رو سے سابق کے تمام عہدنامے جو سابق کے نوابون کے ساتھ قرار پائے تھے کلیۃً بحال اور برقرار رہے۔ سب مقربین کو خلعت ملے۔ مہاراجہ کا خلعت ملا شرط نیابت آغا میر کو عطا ہوا۔ اور اوس کو معتمد الدولہ کا خطاب بھی ملا۔ اور عہدہ واصل باقی سپہ دیا کرسلی کو منسوب کیا۔ اور اوس کو اخصیہ کا خطاب پایا مظفر علی ابن لطف علی خان نے خدمت توپخانے کا اور اہتمام سواری کا پایا۔ اور ولیعہدی کا خلعت مرزا نصیر الدین حیدر کو عنایت کیا۔ اس زمانے میں جان بیلی صاحب رزیڈنٹ روزانہ نواب غازی الدین حیدر کے پاس آتے تھے۔ اور نواب ہفتے میں دو مرتبہ اون کی کوٹھی پر جاتے تھے۔ مرزا جعفر کی وفات کے بعد قمر الدین احمد خان معروف مرزا جی قمر تخلص

عہدۂ خزانچی رزیڈنسی سے مستعفی ہوکر منصب نیابت کی امید پر کارہائے متعلقہ نیابت کو سرانجام دینے لگے۔

رزیڈنٹ کا انتظام ملک کی صورت تجویز کرنا گورنر جنرل کا اودھ میں آنا اور نواب سے قرض لینا

اب انتظام کی صورت رزیڈنٹ کی اعانت سے اسطرح قرار پائی کہ ہر تین لاکھ کے علاقے پر ایک تحصیلدار مامور ہو اور حق التحصیل دو سکڑہ تحصیل سے وہ یک عنایت ہو۔ اور ملازمین اور منشی وغیرہ کے جملہ مصارف اوسکی متعلق ہیں۔ اور فی سیکڑہ ایک روپیہ سے مصارف پولیس واسطے امداد ہو۔ اور تھانہ داران پولیس تحصیلدار کے ماتحت رہیں اور ہر بیس لاکھ روپیہ کے ملک پر ایک ایک ناظم مقرر کیا جاوے اور دو ہزار روپیہ ماہوار تنخواہ ہر ایک کیلئے۔ اور سپاہ ناظم کے ساتھ متعین رہے۔ جب اس مضمون کی رپورٹ رزیڈنٹ نے کونسل کلکتہ کو بھیجی تو وہاں سے جواب ملا کہ عنقریب نواب گورنر جنرل اوس ملک میں آنے والے ہیں۔ نواب اودھ سے ملاقات کرکے اونکی رائے سے تجویز ہوگا۔ اسوقت میں ساہو اور پرمٹ کے محصول پر نظر نہ تھی۔ نواب سعادت علیخان کے عہد میں کوئی شخص اجازت اور چٹھی کے بغیر شہر کے ناکوں سے قدم باہر نہ رکھ سکتا تھا اور اوسوقت میں کوئی شخص دس روپیوں سے زیادہ سرمایہ ملک سے باہر نہیں لے جا سکتا تھا۔ اب یہ روک ٹوک یک لخت موقوف ہوگئی۔ ۱۸۱۴ء میں لارڈ ہسٹنگز گورنر جنرل جو لارڈ ماترا کے نام سے مشہور معروف تھے اضلاع مغربی کیطرف آئے تو نواب نے کانپور سے اون کا استقبال کیا وہ دھوم دھام کے ساتھ لکھنؤ میں رونق افروز ہوئے تین دن مہمان رہے۔ بڑی دھوم دھام سے دعوتیں ہوئیں قیصر التواریخ میں لکھا ہے کہ جب نواب غازی الدین حیدر گورنر جنرل کے خیمے میں داخل ہوئے تین سو کرسیاں پیش گرد تھیں۔ نواب نے بخلاف تعداد کرسی کے ایستادہ ناز کرے نواب محتشم الیہ سے کہا کہ ہم اور ہمارے اقربا مہمان ہیں۔ اگر تعداد اپنے مہمانوں کی ہوگی تو ہم بھی اسی صورت سے پیش آئینگے۔ نواب گورنر جنرل نے یہ بات خاطر سے قبول کیا۔ چنانچہ وہی صورت انگریزوں کے واسطے لکھنؤ میں ہوئی۔ امراء دوسرے کمرے میں جا بیٹھے۔ اور بیٹھ کر نواب سعادت علیخان نواب غازی الدین حیدر گورنر جنرل کو القاب معنوی بزرگ سمجھتے تھے۔ نواب نے اپنے باپ کا

وعدہ پورا کیا اور ایک کروڑ آٹھ لاکھ پچاس ہزار روپے گورنمنٹ انگریزی کو دیا۔ اس روپیہ کو لارڈ ہارڈنگ لوٹانہیں سکتے تھے۔ مگر اوس کو قرض کے طور پر لیا۔ جسکا سود بحساب ششش روپیہ فیصدی سالانہ قرار پایا۔ پڑتا قرض آٹھ روپیہ سیکڑہ پر تھا اوسکو گورنمنٹ چھ روپیہ سیکڑہ بنانا چاہتی تھی۔ اسلئے اس کمی سود کا اشتہار دیا اور لوگون کا قرض کا روپیہ دینا شروع کیا۔ مگر یہان تو خزانہ خالی تھا پچاس لاکھ روپیہ قرض کا باقی رہگیا وہ اس نواب کے روپیہ سے دیا گیا۔

معتمد الیہ آغا میر کو نیابت ملنے کی وجہ

حکیم مہدی علی خان نے نواب غازی الدین حیدر کو یہ سبز باغ دکہایا کہ مرزا حاجی صاحب رزیڈنٹ کا سسر ہے۔ ملک کے تمام معاملات اور دربار کے امورات صاحب رزیڈنٹ کو یہی شخص سمجہاتا ہے جس سے وہ ریاست کے معاملات مین مداخلت کرتے ہین۔ اور اس سے انگریزی عمل و دخل کے پیدا ہونے کا خوف ہے۔ نواب مرحوم نے ہزارون روپئے صاحبان انگریز کی تنخواہون مین صرف کئے ہین اسلئے مصلحت یہ ہے کہ ان انگریزون کے ذریعے سے نواب گورنر جنرل سے معاملات ریاست کی درستی کی صورت نکالی جائے۔ چنانچہ ایک انگریز جو ریاست کا ملازم تھا سفیر بناکر گورنر جنرل کے حضور مین بھیجا گیا۔ اوس نے یہ بات گورنر جنرل کے خاطر نشین کردی کہ نواب غازی الدین حیدر جان بیلی صاحب سے ناخوش ہین۔ تو گورنر جنرل نے رزیڈنٹ سے کہا کہ نواب کی سرکار مین تمہاری بیجا مداخلت ہے۔ اگر اپنی نیکنامی منظور ہے تو نواب سے راضی نامہ لیکر پیش کرو۔ جب رزیڈنٹ نے دیکھا کہ نواب کے راضی نامہ کے بغیر گورنر جنرل کی خوشنودی مشکل ہے تو اونہون نے منشی علی نقی خان سے جو نواب کی خدمت مین آمد و رفت رکہتا تھا مشورہ کیا۔ علی نقی خان نے سید محمد خان عرف آغا میر ابن میر تقی کو جو اولاد شاہ برکات سے تھے اور نواب غازی الدین حیدر کے ایام صاحبزادگی اور ولیعہدی سے پیش خدمتون کے زمرے مین ملازم تھے اور اب نواب کی سرکار کے معتمد علیہ تھے اس بات پر آمادہ کیا کہ وہ نواب سے رزیڈنٹ کے لئے صفائی مزاج کا کاغذ لکہا دین تو اس کے صلے مین رزیڈنٹ اونہین نیابت دلادینگے اور منصب مین ترقی کرادینگے۔ آغا میر نے وہ روغن قاز ملکر نواب سے رضا مند ہوکر راضی نامہ اپنی مہر سے مکمل کرکے رزیڈنٹ کو دیدیا۔ جب وہ کاغذ گورنر جنرل کے ملاحظہ مین گذرا تو حکیم مہدی علی خان مفتری قرار پاکر نظرون سے گر گئے۔ اور وہ چار انگریز جو نواب سعادت علی خان کے عہد سے ملازم تھے موقوف ہوئے۔ اب جان بیلی صاحب کی کوشش سے آغا میر کو عہدہ نیابت ملا

اور بائیس پارچہ کا خلعت عطا ہوا۔ اقبال الدولہ ابن مختار الدولہ اور اکبر علی خان ابن امیر الدولہ حیدر بیگ خان اور اقربا سے سرفراز الدولہ محمد حسن رضا خان۔ اور تفضل حسین خان کے بیٹے جو قدیم سے اس منصب کے وارث تھے اور ہزار درجہ آغا میر سے علم و لیاقت میں اچھے تھے محروم رہے۔ آغا میر کے حوصلے سے یہ عہدہ بڑا ہوا تھا۔ لکھنؤ کے بعض بڑے آدمیوں نے چند مدت اون کو نیابت کی نذر دکھانے میں توہین سمجھ کر اغماض کیا۔ آخرکار اس درجے کو نوبت پہونچی۔ اور ترقی اقبال کا ڈنکا بجا کہ آغا میر کو سلام کرنا اور اونکی خدمت تک پہونچنا اپنے بزرگان مردہ کا افتخار سمجھتے تھے۔

شمس الدولہ کا بنارس کو چلا جانا اور انتظام ملک کے معاملے میں جان بیلی صاحب کی تجویز کا موقوف رہنا اور محاصل ملک میں کمی واقع ہو جانا

شمس الدولہ یہاں کے انتظامات کو دیکھ مایوس ہوئے اور اپنے تمام اہل عیال اور خزانہ اور اسباب امارت اور رفقا کو لیکر بنارس چلے گئے۔ چودہ ہزار ایک سو اکہتر روپیہ ۱۴۱ آنہ ماہوار جو نواب سعادت علیخان کے عہد سے مقرر تھے بدستور بحال رہے۔ بلکہ دو ہزار چار سو چورانوے روپئے ساڑھے بارہ آنے حال میں اضافہ ہوئے تھے۔ دو سو اونٹ اور سو کہار بردار اور پچیس ہاتھی اور دو سو گھوڑے اور پیادہ دستہ اور نوبت ماشہ اور نوبت و نشان یہ سب سامان امارت اون کے ساتھ تھا۔ اب غازی الدین حیدر کا دل مطمئن ہوا۔ جان بیلی کی مداخلت انتظام مالی و ملکی میں باقی نہیں اسلیئے جو نقشہ انتظام ملک کا بیلی صاحب نے تجویز کیا تھا وہ منسوخ ہوا طریقہ مستاجری قدیم کا جاری کیا گیا۔ مگر نظامت اور کلکٹری کی صورت بدستور قائم رہی۔ دو کلکٹریاں علی نقی خان کے ذیل میں تھیں۔ اون میں سے ایک کلکٹری قطب الدین حسین خان سے نامزد تھی۔ اور دوسری جعفر علی خان پسر زین العابدین خان سے متعلق تھی جو اکبر علی نقی خان کو دیکر عامل کی تھی اور ایک چکلہ معتمد الدولہ کے فرزند کے نام مقرر ہوا اور اوسکی نیابت بھوانی پرشاد کو ملی۔ اور ایک کلکٹری کندن سنگھ کے نامزد ہوئی۔ یہ شخص راے بالک رام کا بیٹا اور راجہ جھاؤ لال کا قریبی رشتہ دار اور دیا کرشن کا سمدھی تھا۔ اور ضلع بریلی سے کسی برس کے عہد آباؤ نہایت دانشمند اور صاحب علم آدمی شاعر بھی تخلص تھا مرزا قتیل کا شاگرد تھا۔

اور خیرآباد و محمدی کی کلکٹری حکیم مہدی علی خان کو راجہ دیا کرشن کی کوشش سے کچھ جمع کی بیشی کے ساتھ ملی باوجود اس انتظام کے ملک کی آمدنی کم ہوئی۔ چالیس لاکھ سے زیادہ کی کمی پیدا ہوگئی۔ صرف کروڑ روپئے وصول ہوتے تھے۔ باقیات کی تحصیل کے لئے یہ راستہ کھلا کہ متصدیان ملکی و دیوانی نہ باقیات علاوہ کو جمع وال کے شامل کر کے عاملی قدیم یا جدید سے مہر کرا لیتے تھے۔

شہر کے عملہ کوتوالی کی بدنفسی

نواب سعادت علیخاں کے عہد میں باہر کے ڈاکو شہر میں نہیں آنے پاتے تھے اور شہر کے رہنے والے اگر کوئی واردات کرتے تھے تو اون کا فوراً تدارک ہوتا تھا۔ نواب غازی الدین حیدر کے عہد میں بال گوبند مہاجن کے گھر پر دن ساہوکارے میں سر شام ڈاکہ پڑا اور اس کا جرم دہولی بیگ کوتوال کے سر پر کہا گیا۔ اوس نے بہت عذر کیا کہ یہ چور شہر کے تھے۔ آخر میں اثنا میر روشن علی کے گھر میں جو معتمد الدولہ کا بھائی کہلاتا ہے رہتے ہیں کسی کی مجال نہیں کہ روشن علی کا نام زبان پر لاسکے۔ کوتوال کا یہ عذر نہ سنا گیا۔ وہ بچارے آبرو کے لئے کچھ کہا کر مر گیا۔ ڈاکہ برآمد ہوا۔ بعد اس کے مثی کا نام علیخان کو جو شیدی فولاد خان کی اولاد سے تھا معقول نذرانہ دینے کے بعد کوتوالی کا عہدہ حاصل ہوا۔

بہو بیگم والدہ آصف الدولہ کی جاگیر و زرنقد کا معاملہ

بہو بیگم سلطنت اودھ کی بہت اہم ایک فتنہ تھی۔ اور نیچا دکھانا آصف لوگوں کے ہاتھوں میں گرفتار تھی اس کے طفیل سے بھی اکثر انگریزوں کو سلطنت میں مداخلت کا موقع ملتا تھا۔ اور سلطنت کے رعب و داب میں فرق آتا رہتا تھا۔ اور کبھی اطمینان کے ساتھ اس کی جاگیر میں شور و شر اور فتنہ و فساد کے دبانے کا موقع نہیں ملتا تھا۔ اور خدا کی شان تو دیکھئے کہ عمر کتنی لمبی پائی اگر اتنی لمبی عمر شجاع الدولہ کی ہوتی تو سلطنت نے ایک جو زوال کا سنہ دیکھا تھا اتنا سخت روز بد اوسکو دیکھنا نصیب ہوتا۔ اور اوسمیں بدنظمی اسقدر نہ آجاتی جس سے بخوبی انگریزوں کی دل افزائی ہو گئی۔ جبکہ بہو بیگم کا وصیت نامہ میں اوسنے چاہا تھا کہ وہ گورنمنٹ انگریزی کو اپنے علاقے اور زرنقد کا وارث قرار دینگی اگر وہ نواب سعادت علیخان کی اطاعت سے بری کیجائے اور اوس کے رشتہ داروں اور متعلقین کو بلا مزاحمت اپنی اپنی جائداد پر قبضہ رکھیں منظور ہوا تو اوسنے

۲۲ - رجب سنہ ۱۲۲۸ ہجری مطابق ۲۵ - جولائی سنہ ۱۸۱۳ء کو ایک امانت نامہ گورنمنٹ انگریزی کے
نام تحریر کیا جسکا مضمون یہ تھا کہ یہ امانت نامہ نواب بہو بیگم دختر مؤتمن الدولہ اسحاق خان زوجہ
نواب شجاع الدولہ والدہ نواب آصف الدولہ کی طرف سے گورنمنٹ آنریبل کمپنی کے نام ہے
جسکا وعدہ حفاظت واسطے میرے اور میرے عزیز و متعلقین کے بارے مین بمضمون مدت
سے قایم ہے کہ میری جاگیر و مکانات جائداد اور ہر قسم کا اسباب میری زندگی مین میرے قبضہ
اختیار مین رہیگا - اور صرف مجھکو ہی اوس کے صرف کرنیکا اختیار اون لوگون کی پرورش
اور پرداخت مین حاصل رہیگا - جو میرے عزیز اور میرے وابستہ اور رشتہ دار اور خواجہ سرا
اور خادم ہین جسطرح مجھکو مناسب معلوم ہو اوسطرح اوسکو صرف مین لاؤن - مگر اس خیال سے کہ زندگی
چند روزہ ہے اور اس نظر سے کہ آیندہ کا بھروسہ حتی القایم اور صحیح النفس و العقل ہونے
تک ضرور ہے اسلیے مین تمام جائداد و اسباب نقد و جنس ظروف و جواہرات وغیرہ جو اب میرے
قبضے مین ہے تعدادی و قیمتی ستر لاکھہ روپیہ موجب سند علیحدہ مہری و دستخطی میرے کے بطور امانت
کے گورنمنٹ انریبل کمپنی کے حوالے کرتی ہون اور جو بعد اس کے تا ایام زندگی میرے پاس جمع ہوگا
اوس کا بھی اختیار گورنمنٹ انگریزی کو اس غرض اور نیت سے دیتی ہون کہ اولیاے گورنمنٹ مذکور بنظر
دوستی قدیمہ جو اوس نے میری زندگی مین میرے ساتھہ مرعی رکھی ہے وہ میرے بعد بھی
مرعی رکھکر محافظ میرے اون تمام لوگون کی ہوگی جو میرے عزیز اور بھانجے بھتیجے اور رشتہ دار
اور خواجہ سرا اور متوسل ہین اور اونکی جاگیرین اور نقد تنخواہین ہر ایک شخص کی اور اونکے ورثا
کی میرے ذاتی روپیے کی آمدنی سے قایم اور جاری رکھیگی اوسی قدر جسقدر کہ فرد مفصلہ
مہری مین درج کی ہے تاکہ اس ذریعے اونکو مستغنی الاحتیاج رکھے - اسکے سوا گورنمنٹ انگریزی
میرے اون رشتہ دارون اور متوسلون کی حفاظت غیر کے ظلم و زیادتی کے مقابلے مین کریگی اور
اونکی اعانت اون مکانات اور باغات اور بازار اور دوکانات وغیرہ کے قبضے مین کریگی جو میری
زندگی مین اونکے قبضے مین ہونگے - اور اس کا بھی لحاظ رکھیگی کہ کوئی شخص اونکو یا اونکے ورثا کو
اونکے مقبوضات کی نسبت تکلیف نہ دے - اور چونکہ میرے اہلکار ملازم و ارباب علاقہ ناظر نے
اور میری سرکار کے دوسرے نوکرون و خواجہ سراون و متوسلون نے مجھکو اب تک رضامند رکھا ہے
اور آیندہ بھی مجھکو میری زندگی بھر خوش اور رضامند رکھینگے - اسلیے مین چاہتی ہون کہ اونسے
کچھہ مطالبہ نہ کیا جاوے اور نہ اونسے کچھہ حساب وکتاب لیا جاوے - صرف یہ امر ہو کہ میرے بعد جو

اونسی حسب الحکم میرے تمام جائداد و نقدی و اسباب مذکورہ بالا جو اب میرے قبضے مین ہی
اور اسکے بعد میرے پاس جمع ہوگا - انریبل کمپنی کو دلوا دین - اور اس تمام جائداد وغیرہ حساب وہ
بایمانداری دینگے - ماسواے رقوم پرورش مندرجہ فرد منسلکہ کے میرے ملازم داراب علیخان
کو تین لاکھ روپیہ سکہ لکھنو میرے مقبرے کی تعمیر کے لیے اور ایک لاکھ روپیہ نذرانہ کربلا و نجف اشرف
اور دوسرے مقامات متبرکہ کے لیے دیا جاوے - اور اوسکے صرف مین اختیار اوسی کا ہے اور
چونکہ وہ ایماندار اور راست کردار ہی اس لیے وہ اوس روپیے کو امور مذکورہ مین صرف کرے گا اور مقبرہ
مذکور کے سالانہ صرف کے لیے دہات پرگنہ پچھم راٹھ جنکی آمدنی دس ہزار روپیہ سکہ لکھنو ہی - وقف جانین
اور جو کچھ آمدنی مین بچے وہ صرف غربا اور مومنون کی خیرات کے صرف مین آوے جو اوس مقبرے
مین رہتے ہون تاکہ دلجمعی سے وہان رہین - میرے عزیزون - بھتیجون - اور بھانجون - اور خواجہ سراؤن
اور بوا اور ماماؤن اور دوسرے متوسلین کا زر تنخواہ وقت بر میری جاگیر اور میری ذاتی جائداد کی
آمدنی سے داراب علیخان کو دیا جاوے اور وہ زر مذکور کو ان مین تقسیم کرے گا - اور اوس کی سفارش
اور بیانات اونکی نسبت جس قسم کے ہون اوسکی مطابق اونکا لحاظ کیا جاوے - تنخواہ اور رقوم مذکورہ بالا
کے دینے اور تمام کرنے کے بعد جو کچھ نقد و جنس میری جائداد سے فاضل رہے اوسکا کل اختیار
گورنمنٹ انریبل کمپنی کو ہے جو چاہے کرے - اور جس طرح چاہے اوس کو صرف مین لاوے -
مگر چونکہ میرے متعدد واسطہ دار اور رشتہ دار جنکا ذکر فرد منسلکہ مین درج ہی جاگیرات و نقدی وغیرہ عطیہ سرکار
وزیر پر قابض ہین - اور یہ جاگیر وغیرہ اونکی وفات پر بخلاف رسم میری سرکار کے ضبط ہو جاوے گی تو یہ امر
گورنمنٹ انگریزی آنریبل کمپنی پر فرض ہے کہ وہ تنخواہ وغیرہ مندرجہ فرد تفصیل کے دینے کے بعد اسقدر
روپیہ اپنے قبضہ مین رکھے کہ وہ ان رشتہ دارون اور واسطہ دارون کے پسماندگان کی پرورش
دوامی کے واسطے کافی ہو جنکی جاگیر وغیرہ وفات کے بعد ضبط ہوگی تاکہ کوئی میرے متوسلین وغیرہ مین سے
محتاج ہوکر خوار نہو - میر جان علی صاحب ریذیڈنٹ فیض آباد کو خود بیگم صاحبہ کے پاس گئے - اور
اونکے ہاتھ سے فرد جمع خزانہ تفصیلی چھہتر لاکھ روپیہ کی حاصل کی - بیگم صاحبہ نے ریذیڈنٹ
کو یہ بھی اطلاع دی کہ اس رقم کے سوا اونکے پاس ایک لاکھ روپیہ نقد اور پانچ لاکھ کا جواہرات وغیرہ
بھی اون کے مکانات مین موجود ہے - فرد منسلکہ امانت نامے کی رو سے کل دو لاکھ چھیانوے ہزار
نوسو تیرہ روپیہ سالانہ یعنی چوبیس ہزار سات سو اڑتالیس روپیہ ماہوار کا تخمینہ ہوا -
اس فرد کے آخر مین بیگم صاحبہ کی طرف سے یہ مضمون تحریر ہوا تھا کہ میرے بعد تم داراب علیخان

اور نواب سالار جنگ کے خاندان کی تنخواہ ویسی ہی رہیگی جیسے نواب آصف الدولہ کے عہد میں تھی اور گورنمنٹ انگریزی اونکی رعایت اور اعانت ہر موقع پر کیا کریگی اور اگر آیندہ قابضان حال کی وفات کے بعد تنخواہ مذکور یا جزو تنخواہ اونکی نواب وزیر ضبط کریں تو گورنمنٹ انگریزی بموجب درخواست مندرجہ امانت نامہ کے اونکی نسبت عمل کریگی یعنی میری جاگیر کی آمدنی میں سے یا میری جائداد میں سے جو اسکے سپرد ہوگی معقول تنخواہ اونکی مقرر کردیگی میرزا قاسم علیخان کی تنخواہ بھی اوسی حال پر رہیگی جیسے نواب آصف الدولہ کے عہد میں تھی - اور گورنمنٹ انگریزی اونکی بھی اعانت ہر موقع پر میری وجہ سے کریگی اور اگر آیندہ میرزا قاسم علیخان کی وفات کے بعد نواب وزیر اونکی کل یا جزو تنخواہ ضبط کریں تو گورنمنٹ انگریزی بموجب تحریر امانت نامہ کے عمل کریگی یعنی اونکے ورثا کی تنخواہ معقول میری جاگیر یا جائداد امانت سے دیا کریگی اور اخراجات خاص محل کی تنخواہ محال گونڈہ سے بمثل سابق ادا کر اور اوس محال کے اہلکار بموجب فرد [illegible] کے تنخواہ دیا کریں اور اگر آیندہ لطف النسا اور میرزا محمد تقی خان اور میرزا [illegible] یار اونکی اولاد کی کل یا جزو تنخواہ نواب وزیر ضبط کریں تو گورنمنٹ انگریزی بموجب تحریر امانت نامہ کے عمل کریگی یعنی میری جاگیر یا جائداد امانت کی آمدنی سے اونکی معقول تنخواہ دے - میرزا حیا کی اولاد کی تنخواہ میری وفات کے بعد بمثل سابق کے جاری رہیگی - اور اگر ضبط ہوجاوے تو گورنمنٹ انگریزی اونکو گذارہ کے لیے میری جاگیر یا جائداد امانت کی آمدنی سے معقول تنخواہ مقرر کردے - تنخواہ نواب جو [illegible] الدولہ کی جاگیر کی عوض میں مقرر ہوئی تھی اونکی اولاد اور متوسلوں کو دیجاویگی ورنہ گورنمنٹ انگریزی معقول تنخواہ اونکے لیے میری جاگیر یا جائداد امانت کی آمدنی سے دیگی بعد اون تنخواہوں کی نسبت تھا جو سرکار کے ذریعہ سے اون لوگون کے لیے مقرر ہیں - نواب سعادت علیخان جب تک زندہ رہے اونپر اس امانت نامہ کا حال نہین کھلا اونھون نے ۱۱ جولائی سنہ ۱۸۱۴ء کو وفات پائی - اس امانت نامہ کو گورنمنٹ انگریزی نے قبول کرلیا اور اوسکی تعمیل کی ضامن ہوئی کہ جہان تک اوسکے متعلق ہو تعمیل اوسکی ہوگی اور جب بھی اوس کے لیے یہ قایم کردی کہ بیگم کا رتبہ ایسا عالی ہے اور نواب وزیر سے اوسکا ایسا رشتہ ہے کہ وہ اوس رعایا تو نہیں ہے جسکے کل مال کا مالک بادشاہ ہوتا ہے اسے اونکی جان و مال کی وارثہ قرار دیا ہوتی ہے جو خود نواب کی مسند نشینی کا سبب ہوئی ہے بہو بیگم کو اختیار دیا جاتا ہے کہ وہ اپنی ذاتی دولت کو جس طرح میں چاہیں خرچ کریں لیکن شرط یہ کہ وہ صرف نواب کی ریاست کے لیے مضرت رسان نہو اور جب اونکا انتقال ہوگا تو سرکار کمپنی اونکی ساری دولت نواب اور ملک اودہ کی رفاہ عام کے کامون میں خرچ کرنے کے لیے دیدیگی - تدابیر مجوزہ سے کا

رضا۔ بہو بیگم کی مرضی سے نواب غازی الدین حیدر پر کیا گیا اور اونکا اطمینان کیا کہ بعد وفات بیگم
کے گورنمنٹ اونکو وارث منظور کریگی بشرطیکہ تمام شروطات نامہ کی تعمیل وہ کرین۔ اس تجویز
کی نسبت نواب نے اپنی رضامندی بذریعہ تحریر مرقومہ ۱۲۔ اگست ۱۸۱۴ع ظاہر کی۔ اور جناب عالی
صاحب رزیڈنٹ کی چٹھی کے جواب مین اس بہو سے بہانے اور بیحد نواب نے گورنمنٹ
انگریزی کے عطوفت اور فیاضی کا اس باب مین جو شکریہ ادا کیا ہے وہ سفنی اور نواب کی عقل
و دانش کی داد دینے کے قابل ہے۔ نواب نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ میرے پاس کی چٹھی مرقومہ
۱۹۔ جولائی ۱۸۱۴ع پہنچی نہایت خوشی ہوئی آپنے لکھا ہے کہ آپکے پاس گورنر جنرل کا حکم پہنچا ہے
کہ آپ مجھے معاملہ فیض آباد وغیرہ سے اطلاع دین اور بھیجی تمام کاغذات مرسلہ نہایت غور اور خیال سے
پڑھے سچ تو یہ ہے کہ اس سرکار کا کبھی کوئی ایسا دوست صمیمی اور رفیق دلی نہ تھا اور نہ آیندہ ہوگا جو ایسی
بنظر مہمانانہ زیادہ دوستی رکھتا ہو جیسی گورنمنٹ آنریبل کمپنی رکھتی ہے جسنے بغیر لحاظ اپنے فائدہ کے
اسقدر قیمتی جائداد کے لینے سے انکار کیا جو نواب بہو بیگم صاحبہ اونکی نام کرتی ہین اور یہ قرار دیا کہ
وہ سب جائداد بعد ادا کرنے تنخواہ و سالانہ وغیرہ کے جو بیگم صاحبہ نے صدق نیت سے اپنے رشتہ دارون
اور متوسلون کے نام کیا ہے اور گورنمنٹ انگریزی نے اوسکی ادا ہونے کا وعدہ کیا ہے مجھکو دیجاے
جو میرے دل پر اسکا اثر پیدا ہوا ہے اوسکے بیان مین لکھ قاصر ہے اور دل مین نہایت خوشی
اون تجویزونکو منظور کرتا ہون جو گورنر جنرل نے نسبت مجھ راقم مصارف مقبرہ بیگم صاحبہ اور دوسرے
اخراجات مندرجہ وصیت نامہ کے لیے دینے کو مجھے لکھا ہے بموجب اوسکے مین اس تحریر کی رو سے
اقرار کرتا ہون کہ جب بہ قضاے الہی میری دادی اس جہان فانی سے انتقال کرینگی تو واسطے
مجھ راقم بھی دس ہزار روپیہ سالانہ کے علاوہ جو کہ مصارف مقبرہ بیگم صاحبہ کے لیے عطا کئے جاینگے
اور انکے سوا تمام تنخواہین اور زر پرورش جو بیگم صاحبہ کے رشتہ دارون کی نام پر ہے اور اسباب کے
اونکو اس سرکار سے ملتا ہے وہ ہمیشہ کے لیے اونکی اور اون کے ورثا کے نام قایم اور جاری
رہیگا۔ اور مجھکو کبھی اوس مین عذر نہوگی آپ کو اپنا دوست صمیمی اور خیرخواہ سرکار کے مین جانتا ہون
کہ آپ بلا توقف یہ سب مراتب گورنر جنرل بہادر کی خوشنودی کے لئے اطلاع فرمائینگے
۵ دسمبر ۱۸۱۵ع کو وفات پائی اور جائداد قیمتی [illegible] لاکھ روپیہ کی [illegible] جبکہ لارڈ
ہسٹنگز لکھنؤ مین رونق افروز ہوئے تو بہو بیگم مرحومہ نہین۔ دارب علینقی خان خواجہ سرا بہو بیگم صاحبہ کے
کاغذ کے سوال و جواب کے لیے لکھنؤ مین آیا تھا خلعت سے سرفراز ہوکر رخصت ہوا تھا۔ گورنر جنرل کا

جب بیگم کی جاگیر اور مال و اسباب فیض آباد کا قضیہ پیش ہوا تو فرمایا کہ نواب صاحب اس ملک کے مالک
اور جملہ مال و اسباب کے وارث ہیں پر انتقال ہونا وہاں کے اسباب کا منظور نہیں۔ بہو بیگم صاحبہ کی وفات
کی وجہ سے ہزاروں آدمی بیکار اور بے معاش ہو گئے تھے اہالیان کمپنی اور ریاست کے افسر فیض آباد
میں اسی وجہ سے اور سلطان پور گونڈہ کا علاقہ بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر کی جاگیر میں مقرر ہو گیا
راجہ بختاور سنگھ جس کو نواب سعادت علیخان نے ترقی دی تھی اور نہایت ہوشیار آدمی تھا معتمد الدولہ
کی جانب سے بہو بیگم کے خزانے کی موجودات کے لئے بھیجا گیا۔ اوس کے ساتھ اور کئی متصدی
بھیجے اور ریزیڈنٹ نے اپنے اسسٹنٹ کو بھیجا اور اوس کے ساتھ منشی حیدر گیا اور مرزا پناہ علی
منشی گو افسر تخلص واقفیت کی وجہ سے اس جماعت کے شریک تھا داراب علیخان خواجہ سرا نے
خزانے کی کنجی اسسٹنٹ کے سپرد کر دی اور چند عرصہ کے بعد اوس کا انتقال ہو گیا۔ یہ شخص مستعد تھا
اسکے مرنے کے بعد بہو بیگم کے مال و اسباب میں خیانت پیدا ہونے لگی۔ راجہ بختاور سنگھ کا صاحب
ثروت ہونا اسی وقت سے مشہور ہے۔ اور جو کوئی اس معاملہ میں شریک تھا وہ بھی صاحب دولت بن گیا۔
جو کچھ نقد جنس بیگم کی سرکار سے منشی میں آیا تھا فتح علی خان کی جسکا خطاب ظفر الدولہ بہادر تھا تحویل
میں داخل ہوتا تھا اور اوس کے کوٹھی و ہر کے خزانے سے زائد خزانہ ریزیڈنسی میں داخل ہوتا تھا
اور بہو بیگم نے متعلقین کی ڈیوڑھیات کی داروغگی کا عہدہ اصغر علی خان اور مرزا حسین علی خان بن نواب
قاسم علیخان نے ریزیڈنٹ سے سفارش کر کے پناہ علی منشی کو دلایا۔ یہ عہدہ اگرچہ گمنام تھا مگر در پردہ
فوج عظیم اسمیں حاصل تھی۔ تھوڑے ہی عرصے میں یہ شخص لاکھوں روپے کا آدمی ہو گیا۔ پناہ علی
کی وفات کے بعد معتمد الدولہ اور مرزا حسین علی خان کو روغن قاز مکار سیا پر رکھی گیا کہ پیشکش نذر کرے
تو پناہ علی کا قائم مقام بنایا جاوے اسکی وجہ یہ تھی کہ حسین علی خان کو نواب سالار جنگ اور قاسم علیخان
کے گھرانے سے کبھی جاگیرات ... معتمد الدولہ کو اوسکا حاصل کرنا منظور رہا لیکن صاحب
ریزیڈنٹ کو مرزا محمد تقی خان کی پاسداری منظور تھی اسلئے حسین علی خان اوس جگہ پر مقرر نہ ہو سکا۔ مرزا
محمد تقی خان مالک تھے اور گویا فیض آباد کے نواب تھے بی بی لطف النساء بیگم جو بہو بیگم کی روشنی چشم
تھی وہ اونکے نکاح میں تھی مرزا احمد خلف مرزا تقی خان اسکے بطن سے تھے۔ صاحب ریزیڈنٹ
نے فیض آباد کے تمام معاملات کا انتظام محمد تقی خان کی رائے پر رکھا اور گنگا پرشاد کا پیشہ تقسیم
وثیقہ کے واسطے نوکر ہوا۔ اور چند سال میں اتنی دولت جمع کی کہ نئی عمارتیں اور باغات تیار کرائے
پھر ایک مدت تک یہ کام مرزا احمد سے متعلق رہا۔ مگر یہ شخص کو بھی گنگا پرشاد کی وجہ سے آخر کار

کہنائی مین بڑا اور اسقدر مناقشہ اہل خاندان مین پیدا ہوا کہ اوس کے نفیسے دست بدست قرار پائے اور بہو بیگم کے تمام اسباب پر اختیار کامل نواب غازی الدین حیدر کو رہا۔ بہو بیگم کی وفات کے بعد یہ تجویز ہوئی تہی کہ اونکی جائداد کے بارے مین جو شرائط قابل تعمیل گورنمنٹ انگریزی اور نواب کے درمیان ہون اونکی نسبت عہدنامہ تحریر ہو مگر نواب اسپر راضی نہوئے اور اونہون نے بیان کیا کہ جو ایک عہدنامہ ۱۸۱۴ء مین ہوچکا ہے اب اور عہدنامہ کیا ضرور ہے۔ اسلیے گورنمنٹ انگریزی نے اصرار اس امر مین نہین کیا۔ بہو بیگم کی تمام ذاتی جائداد نواب کے سپرد ہوئی۔ اور اونہون نے ۷۰ لاکہہ ۴۸ ہزار ۲۰۸ روپئے انگریزی خزانے مین داخل کئے کہ اوس کے سود سے اون پنشنون کی ادائی بموجب کاغذ امانت داری کے جائداد پسماندہ بہو بیگم سے مشروط تہی ادا کی جائے [illegible] پنشن کہلاتی ہین لیکن سوا اور اکثر جاگیرین ایسی نہین کہ اونکا ادا بہی خزانہ اودہ سے مشروط تہا [illegible] اور اگر نواب اونہین کمی کرتے یا اونکو موقوف کرتے تو گورنمنٹ انگریزی اسقدر روپیہ وثیقہ دارون کو جائداد پسماندہ بیگم سے دلاوتی اور اس قسم کے وثیقے سے مرزا علی اور سالار جنگ اور بیگم کے تین بیٹون یعنی مرزا قاسم علی و اکبر علی اور [illegible] علی اور خاص محل کے واسطہ دارون کے وثیقے متعلق تہے۔ مرزا علی اور سالار جنگ اور اونکے تین بیٹون کے وثیقے اس انتظام مین شامل ہوگئے جو وزیر سے پہلے زر قرضہ اودہ کے بابت عمل مین آیا تہا اور خاص محل کا وثیقہ جو لطف النسا اور مرزا محمد تقی خان اور مرزا نصیر اور اونکی اولاد کے نام پر ہے اور جسکی تعداد سہ ہزار روپیہ ماہواری ہے ضمانت انگریزی کی رو سے اونکو تعلق ہوا۔ یہ وثیقہ ضمانتی کہلاتا ہے —

زر قرضہ جو گورنمنٹ انگریزی کو دیا گیا

۱۸۱۴ء مین جو نواب وزیر نے ایک کرور آٹہ لاکہہ پچاس ہزار روپیہ گورنمنٹ انگریزی کو قرض دیا تہا اوس کا سود بحساب چھہ روپیہ سیکڑی سالانہ قرار پایا تہا اس کے سود کی نسبت یہ قرار پایا کہ سود کا تمام روپیہ جسکا ماہواری چون ہزار دو سو پچاس روپیہ اور سالانہ چھہ لاکہہ اکیاون ہزار روپیہ ہوتا ہے وثائق مین دیا جاے اور یہ بہی مقرر ہوگیا کہ جو وثیقہ ضبط ہوجائے اوس کا اصل روپیہ سرکار اودہ کو واپس ملے۔ پنشن مذکور یکم ذی الحجہ ۱۲۲۹ ہجری مطابق ۱۴ نومبر ۱۸۱۴ء سے شروع ہوئی —

نام وثیقہ دار	تعداد زر وثیقہ ماہوار	تعداد زر وثیقہ سالانہ
شاہزادہ مرزا سلیمان شکوہ	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ
نواب شمس الدولہ مع خاندان متوسلان	۱۶۶۶۶ روپیہ ۱۰ آنہ ۶ پائی	دو لاکھ روپیہ
متعلقان شمس النسا بیگم ۵ شخص	۴۰۰۰ روپیہ	۴۸۰۰۰ روپیہ
مرزا شہامت علیخان	۲۸۰۰ روپیہ	۳۳۶۰۰ روپیہ
مرزا مسیحو	۱۶۴۷ روپیہ	۱۹۷۶۴ روپیہ
خاندان مرزا علیخان و سالار جنگ	۶۷۲۷ روپیہ ۱۱ ۵ پائی	۸۰۷۳۴ روپیہ ۱۱ آنہ
مرزا قاسم علیخان	۳۳۹۹ روپیہ	۴۰۷۸۸ روپیہ
اکبر علیخان و اصغر علیخان	۲۱۰۹ روپیہ ۶ آنہ	۲۵۳۱۲ روپیہ ۸ آنہ
متعلقان طیبہ بیگم ۱۴ شخص	۳۲۶۶ روپیہ ۳ آنہ ۶ پائی	۳۹۱۹۳ روپیہ ۱۴ آنہ
مرزا رمضان علیخان	۴۸۵۱ روپیہ	۵۸۲۱۲ روپیہ
متعلقان حسین علیخان و لد حیدر بیگ خان ۳ شخص	۲۰۰۰ روپیہ	۲۴۰۰۰ روپیہ
متوسلان و متعلقان تحسین علیخان ۹ شخص	۷۷۵ روپیہ	۹۳۰۰ روپیہ
میزان کل	۵۴۲۴۲ روپیہ ۹ پائی	۶۵۰۹۰۴ روپیہ
فاضل	۷ روپیہ ۱۵ آنہ ۳ پائی	۹۵ روپیہ ۷ آنہ
مجموعہ ہر دو	۵۴۲۵۰ روپیہ	۶۵۱۰۰۰ روپیہ

سنہ ۱۸۱۵ء میں کثرت مصارف جنگ نیپال کی وجہ سے ایک کرور روپیہ کی سو فیصدی چھہ روپیہ سالانہ پر درخواست کی گئی مجبوری وہ بھی اونھوں نے قرض کے طور پر دیدیے۔ مگر جب جنگ ختم ہوئی تو قرض کے عوض ضلع کھیری آلہٹہ اور ملک ترائی جو گورکھوں سے لیا تھا نواب وزیر کو دیا گیا۔ یہ علاقہ دریا سے گھاگرہ اور گومتی کے درمیان واقع ہے اور نواب وزیر کو پرگنہ نواب گنج بھی جو ضلع گورکھپور کا جز تھا دیا اور اونکا پرگنہ مہدیا عرف کیوہی جو ضلع پرتاب گڑھ نواب میں شامل اور درمیان اضلاع انگریزی جونپور اور مرزا پور اور الہ آباد کے واقع تھا گورنمنٹ انگریزی نے تبادلے میں خود لیا نواب گنج کا محاصل مہدیا کے مساوی تھا۔ اس بارے میں ایک عہدنامہ یکم مئی سنہ ۱۸۱۶ء مطابق دوم جمادی الآخر سنہ ۱۲۳۱ ہجری کو مسٹر سٹرچی صاحب رزیڈنٹ کی معرفت لکھا گیا۔ جو رزیڈنٹی گوالیار کے لکھنؤ میں جان بیلی صاحب

کی جگہ مقرر ہو کر آتے تھے۔ نیپال کی مہم میں غازی الدین حیدر نے تین سو ہاتھی بھی انگریزوں کے پاس مدد کو بھیجے تھے۔

معتمد الدولہ آغا میر کا قید ہونا

معتمد الدولہ کے زوال کی صورت کئی وجہ سے ظہور میں آئی (۱) کسی شخص نے آمد و رفت کے دروازہ پر اس مضمون کا ایک کاغذ چسپاں کر دیا کہ علی نقی خان اور معتمد الدولہ دونوں شیر و شکر ہو رہے ہیں غازی الدین حیدر کو اس مضمون سے اطلاع ہو گئی تو یہ منظور ہوا کہ معتمد الدولہ کو سزا دیجائے (۲) شہر میں تبرا کا یہ زور ہوا کہ ساتویں اور آٹھویں محرم کو آغا باقر مرحوم کے امام باڑے میں اہل سنت اور اہل شیعہ میں بہت دنگا ہوا۔ یہاں تک کہ جو علم دلدل اور ضریح خاص محل اور خورد محل سے اٹھتے تھے وہ گرا دئے گئے اور نوبت کشت و خون کی آ گئی۔ اور فرنگی محل کے کوچے میں مرزا جعفر اور مرزا حاجی کے مکانوں کے قریب وہ شور و ہنگامہ برپا ہوا کہ شیعوں نے ادن اہل شام اور کوفہ کے جو جناب امیر اور اونکے صاحبزادوں سے لڑتے رہے نام لیکر سو سلان کھینچی دسکوں سے لندن وغیرہ کے حق میں ایسے شور و شر سے تبرا کی بوچھار کی کہ صاحب رزیڈنٹ نے نواب وزیر سے اس بات کی شکایت کی (۳) کاربردازان کمپنی کی سلطنت پر شکایت پیش ہوئی کہ قحط سالی میں غلے کی گرانی میں رعایا سے کثرت سے رشوت لیتے دہے جس سے رعایا کو بڑی پریشانی کا سامنا ہوا (۴) معتمد الدولہ نے آمدنی ملک کو اپنی ذات خاص کے مصارف میں اس کثرت سے خرچ کرنا شروع کیا کہ ریاست کے ملازموں کو تنخواہ نقسیم نہو سکی (۵) معتمد الدولہ کا بھائی میر روشن علی اہل حرفہ پر ظلم و تعدی کرتا تھا کسی اگر سو روپئے کا اسباب مول لیتا تو اوسکو دس روپئے بھی مشکل دیتا تھا اور لوگون کو ہر وقت کا لیا دیتا رہتا تھا۔ اور معتمد الدولہ اس کا کچھ انتظام نہیں کرتے تھے۔

(۶) معتمد الدولہ نے دولت پورے میں اپنے واسطے عمارات تیار کرائی تھیں تو ہزاروں مکانات پختہ و خام رعایا کے کھود کر خاک میں ملا دئے گئے اور مکان والے پریشان حال مارے مارے پھرنے لگے۔ اور اگر کسی کو مکان کا معاوضہ دیا تو ہزار میں سو روپئے دئے۔ اور مکانات کے خریدتے اور خالی کرانے میں وہ مہلت کی کہ مکانات والوں کو اپنا اسباب اوٹھانا مشکل تھا۔ غرض اس ظلم و تعدی کے ساتھ کئی محلے کھدکر معتمد الدولہ کی عالی شان عمارت میں باغ شہر میں تیار ہوئیں غریب ہندو مسلمانوں کے نالے گوش فلک تک پہنچے مگر بادشاہ کے

سکا اذن تک پہنچنا کمال دشوار تہا کیونکہ کسی کی عرضی معتمد الدولہ کی نظر ثانی کے بغیر نواب تک جا نہ سکتی تھی اتفاقاً کسی کی عرضی نواب بیگم ملاحظہ تک پہنچ ہی جاتی تھی تو معتمد الدولہ عرض کرتے تھے کہ شہر کے کوچے تنگ ہیں اور کیچڑ ہوتی ہے جسکی وجہہ سے گلی و سیع سرکاری کا گذر مشکل ہوتا ہے مکانوں کی شکست و ریخت آراستگی کے لئے ظہور میں آتی ہے اور سرکاری قیمت خاطر خواہ صاحب مکان کو دیجاتی ہے لیکن یہ مفسد لوگ اس پردے میں چاہتے ہیں کہ بندگان عالی کو مجہسے ناراض کردیں۔ خلاصہ یہ ہے کہ انکا پہنا ہوا غلاف گرداب بلا میں پڑی تہی۔ اور کسی کی بددعا کا اثر آغا میر پر ہوتا تہا۔ معتمد الدولہ کا دماغ آسمان پر تہا۔ اپنے آپ کو ولیعہد سلطنت سے کم نہیں سمجھتے تھے اور اب معتمد الدولہ کو منظور ہوا کہ قائل ملازمان کو جو بادشاہ بیگم اور میر فضل علی کیطرف سے مامور تہا موقوف کر کے اپنی طرف سے کسی دوسرے شخص کو وہاں مقرر کریں اور ولیعہد کی سرکار کی دیوانی کسی اپنے رفیق سے متعلق کریں۔

(۵۵) فرخ آباد کے سفر میں اکثر حرکات ناملایم ولیعہد کی نسبت عمل میں آئے تفصیل اسکی یہ ہے کہ جب گورنر لارڈ ہائسٹنگز ممالک مغربیہ سے پہر کر فرخ آباد میں آئے تو معتمد الدولہ و ولیعہد نصیر الدین حیدر ملاقات کو گئے۔ گورنر جنرل کے ہاں سے چار پانچ انگریزی افسر استقبال کو آئے اور ولیعہد کو لیجا کر خیمہ میں ٹہیرایا۔ پہلے دن ولیعہد گورنر جنرل کی ملاقات کو گئے تو محفل تہانی میں دو تین لیڈیوں کا ناچ ہوا۔ معتمد الدولہ گورنر جنرل کی خدمت میں معاملات کے سوال جواب کے لئے آمد و رفت رکہتے تھے اونہوں نے گورنر جنرل پر ظاہر کیا کہ نواب کے خزانے پر مجہکو قابو تہا۔ مگر آپ کی استدعا کی وجہہ سے نواب کو سمجہا کر روپے کی تہیلی ظہور میں لایا اور ہر خوشامدیوں نے ولیعہد کے مزاج میں یہ آگ لگادی کہ معتمد الدولہ کی گرم بازاری گورنر جنرل کے پاس گرم ہے اور حضور کو کوئی پوچھتا ہی نہیں۔ اور انکی سواری کی رونق حضور کی سواری سے زیادہ ہوتی ہے۔ ولیعہد کے مزاج میں معتمد الدولہ کیطرف سے بل پیدا ہوگیا۔ اتفاقاً ایکدن آندھی چلی کہ اہل لشکر کے خیمے گر گئے۔ بلکہ جس خیمے میں ولیعہد بیمار رہتے وہ بھی سرنگوں ہوا قریب تہا کہ بالکل گر پڑے اور معتمد الدولہ کے خیمے کو ہزار ہا فراشوں کے سوا عالیشان دست بدست تہامے ہوئے تھے اسکے گرنے سے محفوظ رہا۔ ایسی باتوں سے بادشاہ بیگم کے دلمیں آگ لگ گئی۔ اور معتمد الدولہ کیطرف دلمیں سرد مہری پیدا ہوگئی۔ اور انگریزوں کے ساتھ جو انکو خصوصیت حاصل ہوگئی تو اس وجہہ سے خود بادشاہ کا مزاج جل بہنا اور یہانتک نوبت پہونچی کہ اکثر ان کہنے لگے کہ معتمد الدولہ کو ہمنے آبرو دی مگر انگریزی دوستی نے اوس کا دل ہماری دولتخواہی سے پہیر دیا اسطرح اکثر افعال شکایت میر علی محمد خان اور محمد علی خان اور صمصام الدولہ کے در بنا پہلے سے جب معتمد الدولہ فرخ آباد سے

واپس آئے تو نواب نے اونکو نظربند رکھا اور ارشاد کیا کہ اب دیکھتا ہون کہ کون اوسکی ضمانت کرتا ہے اور حکم دیدیا کہ بدون طلب ہمارے سلام کو نہ آیا کرے۔

اون عمائد کے حالات جو ان دو برسون کے اندر لکھنؤ مین آئے اور بعض لکھنؤ مین رہ کر ملک عدم ہوئے

(۱) نواب مصطفیٰ خان ابن اشرف الوزراء شاہ ولی خان وزیر احمد شاہ درانی تلاش معاش کے لئے لکھنؤ مین آئے اور محلہ حیدرآباد مین جو نیا آباد ہوا تھا ٹھیرے ابھی کوئی مستقل سلسلہ روزگار پیدا نہوا تھا صرف مستقر الدولہ کے ذریعہ سے مدد خرچ کی صورت ظہور مین آئی تھی کہ بیمار ہو کر دار فنا سے گذر گئے۔

(۲) عباس قلی خان حسرت کے باپ سپہر الدولہ شاہ عالم کے وقت مین الہ آباد مین ناظم تھے آئے یہ صاحب نہایت متین اور ذی لیاقت تھے اور اپنے باپ کی جاگیر مین واقع عظیم آباد کی طرف رہتے تھے۔ زیارت کربلاے معلی اور نجف اشرف سے مشرف ہو کر ایران سے لوٹ کر لکھنؤ مین آئے اور مجرے کے وقت سونسٹھ یا ستر نواب کی نذر کی اور ایک کتاب اپنی تصنیف کی ہوئی پیش کی۔ اس کتاب مین اپنے سفر عرب و عجم کے حالات بیان کئے تھے۔ اقوام ذکیتی پیشہ کے ہاتھون جو مصائب اوٹھائے تھے اور اوسکے پنجۂ عذاب مین گرفتار ہو کر دو تین لاکھ روپیہ کا اسباب برباد کیا تھا یہ حال مفصل بیان کیا تھا کئی برس کے بعد ان کا کئی ہزار روپیہ مشاہرہ قرار پایا۔

(۳) نواب قاسم علیخان ابن نواب سالار جنگ نے قضا کی۔ یہ نواب عمدہ عمدہ گہوڑون کے بڑے شوقین تھے بلکہ خود اچار سر کتے ہانے مین مشاق تھے۔ اور ہاتھی گہوڑے اور تلوار کو خوب پہچانتے تھے نغمہ و سرود اور مرثیہ خوانی مین داد و ثانی تھے۔ بوجہ دولتمندی کے حکام انگریزی اونکی بہت عزت کرتے تھے۔ گورنر جنرل سے بھی روشناس تھے۔ قاسم علیخان کے بعد اونکے بیٹے حسین علیخان اور بھائی نوازش علیخان اس گھرانے کے سربرآوردہ تھے۔

(۴) نوازش علی خان ابن نواب سالار جنگ نے انتقال کیا۔ یہ بھی بڑے دولتمند تھے جو صفات ان کے بھائی قاسم علیخان مین تھے وہ انمین نہ تھے۔

(۵) رمضان علی خان حسرت کی بہن نواب سعادت علیخان کے حرمون مین داخل تھی اور اسوجہ سے نواب کے مصاحب اور ندیم تھے اور بہت قرار مشاہرہ رکھتے تھے اور دولتمند آدمی تھے اور اونکی نسبت

نواب سعادت علی خان کو زہر خورانی کا شبہ ہوا تھا اسی سبب اہل ہوئے انکی تنخواہ انکے بیٹوں پر مقرر ہوئی۔

(۶) گلزاری مل خزانچی کا خزانہ حیات قزاق قضا نے لوٹ لیا۔ اس شخص کی عمارت نخاس دروازہ کے قریب اور مینا بازار میں بلند اور وسیع تھی۔ یہ تمام مکانات غدر کے بعد مسمار ہوئے یہ شخص قوم کا بنیا تھا راجہ رام رتن چند کی وجہ سے معتمد الدولہ کا ملازم ہوا۔ نواب سعادت علیخاں کے عہد میں تقسیم سپاہ کے خزانے کا جس میں دو کروڑ روپیہ ہمیشہ موجود رہتا تھا خزانچی تھا اسکے مکان عالیشان کا دروازہ صحن حیدر باغ اور عمارات بیگمات محل کے مقابل سر بازار واقع تھا حکم ہوا کہ وہ کھدوا کر زمین ہموار کر دیجائے۔ لیکن مکاندار نے کچھ نذرانہ دیکر اوسکی بلندی کچھ پست کر دی۔

(۷) نواب مدار الدولہ امراے نامی شاہجہان آباد سے تھے پرگنہ چھبرہ متعلقہ فیض آباد جسکی جمع ساٹھ ہزار روپیہ سالانہ تھی اونکی جاگیر میں تھا۔ یہ نواب مدت سے علیل تھے۔ نواب وزیر سے اور گورنر جنرل کے دربار میں نفرت پا کر اکثر ٹہولی پر بیٹھ کر جایا کرتے تھے آخر کار مر گئے۔ ترکہ کے واسطے ورثا میں نزاع پیدا ہوا۔ آخر یہ تجویز ہوئی کہ ڈگری سرکار انگریزی دو سرکار مرزا حاجی محمد علیخان کے نام ہوا اور جاگیر ضبط ہو کر پانچہزار روپیہ ماہوار نقد خزانہ عامرہ وزارت سے عنایت ہوتا ہے۔ اور اس رقم میں نواب مہدی علیخان اور نواب احمد علی خان اور نواب محمد علی خان کی بھی تنخواہ قرار دیجاتی ہے۔

(۸) تجمل حسین خان پسر علامہ تفضل حسین خان نے انتقال کیا۔ علاقہ سیوارہ وغیرہ جو جاگیر انکی ساٹھ ہزار روپئے کی تھی وہ انگریزوں کی حمایت سے احمد حسین خان اور حیدر حسین خان فرزندان تجمل حسین خان پر بحال و برقرار رہی۔ گو سرکار پردازان ریاست نے مداخلت کی۔ مگر انگریزی حمایت کی وجہ سے چل سکی۔

(۵) مرزا حاجی کا کار نیابت انجام دینا۔ مگر آخر کار دوبارہ معتمد الدولہ کا بحال ہوجانا

معتمد الدولہ آغا میر کے نظر بند ہونے کے بعد نیابت کا کاروبار مرزا حاجی چلاتے تھے۔ اور بادشاہ بیگم کی جاگیر کا سامان آفرین علیخان خواجہ سرا کرتا تھا۔ اور سلطانپور کا علاقہ مرزا حاجی کے چھوٹے بھائی مرزا حسن سے متعلق تھا۔ معتمد الدولہ نے خیال کیا کہ بادشاہ بیگم کی آزردگی اپنے منصب نیابت کی بربادی کا باعث ہوئی۔ اس فکر و تدبیر میں عذر تقصیر شروع کی کہ اونکا دل صاف ہو جائے۔ کوئی دقیقہ سحر و افسون و طلسم و دعا و تعویذ وغیرہ مذہب اہل سنت والجماعت سے باقی نہ رہا۔ کہ جو ظہور میں نہیں آیا

آخر کار سبحان علیخان نے بی بی قبطی کے ذریعہ سے بادشاہ بیگم کا آئینۂ دل زنگ آزردگی سے صاف کیا اور صفائی کی صورت پیدا ہوکر آغا میر اٹھارہ ماہ معطل رہنے کے بعد پھر خلعت نیابت سے مع نوبت و نقارہ سرفراز ہوئے۔ اس عرصے میں مسٹر اسٹریچی لکھنؤ سے چلے گئے اور کچھ دنوں مسٹر بیلی اسسٹنٹ قایم مقام رزیڈنٹ رہے۔ پھر مسٹر جان مانکٹن جو سابق میں دفتر فارسی کلکتے میں سکرٹری اور رزیڈنٹ نیپال رہے عہدہ رزیڈنسی لکھنؤ پر مامور ہوکر آئے۔ کچھ دنوں کے بعد یہ بھی مستعفی ہوکر ولایت کو چلے گئے اور اس عہدہ پر مسٹر رکٹس صاحب مقرر ہوئے۔

نواب غازی الدین حیدر کا بادشاہ بننا اور شاہ زمن لقب اختیار کرنا آغا میر کو وزارت ملنا

نواب اودھ کی ٹکسال میں جو سکہ جلوس رئیس کا ہر سال بنا پڑتا تھا وہ کچھ نمونے کے طور پر کلکتے کو بھیجا جاتا تھا نواب غازی الدین نے اپنے جلوس کے تیسرے سال سکے کی یہ صورت مقرر کی کہ ایکطرف شاہ عالم کا نام تھا اور دوسری جانب مچھلی کی صورت اور اودھ کا نام تھا۔ اور مچھلی کی صورت بنانے کی رسم قدیم تھی اس وجہ سے کہ جب سعادت خاں صوبہ اودھ میں داخل ہوئے تو پہلی پہل دریا کے اترنے کے وقت مچھلی پر نظر پڑی اسلئے اسکو نیک شگون خیال کرکے سکے میں رواج دیا۔ یہ بیان بعض مورخوں کا ہے۔ مگر ہم برہان الملک کے حالات میں ایک اور تاریخ سے لکھ چکے ہیں کہ جب برہان الملک صوبہ دار اودھ ہوکر اس ملک پر قبضہ کرنے کے لئے آئے اور گنگا کو عبور کرنے کیلئے کشتی میں سوار ہوئے تو ایک مچھلی جست کرکے اونکے دامن میں آپڑی اور نواب نے اوس کو شگون نیک جانکر رکھ چھوڑا۔ چھوڑا جد علیشاہ کے عہد تک رہی۔ گوشت دور ہوکر ہڈیاں رہگئی تھیں۔ بہر صورت نواب نے اس قسم کے

---

۵ شاہ عالم کا سکہ ۱۲۲۱ ہجری تک تمام ہندوستان میں جاری رہا۔ اونہوں نے بیاسی برس کی عمر میں ۷ رمضان ۱۲۲۱ ہجری کو انتقال کیا برائے نام ۴۸ سال قمری اور پانچ مہینے تک بادشاہت کی جس میں سے ۲۲ برس اور ۵ مہینے بہار اور الہ آباد میں بسر کیے دہلی میں ۱۷ برس دونوں آنکھوں کی بینائی کے ساتھ گذاری اور انیس سال نابینائی کی حالت میں کاٹے اونکے سکے کا شعر یہ ہے ؎

حامی دین محمد سایۂ فضل الٰہ ✽ سکہ زد بر ہفت کشور شاہ عالم بادشاہ

سکے سکوک کراکر کلکتے کو بہیجے ۔ جیت رائے اور روشن لال دو بہائی قوم کالیستہ اطراف شاہ جہانپور ملک روہیلکہنڈ سے لکہنؤ میں وارد ہوئے تھے اور سر رشتہ دار الضرب میں لاکر بہت سے اونہوں نے ایک جدید صورت سکے کے لیے اختراع کی اور نواب کی حضور میں پیش کی اسکی صورت یہ تھی کہ دو شیروں کے درمیان تصویر منقش تھی نواب نے اس سکے کو پسند فرمایا اور اب یہی سکہ جاری کیا گیا اور چند روپیے حسب دستور کلکتہ کو بہیجے گئے کہتے ہیں کہ گورنر جنرل نے اسکے جواب میں نواب کو لکہا کہ نواب صاحب اپنے ملک کے مالک ہیں اور اپنی قلمرو کے بادشاہ ہیں اگر سکہ اپنے نام سے مضروب فرماتے تو بھی مناسب تھا اور وجہ اسکی یہ تھی کہ جب لارڈ ماٹرا گورنر جنرل دہلی کو گئے تھے اور وہاں شاہ عالم سے ملاقات ہوئی تو اونکے دل میں غبار پیدا ہو گیا تھا اور یہ چاہتے تھے کہ بادشاہ کی عظمت کو مٹانے کے لیے نواب اودہ کو بادشاہ بنایا جائے معتمد الدولہ نے جب گورنر جنرل کے مضمون خط سے نواب غازی الدین حیدر کو اطلاع دی تو نواب نے رزیڈنٹ کی معرفت کونسل کلکتہ میں اس امر کی درخواست کی کہ سکہ ہمارے نام سے جاری ہو ممبران کونسل کو اس امر میں اختلاف پیدا ہو گیا ۔ ایک فریق کی یہ رائے تھی کہ اس صورت کا پیدا ہونا مناسب نہیں اور دوسرے فریق نے وزیر کی درخواست کی تائید کی گورنر جنرل نے بھی فریق ثانی کی رائے سے اتفاق کیا اور کہا کہ نواب اودہ اپنے ملک میں ہر طرح اختیار رکھتا ہے اور بادشاہ دہلی کی شکایت ہے ہو نہیں سکتی نواب سے ہوگی ۔ غرضکہ ۸ ذالحجہ ۱۲۳۴ ہجری مطابق ۹ اکتوبر ۱۸۱۹ء روز شنبہ کو نوابی کی صورت سلطنت سے مبدل ہوئی ۔ اور بادشاہ کا لقب ابو المظفر معز الدین شاہ زمن غازی الدین حیدر مقرر ہوا اور بزم جشن جلوس منعقد ہوئی ۔ اب چتر و تخت لوازمہ شاہی کی بھی ضرورت واقع ہوئی جنکی تیاری کے لیے دو کرور روپیے ساہ گوبند لال پسر ساہ بہاری لال کی تحویل میں جمع ہو کر تخت اور چتر مرصع و مکلل جواہر کار اور کارچوبی شامیانہ موتیوں کی جہالر کا تیار ہوا ۔ انگریزوں کو بہت کچھہ دیا گیا ۔ ریکمن صاحب رزیڈنٹ کو لاکہوں روپیے اور لاکہوں کے تحائف دیئے گئے ۔ اور تمام بڑے بڑے اہلکاروں کو خلعت مرحمت ہوئے ۔ سات دن تک جشن رہا ۔ سکہ جو سبحان علی خان نے موزون کیا ہے یہ ہے

سکہ زد بر سیم و زر از فضل رب ذوالمنن ؛ غازی الدین حیدر عالی نسب شاہ زمن

سکے پر ایک طرف یہ بیت تھی اور دوسری جانب دو مچھلیوں اور دو شیروں کی تصویریں ایک دوسرے کے مقابلے میں تھیں ۔ اب معتمد الدولہ کا عہدہ نیابت بھی وزارت کے ساتھ مبدل ہوا شیخ امام بخش ناسخ نے غازی الدین حیدر کے بادشاہ ہونے کی تاریخ اسطرح موزون کی ہے

بحمد اللہ کہ با اقبال و دولت — بہ تخت زرجلوس شاہ گردید
زمین و آسمان یک بزم عیش است — زماہی تا بہ ماہ گردید
مبارکباد است آفاق عالم — طلوع آفتاب جاہ گردید
ندا آمد بگوشم زود یارب — کہ شاہ امروز شاہنشاہ گردید
پئے سال ہمایون جلوسش — بگو تاریخ کہ ظل اللہ گردید

تاریخ جلوس نمودن بر تخت مرصع وزیر اعظم شمس الدولہ

چون شاہ زمن صاحب جود و انصاف — شد بر سر اورنگ مرصع جالس
گردید وزیر اعظمش صمصام جنگ — کو ہست بصد ہزار فراست فارس
سازد قدم شاہ حرف را یاقوت — وز خاک در وزیر زر گردد مس
تاریخ سعید کرد ناسخ تحریر — شہ اسکندر و وزیر ارسطا طالس

صاحب رائے کہتا ہے

بر تخت چو بادشاہ غازی بنشست — صد شکر خدا داد زبان مردم
تاریخ جلوس او مبارک باشد — ماہ ذی الحجہ سہ شنبہ با بیست دوم

راجہ دیا کرشن کا انتقال ہوئے پر اوس کے بیٹے نولکرشن کو راجہ کا خطاب اور خالصے کی دیوانی کی خدمت ملی اور بخشی گری کا عہدہ بشر چند کے تفویض ہوا تھوڑے عرصے مین نولکرشن کا فرد حساب بھی وست اجل نے چاک کیا تو عہدہ دیوانی خالصہ پر راجہ میوہ رام مقرر ہوئے اور راجہ بالکرشن پسر راجہ نولکرشن داصلباقی نویس ہوئے۔ نواب روشن الدولہ ابن مظفر علیخان ابن بندہ علیخان وزیر دوم اور علی محمد خان ابن نوازش علیخان ابن نواب سالار جنگ وزیر سوم اور صمصام الدولہ مرزا جھو صاحب برادر محمد تقی خان وزیر چہارم مقرر ہوئے۔ اور میر نذیر علی خان فرزند میر افضل ہاشمی والہ کو جو معتمد الدولہ کا داماد تھا جرنیلی کا عہدہ دیا گیا اور اوسکی نیابت پر فتح محمد خان مقرر ہوئے اور وزیر اعظم کی نیابت کا خلعت سبحان علی خان کو ملا اور خلیل الدین خان خلعت وکالت مطلق سے سرفراز ہوئے۔ اور کچہریون کے نام اس روش پر تبدیل ہوئے دارالانشاء۔ دارالاجرا۔ صدر الصدوری۔ کچہری سلطانی۔ دفتر نظامت۔ دفتر جرنیلی دفتر دیوانخانہ۔ وغیرہ اور علاقہ لکھنؤ کے زمینداروں نے اپنی عرضداشتین مبارکباد سلطنت کی نذرون کے ساتھ بھیجین اور راجگی اور رائے کے خطابون سے نامور ہوئے اور

بعض کوتہ اندیشون نے گرہیان اور قلعے بنوا کر بغاوت اختیار کی۔

معتمد الدولہ وزیر اعظم اور اوس کے مخالفونکی چوٹین

آفرین علیخان گو معتمد الدولہ کے کدخداہون مین منسوب تہا لیکن میرزا حاجی سے جو معتمد الدولہ کا دشمن تہا موافقت رکہتا تہا اسلئے معتمد الدولہ کا دل اوس سے مکدر رہتا دربار مین آنے کے واسطے اوسکو ممانعت تھی۔ اب تہوڑے سے عرصے مین آفرین علیخان ملک عدم کا رہرو ہوا اور اوس کا نائب **میر حیدر بخش** صاحب مین مقید ہوا۔ طوق اور زنجیر پہنی اور بڑی رسوائی کو پہنچا پہر ریذیڈنٹ کی سفارش سے جو آفرین علی پر مہربانی رکہتا تہا رہا ہوا مگر دربار مین بادشاہ کے جانا پہر نصیب نہوا اور آفرین علیخان نے جو اپنے ستروکے مین سے اوس کے لئے وثیقہ سرکار انگریزی مین مقرر کیا تہا وہ بھی کالعدم ہوا۔ یہ شخص مذہب اسمین اتنا غلو رکہتا تہا کہ **صحابہ کے نام لکھ کر فرش کے تلے بچہواتا تہا تاکہ پائمال ہون لکہنو کی کربلائے تالکٹورہ مین ابتک یہ بات موجود ہے**

جب میر حیدر پر ہاتھ صاف ہو چکا تو معتمد الدولہ کی نظر **حکیم مہدی علیخان** پر پڑی۔ پہلے کئی لاکھ روپیہ انکے ذمے واجب و غیر واجب نکالکر طلب کیا۔ اونہون نے کہ دانشمند آدمی تھے حکمت عملی سے کام لیا۔ وکیل کی معرفت زر مطالبہ بلکہ حساب سے کسی قدر زیادہ دیکر آئندہ کے لئے خلعت کے خواستگار ہوئے معتمد الدولہ بھی مصلحتاً غفلت دہی کے واسطے لطف و کرم سے پیش آئے۔ اور جبکہ بتدریج اونکے علاقہ قدیم پر اضافہ کیا۔ حکیم صاحب نے اس علاقے کا بندوبست بھی بحال کیا لیکن اوس علاقے کا ایک چودہری کہ صاحب دولت تہا۔ معتمد الدولہ کے اشارے سے انتظام مین خلل ڈالنے لگا۔ حکیم صاحب نے اوسکو تدبیر سے کسی شخص کے ہاتھ سے عدم کا راستہ دکہایا اور اوس کا تمام مال و اسباب اپنی سرکار مین داخل کیا۔ معتمد الدولہ کو اس معاملے سے بڑا صدمہ ہوا۔ حکیم مہدی علیخان اسوقت سے واقف تھے اونہون نے شاہجہانپور علاقہ سرکار کمپنی مین جو لکہنو سے نزدیک تہا عمارات بنوائین۔ اور بتدریج اپنی تمام دولت و حشمت کو وہان پہنچا دیا اور خود بھی وہان سکونت اختیار کرکے انگریزون کے ذریعے سے بادشاہ کی خدمت مین لکہا کہ جو محاسبہ مجھسے لینا منظور ہو انگریزونکی وساطت سے لین اوسکے دینے کو موجود ہون لیکن لکہنو مین حاضر ہونے سے قاصر ہون۔ معتمد الدولہ کے دلمین یہ خار کھٹکتا ہی رہا۔ اور مجبور ہو کر ظہور اس امر کا

اپنی خوبی اقبال سے تصور کرکے زندہ صاحب تمام و کمال طلب کرلیا۔ چونکہ شیخ ناسخ آغا میر کے دوست
تھے حکیم صاحب کے جلے جلنے کی اونہوں نے تاریخ کہی جسکا مادہ گر سجنۃ (۱۲۳۵ھ) ہے
اور پہلا مصرع یہ ہے ع کاشو برائے بخت شلغم گریختہ ۱۸رجب نوبت مرزا
حاجی کی آئی تو یہ بہی بلا و مینن مبتلا ہوتے۔ ایام معطلی مین بہی وزارت کی امید پر اسباب
امارت اوسی شان و عظمت کے ساتھ مہیا رکہا تین سو ہاتھی سوا ڈیڑھ سو گہوڑے اسکے فیل خانہ
اور اصطبل مین رہے اونکی معطلی کے زمانے مین اکبر بادشاہ کہا کرتے تھے کہ ایک شیر خوابیدہ
پنجرے مین بند کیا ہے جسوقت رہا ہو دیکھئے کس کس کو بیقرار کرے۔ خلاصہ اس تقریر کا معتمد الدولہ کی
طرف اشارہ تہا معتمد الدولہ کو مرزا حاجی سے قلبی عداوت تھی اسلئے وزیر اعظم نے اونکے بھائی مرزا
محسن کو جنکے سلطانپور کے محاسبے مین جسکو اوسنے مرزا حاجی کی ضمانت سے اجارہ پر دیا تہا او سکا
روپیہ ادا نہ کیا تہا گرفتار کیا۔ اور اوسکی علت مین دربار مین آنے کی ممانعت مرزا حاجی کے نام بادشاہ
کی طرف سے صادر کرائی۔ معتمد الدولہ نے یہانتک اونکی تذلیل کی صورت نکالی کہ شہر سے
اخراج کا حکم صادر کروایا۔ اور روانگی مین اتنی عجلت کی جو مرزا حاجی کی شان کے بالکل خلاف تہا
مرزا حاجی پیادہ پا بلا زاد و بے تاب آفتاب مین اپنے مکان سے نکلکر روانہ ہوئے جو شخص دیکھتا تھا
اونکی شان و ثروت و عظمت و حشمت کو یاد کرکے روتا تہا۔ مرزا محسن بھی اونکے ساتھ روانہ ہوئے
اونہون نے یہ تاریخ اپنے اخراج کی فی البدیہہ استخراج کی ہائے غریبی (۱۲۳۸ھ)
مرزا حاجی کے اخراج کی نسبت جو اسطرح حکم ہوا اوسکی علت یہ تھی کہ اونہون نے میر غلام علی
پسر میر شاہد علی کی صلاح سے ایک برہمن بارا جپوت کو جیسا کہ منتخب خانی مین لکھا ہے اور
بقول خود میر غلام علی کو کئی ہزار روپے دیا تہا اور معتمد الدولہ کے قتل پر آمادہ کیا تھا۔ حکیم واجد علیخان
کے بیٹے کی شادی مین ایکدن محفل رقص و سرود منعقد تھی۔ لکھنؤ کے بڑے بڑے آدمی شریک
تھے۔ اور معتمد الدولہ بھی بیٹھے ہوئے تھے۔ اور میر غلام علی بہی مسلح شریک محفل تہا اور معتمد الدولہ
کے قتل کی تاک مین تہا۔ شیخ امام بخش ناسخ نے جنکے معتمد الدولہ با اخلاص شاگرد تہے اس بہید
مطلع ہوکر فقیر محمد خان کی معرفت معتمد الدولہ کو خبر دار کرایا۔ فقیر محمد خان نے بنظر تقدم بالحفظ غلام
علی سے ہتہیار طلب کئے۔ جب وہ دینے پر راضی نہوا تو فقیر محمد خان نے اوسکے تمنچہ مارا غلام علی نے
زخم کہا کر فقیر محمد خان کے تلوار ماری کہ اونکا ہاتھ مجروح ہوا۔ غلام علی گرفتار ہوا۔ جب یہ
شخص برہنہ کیا گیا تو مہاجن کی ہنڈی دس ہزار روپیہ کی اوس کے بازو سے جو تعویذ کی طرح بندہی

ہوئی تھی دستیاب ہوئی اس کاغذ نے شہادت عزم مرزا حاجی کی بادشاہ کے روبرو دی اور حکم اخراج کا جاری ہوا۔ اور غلام علی دایم الحبس ہوکر کئی برس کے بعد مرگیا یہ شخص بات کا اتنا پورا تہا کہ سعد الدولہ نے بہت کچھ چاہا کہ اگر وہ اپنے اور مرزا حاجی کے گناہ کا اقرار غازی الدین حیدر کے سامنے کرے تو اوسکو رہا کرکے زر نقد دے مگر اوسنے نہ مانا اب سعد الدولہ کی فکر **مظفر علیخان** بن لطف علیخان کے دستگیر ہوئی ۔ یہ شخص سپاہی منش اور شجاع تہا اسکے متعلق دیوانی سے لینے اور تنخواہ بانٹنے کا کام تہا سواے بادشاہ کے دوسری طرف سر جہکانا اسے عار تھی آخرکار امرت لال کایستہ کو جو نظم و نثر میں مرزا قتیل کا شاگرد تہا اور مظفر علیخان کا معتمد ہی تہا پیش کرکے چند مقدمہ مظفر علیخان پر ٹہرا کر اوسکو خانہ نشین کیا ۔ اسکے بعد **اسد الدولہ معروف بہ غلامی** کی تخریب کیطرف متوجہ ہوئے ۔ یہ نواب سعادت علیخان کے غلامان پرورش یافتہ میں سے تہا ۔ اور اونکی عنایت میں تقرب رکہتا تھا ۔ اور نہایت دلیر تہا ۔ اور صاحب ثروت تہا چند متفرق علاقے اوس کے سپرد تھے ۔ اوس کی بہادری کے متعلق ایک واقعہ بیان کرنے کے قابل ہے کہ ایک دن غازی الدین حیدر نے ایک شیر کو پنجرے سے کہولکر حاضرین دربار سے فرمایا کہ دیکہیں کون اس کو شمشیر اور چابک سے شکار کرسکتا ہے ۔ میان غلامی نے اوس کے مقابل ہوکر چابکون سے اوس کا بدن ایسا کوفتہ کیا کہ وہ ناتوان ہوکر بیٹھ گیا اوس وقت سے اسد الدولہ خطاب پایا ۔ چار پانسو راجپوت اوسکی رفاقت میں تھے ۔ جب سعد الدولہ اوس سے برخلاف پر آمادہ ہوئے تو اون جوانون کے ساتھ دن کو تمام مال و اسباب لدواکر بندوقیں چہتیاتا ہوا شہر سے نکلکر کانپور کی طرف روانہ ہوا ۔ اور دریا دولت کے پاس ایک کوٹھی اوسکی بنوائی ہوئی کمال پر تکلف موجود تھی ۔ کانپور پہنچکر نئی عمارتیں بنواکر اونمین رہنے لگا ۔ چند برس کے بعد اوسکی لکہنو کی کوٹھی مسمار کرادی گئی ۔ اسیطرح **آغا امام بخش** مردہ کو کسی قصور کی علت میں کشان کشان شہر سے خارج کیا ۔ یہ شخص بڑا دولتمند تہا اونکے بیٹے کی شادی ہوئی تھی تو ہزار جوڑ قاب و کاسہ کے ایک رنگ و سترخوان پر چنے تھے ۔ اور دو تین لاکہ روپیہ اس کا بازار میں پہیلا ہوا تہا ۔ امام بخش بریلی کو جو اوس کا قدیمی وطن تھا چلا گیا ۔ اور علاقہ زمینداری کا مول لیکر ایسیو کی طرح رہنے لگا ۔ اور انگریزی درباروں میں محسوب ہوا ۔ خلاصہ یہ کہ سعد الدولہ نے اپنے کسی مخالف کو باقی نہ چہوڑا ۔ اور بادشاہ کے پاس اب کوئی ایسا آدمی باقی نہ رہا جو تہ دلسے اون کا خیرطلب ہو ۔ اور سعد الدولہ کی بدخواہیون کی روک

تمام کرتا ہو

معتمد الدولہ کا روشن کہار کو زندہ درگور کرنا

روشن کہار جو نواب سعادت علیخان اور غازی الدین حیدر دونوں کا معتمد تہا اور خزانہ خصوصی اور جواہر خانے کی کنجیاں اوس کے پاس تہین معتمد الدولہ نے ایکدن اوس سے کچہہ روپے طلب کئے اوس نے بادشاہ کی اجازت بغیر دینے مین تامل کیا۔ بلکہ بادشاہ سے معتمد الدولہ کی خیانت کی شکایت کی معتمد الدولہ نے بعض رقومات زبردستی اوس سے لیکر اوسکی تنخواہ تبدیل کیا اور بادشاہ کی دستخط سے اوس کہار کو ایکدن ساتھ لیکر جہان اپنی عمارت بنا رہی تھی وہان پہنچے اور کسی کو اشارہ کیا کہ اوس نے روشن کو خندق مین ڈہکیل کر مٹی سے اوسکو پاٹ دیا معتمد الدولہ بادشاہ سے ذکر کی کہ روشن مر گیا۔

خیرخواہان معتمد الدولہ

(۱) اعظم علیخان یہ ایک بازاری شخص محض ناخواندہ گرگین سے معتمد الدولہ کا رفیق صاحب معتمد الدولہ نیابت اور وزارت کی دولت کو پہنچے تو کہا غذا اور قلمدان اور نذر کی اشرفیان اعظم علی کے ہاتہہ مین رہتی تہین پہلے دوشالہ اور پوشاک وغیرہ انعام مین پاکر معتمد الدولہ کے عزیزوں مین داخل ہوا حسن علی اور رفتہ رفتہ بعض امور مین ہمہمہ ساز ہوکر خزانہ اور توشہ خانہ وغیرہ تمام کارخانون کی افسری حاصل کی اور انعام واکرام اور امانت وخیانت مین اسقدر دولت کثیر پائی کہ کروڑپتی مشہور تہا اسکی عمارتین بہی معتمد الدولہ کی عمارتونکی برابر اوسی کروفر سے تعمیر ہوئین اتبک وہ عمارات باقی ہین اور ایک کوٹھی فاطمہ رسالول دروازے مین موجود ہے۔ اور جسوقت سوار ہوتا تھا شہر بازار مین ہزار ہا روپیہ فقیرون اور محتاجون کو تقسیم کرتا الناہات تھی اوسکے خدمتگار بیش قیمت پوشاکون سے آراستہ رہتے تھے اور سیکڑون روپیہ رقعہ خرچ بین جابجا صرف ہوتا تھا۔ معتمد الدولہ کے کروڑ پتین ایسا صاحب ہمت اور نیکنام دوسرا آدمی نہ تھا۔

(۲) مہدی خان جو شکر سوار بمبئی پلٹن روپیہ کا نوکر تہا معتمد الدولہ کی رفاقت مین اوسکی دولت نے یہ ترقی پائی کہ ہزارون روپیہ کنکوونکی مانند طوائفونکے انعام مین صرف ہوتا تہا۔ ۔۔۔ اس قمار خانہ کتاب سرقہ کا سبق پڑہتا تھا۔ آخر جو پاؤنکے کارخانے اوسکے متعلق تھے۔

(۳) سنگین خان یہ شخص عدالت العالیہ میں مداخلت رکھتا تھا۔ شراب کثرت سے پیتا تھا نشے میں متوالا رہتا تھا اوسکی بدولت فاحشہ عورتیں اور کسبیاں مالامال ہیں یہ شخص بدکارہ محض تھا۔

(۴) روشن علی یہ شخص سادات کا نام بدنام کرنے والا تھا۔ سفلہ طبع خراب نفس بدزبان فحش گو ممسک بخیل نہایت بےمروت تھا نوکر کو تنخواہ اور بازار کو جنس کی قیمت دینا اس کے مذہب میں حرام تھا کوئی شخص علی الصباح اس منحوس کا نام لے یا زبان پر نہ لاتا تھا۔

(۵) میر اسد یہ شخص وجیہ سفید پوست لحیم شحیم تھا جنس کی تحویلداری اسکے حوالے تھی یہ ایک دن جانے کے وقت ایک گھڑا خاک سے آلودہ کوٹھی میں رکھا ملا اوسکو باہر لاکر دیکھا تو کئی سیر طلائی ورق سے بھرا ہوا تھا اوس نے وہ گھڑا اپنے گھر کو بھیجدیا اس قسم کی دولت سے مالامال ہو گیا تھا۔

(۶) اشرف باورچی اس شخص کی بھی بخوبی دال گلی تھی۔ ہزاروں روپے جمع کرکے دولتمند ہو گیا تھا۔

(۷) میر بندہ علی ابن شاکر علی یہ شخص قوم کا حجام تھا نہایت ذلیل اوقات تھا۔ مہاراجہ دولت رام سیٹھ کی سرکار میں پہنچکر مسخرے پن کی بدولت کچھ سرمایہ بہم پہنچایا اور روشن کسبی طوائف کی لڑکی پر جو مہاراجہ کی منظور نظر تھی آنکھ ڈالتا تھا اس قصور میں اوس سرکار سے نکالا گیا ٹوپی تک سوار ڈکی طرح سر پر رکھتا تھا اپنے آپ کو سید کہکر پہلے سپاہ پیادہ عشرہ محرم کا اور نذر کی اشرفی اور طلائی زنجیر جو ہمیشہ نذر سادات ہوتی تھی سعد الدولہ کی سرکار سے حاصل کیا کرتا تھا۔ آخر مسخرگی اوسکی اسقدر چلی کہ کبھی حسب الحکم سر پر اوسکی مقعد پر شمع بنی تھی اور کبھی ... اوسکی کون میں رکھکر گھربانیاں اسکے پیچھے دوڑائی جاتی تھیں۔ اور یہ کیفیت دیکھ سعد الدولہ اور حضار مجلس ہنستے ہنستے دیوار قہقہہ بنجاتے تھے۔ ایک دن موش مسلم حلق میں اوتار گیا انہیں دتیر دیتیں لاکھوں روپے کا آدمی ہوگیا۔ ایک ایک دن میں پچاس پچاس ہزار روپیہ اور شیشہ وغیرہ کی گاڑیاں انعام پاتا تھا۔ نوجوان عورتیں اپنے نکاح میں لاکر بڑی گنج میں عالیشان عمارت بنائی تھی۔ اس قسم کے بیسیوں آدمی سعد الدولہ کی مصاحبت میں تھے جن کا ذکر طوالت کے خوف سے یہاں ترک کیا گیا۔

ایسے لوگوں کے علاوہ اور مہذب اور صاحب علم آدمی بھی اس سرکار میں تھے۔ اونہوں نے

وہ دولت پیدا کی تھی کہ معتمد الدولہ کے زوال کے بعد برسوں عیش عشرت مین اونکی اوقات بسر ہوئی اونمین سے بعض کا بیان تذکرۃً کیا جاتا ہے۔

(۱) سبحان علیخان۔ یہ شخص علامہ عصر اور بہمہ صفت موصوف نثار بےنظیر عالی فکر ذہن مدبر تھا معتمد الدولہ انکے بغیر مشورے کے کوئی کام نہ کرتے تھے۔

(۲) تاج الدین حسین خان ذی عقل ارسطوے عہد تھے کمبوہون کی قوم مین ایسا آدمی کم گذرا ہے۔

(۳) فقیر محمد خان گویا تخلص یہ صاحب بخشی محمود خان آفریدی مدار المہام نواب قایم خان بنگش والی فرخ آباد کے خاندان مین سے تھے۔ شجاع اور دلیر آدمی تھے سفر و سخن سے بہت ذوق و شوق تھا۔ صاحب دیوان ہین شیخ امام بخش ناسخ سے مشورہ تھا۔

(۴) سیف خان یہ صاحب بدل بیگ خان رئیس دہلی کے خاندان مین سے تھے قوم کے مغل خاندان ترک جنگ سے تھے سپاہگری ملک کی بدولت انہون نے بڑی ثروت پیدا کی تھی

(۵) مولوی خلیل الدین خان فرزند قاضی القضاۃ نجم الدین علی خان خاندان جمیل الدینخان تورانی سے تھے جو نواب شجاع الدولہ کے عہد مین رسالہ دار تھے۔ اور قصبہ کاکوری کے رؤسا مین شمار پاتے تھے۔ خلیل الدین خان جامع فنون صاحب علم و کمال اور دولتمند خوش اقبال تھے

(۶) حکیم داحب الہیات موہانی یہ صاحب علم طب مین جالینوس ثانی تھے۔

(۷) شاہ بہاری لال فرخ آبادی اور اوس کا بیٹا گوبند لال ساہوکار انکی دولتمندی کا شہرہ دور دور مشہور تھا۔

معتمد الدولہ کے اسراف کا تھوڑا سا بیان اور بادشاہ کو شراب بھنگ کے نشے پر لگا کر غفلت میں ڈالدینا

معتمد الدولہ نے ایک دن ایک فراش کو نہایت مغموم و محزون دیکھا اوس سے سبب دریافت کیا تو اوسنے عرض کیا کہ میری بیٹی جوان قابل شادی ہوگئی ہے اور میرے پاس اسقدر روپیہ نہین کہ اوس کے سامان جہیز کے بار گران سے سبکدوش ہو جاؤن معتمد الدولہ نے جوش دہ فکر دیا کہ اعظم علیخان سے دریافت کرے کہ آج کی آمدنی خزانے مین کسقدر جمع ہے معلوم ہوا کہ

لاکھہ روپیہ کبھی سال کے مرسل آتے ہین معتمد الدولہ نے اوس فراش کیطرف مخاطب ہوکر کہا کہ تیری قسمت مین اسی قدر آمدنی تھی جلد اعظم علی خان سے لے لے اوسی وقت وہ روپیہ ہاتھو ہاتھ بار ہوکر اوس کے گھر مین پہنچا۔ سنہ ۱۸۳۱ء مین شیخ ناسخ کو سوا لاکھہ روپیہ قصیدے کا صلہ دیا معتمد الدولہ کے سوا ایک ایسے جشن کے مصارف مین دس بارہ ہزار روپئے اور کم سے کم دو تین ہزار روپئے اٹھا کرتے تھے ایسے ایسے مصارف نے سلطنت کے خزانے کو کھوکھلا کر دیا تھا۔ معتمد الدولہ کی نیابت اور وزارت کے زمانے مین ایک کوڑی خزانے مین داخل نہوئی۔ تمام آمدنی ملک کی معتمد الدولہ کی فرمایشات مین کام آتی تھی۔ ایکدن سبحان علی خان نے معتمد الدولہ کی آنکھون سے غفلت کے پردے کھولے اور عاقبت اندیشی کی باتین سوجھائین اور کہا کہ انجام اس اسراف کا کیا ہوتا ہے خاص کر یہ کہ وہ فکر کیجئے کہ انتظام ملک خزانے کی صورت ظہور مین آئے سبحان اللہ معتمد الدولہ نے اسکا انتظام اسطرح کیا کہ بادشاہ کو جو امراض ورم جگر و استسقا اور صلابت معدہ وغیرہ مین مبتلا تھے حکیم مرزا علی وغیرہ اطبائے سلطانی کے سازش سے جام شراب اور پیالہ بھنگ برگو اشکار تہا رکھ لیا۔ اور افراط کی نوبت اس حد کو پہنچی کہ شام سے صبح تک اور صبح سے شام تک عالم مخموری اور نشے مین گذرتی تھی اتفاقاً اگر کسی وقت بادشاہ ہوش مین آکر امور سلطنت کیطرف توجہ فرماتے تھے یا کسی معاملہ کا استفسار کرتے تھے تو معتمد الدولہ سر اور دستار اونکے قدم پر رکھکر عرض کرتے تھے کہ پہلے حضور جام صحت بخش جو باعث تندرستی اور اعتدال مزاج عالی کا ہے نوش فرمالین پھر فدوی شاہ وہشتم کی کفش کاریکا سزاوار ہے اور سرکاری اخبار ونکو تاکید تھی کہ سب سے حضور اور لکھنؤ مین کسی وقت مالی مشکلات سے خالی نہ رہے۔ اس پردہ غفلت مین معتمد الدولہ اپنا کام نکالے جاتے تھے۔ اور صاحب رزیڈنٹ سے منشی غلام حسین خان کی معرفت میل پیدا کر لیا اور معتمد الدولہ نے منشی خلیل الدین خان کو کلکتے بھیجکر وہ کارروائی کی کہ اخبار صحیفہ لکھنؤ کا جو کلکتے مین چھپا کرتا تھا لکھنؤ مین آنا موقوف ہوا۔ بلکہ اہل اخبار کے ساتھ کچھ ایسا سلوک کیا کہ جو پرچہ دفتر شمس الاخبار یا جام جہان نما کا کلکتے سے آتا تھا اوس مین غازی الدین حیدر کی تعریف کے سوا لکھنؤ کے متعلق اور مضمون نہین ہوتا تھا۔ اور صاحب رزیڈنٹ بھی معتمد الدولہ کی پاس خاطر سے یہان کی کیفیت گورنر جنرل کو نہین لکھتے تھے۔ آخر کار بدنامی کا باعث ہوا۔

معتمد الدولہ کی طماعی

معتمد الدولہ کو چار فکرین پیدا ہوئین (۱) جسطرح ہوسکے جو کچھ خزانہ سلطانی سے نکلے میرے گھر مین داخل ہو (۲) ملک کا بندوبست اسطرح قرار دیا جائے کہ سوا میرے رفیقون کے دوسرونکی مداخلت نہو اور آمدنی ملک میرے قبض و تصرف مین رہے (۳) لکھنؤ کے متمول لوگون سے جسطرح بنے روپیہ لیا جاے (۴) سپاہ شاہی کے مصارف مین کمی ہو اس صیغے مین سے روپیہ ہاتھ لگے۔ چنانچہ فوج مین نذرانہ کا قاعدہ جاری کیا اور ہر پلٹن اور رسالے سے بیس ہزار تیس ہزار روپیہ پیشگی وجہ نذرانہ مین لینا شروع کیا اور ساہوکارون اور اہل حرفہ سے بھی روپیہ کھینچنا شروع کیا۔

معتمد الدولہ کا بادشاہ کو انتہا درجے کا دھوکا دینا کہ بعض آدمیون پر اونکو بھوت پلید کا یقین دلا دینا اور بعض زندہ آدمیون کو اونکے سامنے مردہ ظاہر کرنا اور جبکہ بادشاہ کا کسی موقع پر اونکو دیکھ کر پہچان لینا تو معتمد الدولہ کا اور اونکے ایما سے تمام حاضرین کا اونکو جن یا تمثالی ثابت کرنا

(۱) لکھنؤ کا اس گوشہ کنارے والا زمرہ اہل حرفہ مین سے ایک دولتمند آدمی تھا اوس نے لاکھ سوا لاکھ فرمائشات محلات معتمد الدولہ مین دیا جبکہ اپنے روپئے مانگنے لگا تو معتمد الدولہ نے سو ارمانون اوس حماقت شعار کو پری کی مانند اس شیشے مین اوتارا کہ اگر بادشاہ سلامت کی قدمبوسی نصیب ہو تو حاصل ہو جائے تو پھر تمھین پری سے ملنے کا باعث ہو۔ وہ دیوانہ فریب مین آگیا۔ اور معتمد الدولہ کی خدمت مین حاضر ہوکر منت و سماجت کے ساتھ خلعت بادشاہی کا امیدوار ہوا۔ معتمد الدولہ اسی فکر مین تھے اوسکو اپنے ساتھ دیوان خاص بارہ دری سلطانی مین لیجا کر ایک مقام پر بٹھا دیا اور کہا کہ مین بادشاہ سے عرض کرکے تمہارے واسطے خلعت عمل مین لاتا ہون۔ یہ کہکر وہ تو سیڑھی سلطانی کے اندر چلے گئے اور یہ دیوانہ پری زدہ تمنائے خلعت کی نشاط مین پھولا ہوا بیٹھا تھا۔ کہ اتفاقاً بادشاہ بارہ دری مین چلے آئے۔ اور اوسکو بہت کریہہ و ضخیم دیکھکر فرمایا کہ یہ کون ہے

نہ تھی کہ معتمد الدولہ کے سامنے اس ہوئے کو زبان پر لاتی خاموش رہی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہم نے
سے سنتے تھی کہ اس جگہ دیو پلید کا مقام ہے عجب نہیں کہ یہی ہو حکم دیا کہ نظر بند رہے۔ حکم سنتے ہی لوگوں نے
دست بدست پکڑ کر گرفتار کیا اور اسد رحیم کنایس ہوئی کہ وہ سہم گیا سمجھا کہ جان و دولت اور ناموس
و عزت پر پانی پھرا اور ہمچشموں میں ذلیل ہوا۔ معتمد الدولہ کے قدموں پر سر رکھ کر زار زار رونے شروع کی
معتمد الدولہ نے اوس بوالہوس کی زر مذکور کی فارغخطی لیکر بیکس سے زیادہ سا ہیجر یا نہ میں لکھوا کر رہا کیا
دو تین دن ان دعوت لیکر کا ہونا ہوا۔ تھوڑی دیر کے بعد جو بادشاہ چند روزان تک سے دریافت فرمایا کہ وہ
دیو کہاں ہے کسی کو مجال و قدرت نہ تھی کہ اصل حال کو بیان کرے اودہر اودہر اوسکی تلاش میں دوڑے
آخرکار معتمد الدولہ نے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ نے بندگان حضرت کو لباس کرامت ظاہری اور باطنی
آراستہ فرمایا ہے اصل میں وہ مرد پلید بیشک دیو سیاہ تھا کہ اس جوگی اور بہروپ سے جہاں فرشتہ
پہنچ نہیں سکتا تھا کہ صورت غائب ہوگیا اور اون تینوں وزیروں اور حاضرین نے بھی معتمد الدولہ
کے کلام کی تائید کی جس سے وہ بلا معتمد الدولہ کے سر سے ٹلی۔

(۳) ایک دوسری حکایت اس سے بڑھکر ناظرین تاریخ سنیں کہ ایک شخص تھا جس پر غازی الدین
حیدر کو نظر التفات تھی اور چند روز سے اوسکی تلاش میں تھے۔ معتمد الدولہ نے آزردہ ہوکر اوسکو حکم دیا
کہ تو اپنے گھر سے باہر قدم نہ رکھنا اور بادشاہ سے یہ بات بیان کی کہ وہ شخص مر گیا۔ ایک دن شامت
اوس بیچارے پر سوار تھی کہ اوس نے قدم گھر سے باہر رکھا تھا کہ اتفاقاً بادشاہ کی سواری اوس سر گذرگاہ
پا پڑی حکم دیا کہ فلاں شخص ہے جلد حاضر کرو۔ معتمد الدولہ کہ ہمراہ تھے اونہوں نے چاروں طرف نظر
دوڑائی سار بردار ان سواری نے کہ نظر شناس تھے تعمیل حکم بادشاہ سے چشم پوشی کی اور اپنی جگہ سے
نہ سرکے۔ تینوں فریق بھی معتمد الدولہ کی آنکھیں دیکھتے رہے اور باہم چار آنکھیں ہوکر صورت آئینہ حیران
بن گئے۔ بادشاہ نے پوچھا یہ کیا معاملہ ہے سب نے بالاتفاق ایک زبان ہوکر عرض کیا کہ حضور کو اللہ تعالیٰ نے
چشم پر نور جہاں بین عطا کی ہے ظاہر و باطن کے پردے کھلے ہیں جو کچھ حضرت ملاحظہ فرماتے
ہیں ہم سب لوگ ہرگز نہیں دیکھ سکتے۔ خلاصہ مطلب یہ کہ بادشاہ کی زبان پر یہ کلام تھا کہ وہ کہ وہ ہے
اور ان لوگوں کی زبان پر دیدہ و دانستہ یہ حرف تھا کہ کہاں ہے۔ کہاں ہے۔ بادشاہ کو یقین کامل ہو گیا
کہ یہ صورت لباسی تھی۔ اسی طرح کی حکایتیں بہت ہیں۔ ناظرین اولو الابصار کو بطور نمونہ
اقتدار معتمد الدولہ معلوم کرنے کو اسی قدر کافی ہے۔

نظامتوں کی تقسیم اور انتظام ملک کی کیفیت معتمد الدولہ اور اونکے رفقا کا بیت المال سلطنت کو خورد برد کرنا

معتمد الدولہ نے **چکلہ بیسواڑہ** جسکی آمدنی نواب سعادت علیخان کے عہد مین ۲۲۰،۵۰۰۰
روپیہ تھی اپنے سمدھی روشن الدولہ کو سرکار شاہی سے دلا یا اس چکلے سے چار پانچ لاکھ روپے
شمارہ ملک کے نام سے خزانہ معتمد الدولہ مین سالانہ آیا کیا برابر داخل ہو سکتے اور باقی جمع معتمد الدولہ
کی فرمایشات اور تنخواہ سپاہ متعینہ اور صرف انتظام مین لگی ایک کوڑی بھی خزانہ شاہی مین داخل نہوئی
انہی لاکھ روپئے بیت المال کے اس طرح مین روشن الدولہ نے خرچ کئے روشن الدولہ کے ایک ایک فیل
کا پانچ پانچ سات سات سو روپیہ درماہہ تھا **چکلہ محمدی** اول شاہ کو بندلال نے اس شرط
لیا کہ بعد خرچ سپاہ و فرمایشات جو کچھ بچے اوسکا جمع سرکار مین پہنچاتا رہونگا **علاقہ سلطانپور**
کہ جو بیس لاکھ روپیہ کا تھا تاج الدین حسین خان کو دیا اور آخر عہد معتمد الدولہ تک بندوبست بحال رہا تاج الدین
حسین خان سے انتقال محمد شاہ کے عہد کا جواب ہے چاندی چوک کا راستہ کہ سیکڑون طالب اور ارباب نشاط کے
جمع کئے اور دوکانین ہر چیز کی جیسے بزازہ اور ہر قسم اور نان بائی اور حلوائی وغیرہ موجود تھین - اور
توپخانہ و سپاہ بھی اسی عظمت کے ساتھ تھی - غلام حسین خان سابق چکلہ دار نواب سعادت علی خان
کا آبرو دیا ہوا تھا اور اسقدر دولتمند تھا کہ سو ہاتھی بلکہ اسے فزون ہمیشہ اوسکے ہمراہ رہتے تھے
یہ شخص کمال جری اور شجاع تھا اوسکی عہد حکومت مین ملک کا حال بہت اچھا تھا - چونکہ لا وارث فوت
ہوا اوسکا لاکھون روپیہ کا مال تاج الدین حسین خان کے ہاتھ لگا - اور اسی وقت سے ایسے ہاتھ
پاؤن نکالے کہ جادۂ اعتدال سے گذر گئے ایک زمیندار ایک لاکھ اور کئی ہزار روپئے کا باقی دار تھا اور
قلعہ بند ہو کر اوسنے مقابلہ شروع کیا اور حالت مقابلہ مین ایکدن مجلس عزا سے حضرت امام حسین مین
تنہا بیک بینی و دو گوش آ موجود ہوا - اور اپنے نام کا پتا دیکر بیان کیا کہ مین حضرت امام حسین کی ضمانت
سے حاضر خدمت ہوا ہون اب چاہو بخشو اور چاہو قتل کرو - اوسوقت تاج الدین حسین خان سے سوا
اسکے کچھ بن نہ آئی کہ اوسکے محاسبے کا کاغذ اپنے روبرو لیکر چاک کر کے پانی کے حوض مین پھینکدیا
اور فارغ خطی دیکر رخصت کیا - عشرۂ محرم مین تاج الدین حسین خان کا لاکھون روپیون کا صرف تھا
گویا یہ علاقہ تاج الدین حسین خان کی جاگیر مین تھا - یہان قدیم چکلہ دار سابق کی جانب سے تعیناتی تھی

رقم شاہی خزانہ مین داخل ہوئی اور سپاہ کے کچھہ آدمی دست بردا شتہ سعد الدولہ اور سبحان علیخان
کی فرمایشات مین آتی تھی باقی جملہ تاج الدین حسین خان اور سپاہ متعینہ کے صرف مین خرچ ہوتی
تھی ایک حبہ سلطانی خزانے مین داخل نہوا۔ تاج الدین حسین خان نے بنارس اور سہارنپور مین ہنڈی
کی دوکانین کہولین اور لکھنؤ کانپور مین بڑی بڑی عمارتین بنوامین ضبطی عالم سابق کے سوا بائیس لاکھ
روپئے نقد آمدنی سرکاری کے خان مذکور پر بقیہ بیان دفتر کے حساب سے واجب الادا تھے۔ اور اسیطرح
جو علاقہ اور چکلہ فقیر محمد خان اور مینڈو خان کے تفویض تہا اوسکی آمدنی اونکے رسالونکی تنخواہ مین محسوب تھی
اور کچھہ معتمد الدولہ کی فرمایشات مین صرف ہوتی تھی۔ سرکاری خزانے سے کچھہ واسطہ نتہا اور جو علاقہ
سادات کے متعلق تھا وہ معتمد الدولہ کی جیب خاص کہلاتا تھا **چکلہ بہرائچ** میر ہادیخان
مخاطب بہ سیف الدولہ میر زین العابدین خان کے متعلق تھا۔ یہ علاقہ نہایت سرسبز و شاداب تہا
اسکے جنگلون مین محصولات مین کی آمدنی کے سوا ایک دوسری آمدنی یہ تھی کہ ایک قوم سرٹ ٹھگوا
یعنی گیدڑ اور سانپ کی کہانے والی دزدی پیشہ قزاق زن بڑی بھاری جمعیت کے ساتھ گنگا و گھاگرہ
کے کنارے دشوار گذار مقام مین رہتی تھی۔ اور سوداگرون مہاجنون مسافرون کا مال و اسباب
لوٹتی تھی۔ اور سپاہ انگریزی کے آدمی جو اپنی فوجون سے رخصت یا رضا لیکر اپنے وطن کو جاتی تھی
اونکو جنگل مین مارکر اونکی کمرونکی ہمیانیان کہول لیتی تہی سیف الدولہ نے اس قوم کا ایسا قلع قمع
کیا تہا کہ اون کے انتظام سے سب اطاعت و فرمانبرداری کا دم بہرنے لگے تھے اور بہتیرا روپیہ
نذر کرتے تھے یہان سے بھی معتمد الدولہ کی سرکار مین نصف روپیہ پہنچتا تھا۔ اور دفتر دیوان کے
متصدی مالامال تھے۔ عاملونکی طرف سے خزانہ شاہی مین روپئے کی ارسال آنا بند ہوگئی اور علاقے
ایک ادنی محرر تک کسی کا اسبات کی پروا نہ تھی کہ کوئی شخص ہمارا گریبان گیر ہوگا۔ اور علاقون کی
آمدنی کے کچھہ سے اوڑانے مین مصروف تہی۔ ظفر الدولہ کپتان فتح علیخان افسر خزانہ اسبات سے
نہایت برافروختہ خاطر تھے کہ بادشاہ کو آمدنی کی کچھہ پروا نہین ہی جو کچھہ صرف ہوتا تہا خزانے سے
نکلتا تھا سبب بادشاہ کے رشتہ دارون اور سپاہ اور تنکاگرد پیشہ اور اہلکارونکی تنخواہ کا تقاضا ہوا
تو اونکو کچھہ علی الحساب دیکر اونکی زبان بند کی جاتی تھی یا خزانے پر گذرتی تھی اور سائر اور گنجیات
شہر کی آمدنی اس قدر نہ تھی جو اس خرچ کو کفایت کرتی۔ اور غلے کی گرانی اسدرجہ ترقی
پذیر ہوئی کہ نواب سعادت علیخان کے عہد مین گیہون ایک روپئے مین بیس سیر سے کم نہین بکتے اور اس
عہد دولت مین ابتدای جلوس سے آخر تک آٹھ دس سیر سے زیادہ فروخت نہین ہوتے۔

ظفر الدولہ فتح علی خان کپتان اور معتمد الدولہ مین نزاع پیدا ہونا

حقیقت مین ظفر الدولہ ریاست کے بہت بڑے خیر طلب اور دولتخواہ تھے اگر اسی شخص کا قدم اس راہ مین نہوتا تو خدا معلوم کیا نوبت گذرتی - جب پانچ چھہ کرور روپے خزانے سے ان صورتون مین خرچ ہو چکے تو ظفر الدولہ کی زبان پر حرف شکایت علانیہ آنے لگا - اور معتمد الدولہ نے اونکی جان و حرمت کے درپے ہو کر اسقدر تنگ پکڑا کہ ظفر الدولہ نے خزانہ اور جواہر خانہ اور توشہ خانہ کی کنجیان بادشاہ کے روبرو رکھدین اور کعبۃ اللہ اور کربلا کے جانے کے لئے خواستگار رخصت ہوئے - لیکن یہ صورت ظہور مین نہ آئی - اور کچھ دنون یہ معاملہ اسی طریق سے اوبھارا رہا - جب ظفر الدولہ بہت عازم سفر کربلا ہوئے محلات شاہجہانی کو یقین کامل ہوا کہ اب کوئی پشت و پناہ ہمارا سرکار شاہی مین نہین رہا - سب محلات نے باہم اتفاق کرکے بادشاہ سے عرض کیا کہ جب ظفر الدولہ جاتے ہین تو ہم بھی رخصت کے امیدوار ہین کیونکہ حضور معتمد الدولہ کے ہاتھ سے مجبور رات دن مخمور بادۂ غفلت مین شیشہ دل عاشق کیطرح چور رہین جب یہ باتین پیش آتی تہین تو بادشاہ قسم دلا کر تسلی آمیز کلام سے پیش آتے تھے

نواب سعادت علی خان کی بی بیون اور بیٹون اور نوکرون کے ساتھہ معتمد الدولہ کی سخت گیری

نواب شمس الدولہ چونکہ بنارس کو چلے گئے تھے وہ تو لکھنو کے مخمصون سے آزاد ہوے - غازی الدین حیدر کے باقی بھائی جو یہان موجود تھے اونکو معتمد الدولہ نے بہت دق کیا اور اونکی تنخواہین اونکو دستیاب نہوتی تھین یہانتک کہ بادشاہ سے علی الاتصال شکایت عرض معروض کی آئی اور ریزیڈنٹ نے بھی بادشاہ سے اونکی سفارش کی اور اونکی تصفیہ معاملات مین قدم کہا چلے نواب نصیر الدولہ جو بادشاہ کے چھوٹے بھائی تھے - مگر دوسرے بھائیون سے بڑے تھے تنخواہ کے نہ ملنے کا [illegible] نے عرض کیا کہ اگر حساب نام بھائی کا ہے تو جو کچھ حکم ہو بجا لاوے - اور اگر حساب کوئی چیز لائق شمار ہے تو نواب سعادت علیخان کے خزانہ کے کاغذات سے یہ بات ثابت ہے کہ نصیر الدولہ

ملکی کے بالکل مالک تھے۔ اور دیوانی اور دیہات خالصہ کے جملہ امور اُنسے متعلق تھے شمس الدولہ کا
صرف اختیار اور جرنیلی کے کام سے تعلق تھا اور اسکے قطع نظر رجوع مقدمات کے وقت عاملون سے
سالہا سال زر نقد جو اونکو دستیاب ہوا اوس سے انکا صاحب دولت و ثروت ہونا سب پر ظاہر ہے
کہ کوئی دولت مین انکے ہم پلہ نہین ہے۔ اور چوراسی لاکھ روپیہ نقد امانت انکی تحویل مین جمع ہے
اوسکو سنکر مع سمیت خزانہ عامرہ مین داخل کرین تہماس کے تنخواہ کا حساب بیباق فرمائین۔ یہ بیدار
تقریر سنکر بادشاہ اور رزیڈنٹ نے کہا کہ بینک سند امانت سے لینا چاہئے اور ان مفسدون کو سزا
دینا مناسب ہے۔ اوسیوقت ایک توپ اور تخیبون کا تمن اور تلنگون کی کمپنی نواب نصیر الدولہ کے دروازہ پر
بھیجکر اونکو تاکید کی کہ نواب سعادت علی خان کا زر امانت بادشاہی خزانے مین داخل کروا اور
اونکے تمام رفقا کی آمد و رفت بند کی اور عظیم اللہ و رحیم اللہ قوم حجام کہ نصیر الدولہ کے رفیق و مشیر تھے
اونکی طلبی کا حکم جاری ہوا اور عظیمن طوائف کہ عظیم اللہ کی آشنا تھی اوسکو بھی گرفتار کرکے بلوایا۔
اور چوکی پہرے اوس کے گھر پر اور بیٹھ گئے۔ عظیم اللہ نے عالم اضطراب مین سوائے رجوع ہونے کے
اور کوئی چارہ نہ دیکھا اسلئے زر مذکور دینا مناسب سمجھا اور نواب نصیر الدولہ بھی عظیم اللہ کی رہائی بعد ادائے
کے نتیجہ غضب سے غنیمت سمجھے۔ اس کے بعد نواب **جلال الدولہ مہدی علیخان** کی نوبت
آئی یہ نواب سعادت علیخان کے سب فرزندون مین چھوٹے تھے۔ اور نواب کو اپنے اس چھوٹے
بیٹے سے بہت محبت تھی اور مہدی علی خان کی ماں خاص محل جسکا پہلے ٹلٹ محل خطاب مشہور تھا سب
بیگمات سے نواب سعادت علیخان کے نزدیک زیادہ محبوب تھی اس بیگم کے پاس امانت مین نقد
کروڑ روپیے سوائے جواہرات کے تھے جو ماہولال کایستھ دیوان فاتگی کی تحویل مین اس شرط سے
تھے کہ اوسپر نافع جمع کیا کرے۔ ماہولال نے ان روپیون مین سے دو تین لاکھ روپئے لیکر
[illegible] مین صرف کر دئے تھے۔ اور اسقدر بد اطواری کے ساتھ عیش و عشرت مین مشغول ہوا
کہ خاص محل پر بدنامی کا وقت آیا اور یہ کیفیت معتمد الدولہ نے بادشاہ کے گوشگذار کر دی اور رزیڈنٹ
کو اطلاع بکار کر دی روپیے کا محاسبہ انکے سر پر رکھا گیا۔ اور ماہولال کو کشان کشان بے آبروئی کے
ساتھ بلا کر پہلے بہت برا بھلا کہا اور پھر ایک کوٹھری مین بند کراکر ایسا عذاب دیا اور اتنا بٹوایا کہ
اوسکی جان زار لبون پر آگئی۔ جلال الدولہ بھی اس متصدی سے اسلئے رنجیدہ خاطر تھے کہ جب یہ جوش
شباب مین روپیہ خرچ کے واسطے طلب کرتے تھے تو وہ مقدار مناسب سے زیادہ نہین دیتا تھا۔
حسن اتفاق سے اوسی زمانے مین غازی الدین حیدر نے پچاس ہزار روپیہ ولادت فرزند

کی تقریب مین صرف کرنے کے لئے جلال الدولہ کو جنہین فرزند سے کم نہین سمجھتے تھے عنایت فرمائی تھی معتمد الدولہ نے زر مذکور ادا کرنے کے وعدے پہ سید مہدی منگوا کر رقم مذکور مین پچاس ہزار روپے مجرا کر لئے اور ابوالحسن کی لاکھ روپیہ نذرانہ لیکر فیصلہ کیا اور باقی کے واسطے وعدہ خلافی کر کے اوسکو پھر گرفتار کیا اور وہ کاوش و پرخاش کی کہ جلال الدولہ کو حسبقدر اشرفیان اور جواہرات ہاتھ آیا وہ لیکر گھوڑے پر سوار ہوکر مخفی کلکتے کے عزم سے لکھنؤ نکل گئے وہان پہنچکر جب یہ دیکھا کہ معتمد الدولہ کی شکایت کی یہان شنوائی نہین ہوتی تو جہاز پر سوار ہو کر بیت اللہ اور کربلا معلی کا راستہ لیا نواب سعادت علی خان کے بیٹون مین بھی دو بیٹے زیادہ صاحب اعتبار تھے۔ جب انکی یہ صورت گذری تو اونکے اور بیٹون کا حوصلہ پست ہوا۔ چنانچہ رکن الدولہ محمد حسن خان نے بھی جلاوطن اختیار کیا اور باقی کاظم علیخان اور جعفر علیخان کو جو کچھ معتمد الدولہ تھوڑا بہت دیدیتے تھے وہ اوسپر قانع تھے۔ لیکن ان مین سے ہر ایک شخص وہ افزونت رکھتا تھا اسی زمانہ مین معتمد الدولہ اور مرزا تقی خان کے درمیان مین نزاع پیش آیا وجہ اوسکی یہ تھی کہ معتمد الدولہ کے تین بیٹے تھے اور ایک بیٹی تھی جو پاؤن سے معذور تھی۔ اور نصیر علی خان پسر افضل علیخان تھے وہ انکو ساتھ منسوب تھی۔ اور معتمد الدولہ کا ایک بیٹا روشن الدولہ کی بیٹی کے ساتھ منسوب تھا۔ اور دوسرے بیٹے کی نسبت شاہ میر خان کی بیٹی کے ساتھ ہوئی تھی۔ یہ شاہ میر خان برہان الملک و بہو بیگم کے خاندان سے تھے۔ چونکہ یہ نسبت شاہ میر خان کی قدر و منزلت کے خلاف تھی اونہون نے معتمد الدولہ کی درخواست کے وقت شادی سے انکار کیا اور کہا کہ مجھہ غریب کی بیٹیان غریب خاندان مین جاتی ہین۔ یہ بات سنکر معتمد الدولہ نے جبر و ظلم کی راہ اختیار کی۔ شاہ میر خان نے مجبور ہوکر شہر چھوڑا کلکتے کو چلے گئے۔ وہان جسکو دیکھا وہ معتمد الدولہ کا دوست ہے وہان جہاز پر سوار ہوکر لندن کیطرف سدھارے۔ اور محمد تقی خان کہ لکھنؤ اور فیض آباد مین رہتے تھے وہ شاہ میر خان کی بحث مین خفا ہوکر کانپور علاداری انگریزی مین چلے گئے۔ لیکن رزیڈنٹ لکھنؤ نے وہانسے اونکو بلوا لیا۔ اور معتمد الدولہ نے اونکے چھوٹے بھائی مرزا جھجو کو وزیر چہارم مقرر کیا اور صمصام الدولہ خطاب دلایا۔

بادشاہ بیگم کے حالات۔ نصیر الدین حیدر کی ولادت کی کیفیت۔ بادشاہ بیگم کا آئینہ ہر سے کیلئے

اچھوتی اور اچھوتہ تیار کرنا اور اونکی چھٹی کے مراسم سالانہ ادا کرنا

وقایع دلپذیر مین مذکور ہی کہ بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر مبشر خان منجم تقویم ساز کی بیٹی ہین اور مبشر خان مشرف خان کے بیٹے اور نجم الدولہ رصد بند محمد شاہی کے شاگرد ہین مبشر خان نے بادشاہ بیگم کو درسی علوم سکھلانے کے بعد تخریج احکام نجوم کی بھی اچھی طرح تعلیم دی تھی غازی الدین حیدر عالم صاحبزادگی سے اونکے حسن وجمال پر فریفتہ تھے۔ دہلی مین نواب سعادت علیخان نے اونکے ساتھ غازی الدین حیدر کی شادی سنہ بارہ سو سولہ ہجری مین کی اسوقت غازی الدین حیدر کی عمر اکیس برس کی تھی اور بعض کتابون سے معلوم ہوتا ہی کہ یہ بیاہ بنارس مین ہوا تہا۔ بادشاہ بیگم سے بیاہ ہوجانے کے بعد اونکی ایک خواص کے ساتھ جسکا نام صبح دولت تھا نواب غازی الدین حیدر کو عشق پیدا ہوگیا۔ اور اسنے اُسکے حمل رہگیا۔ بادشاہ بیگم کو اسوجہ سے کمال غضب و رشک پیدا ہوا جب ۲۲ جمادی الاولی سنہ ۱۲۱۸ ہجری کو بیٹا پیدا ہوا بادشاہ بیگم نے کہ نہایت مغلوب الغضب تہین سخت شدائد و آلام کے ساتھ جس سے بڑھکر متصور نہین صبح دولت کو مروا ڈالا چوحانکر باغ مین مدفون ہوئی یہ وہ زمانہ تہا کہ نواب سعادت علیخان اودہ کی سلطنت پر متمکن ہوچکے تھے۔ نصیر الدین حیدر نے اپنی حکومت کے زمانے مین اس قبر پر عمارت بنوادی۔ بادشاہ بیگم نے چاہا کہ اوس بچہ کو بھی مار ڈالین۔ مگر لطیف النسا نے جو بادشاہ بیگم کے پاس معلانیون مین نوکر اور طلاقت لسانی مین یکتا تہی اور میر فضل علی خان کی پھوپی تھی۔ جو بیگم کے محل کے تمام کامون کا مختار تہا۔ اس فعل سے منع کیا اور اونکو نصایح و پند کے ساتھ سمجھا کر اسکے ارادے باز رکھا بیگم نے اوس بچے کا نصیر الدین حیدر نام رکھا اور پالنے لگین اور نہایت محبت کرنے لگین بیگم صاحبہ کی طبیعت اگرچہ عبادت اور تلاوت قرآن و ادعیہ ماثورہ کی طرف نہایت مائل تھی لیکن حکومت و جاہ طلبی اور خودرائی اور خودسری اور مغلوب الغضبی اور امور مذہب اثنا عشریہ مین اختراع وجدت اونمین اتنی بڑھی ہوئی تھی کہ بیان سے باہر ہے۔ قوت غضبی اتنی تھی کہ غازی الدین حیدر ہمیشہ اوس سے ترسان اور لرزان رہے اور اونکی اطاعت و انقیاد مین سر مو فرق نہین کرتے تھے جب غضب حد سے گذر گیا تو شوہر و زوج دونون مین افتراق کی نوبت پہنچی۔ بہو بیگم کی وفات کے بعد سلون کا علاقہ جو محمد راٹھہ مین شامل تھا اونکی جاگیر مین دیا گیا۔ اونھون نے میر فضل علی کو اس علاقے مین مقرر کیا اور بیگم کی جاہ طلبی کی یہ حالت تہی کہ ہمیشہ چاہتی تہین کہ کل سلطنت پر حاوی رہین

اور اختراع امور دینیہ کی یہ کیفیت ہی کہ اول اپنی طبیعت سے ایک چھٹی صاحب الزمان کے واسطے
ایجاد کی **چھٹی** یہ ہی کہ عورت زچہ جننے سے چند دن کے بعد مع بچہ کے غسل کرتی ہی اور عمدہ لباس پہنکر
جلسہ کرتی ہی اعزہ کو مہمان بلاتی ہی - بادشاہ بیگم اس رسم کو اوس امام عالی مقام کیطرف منسوب کرکے ہر سال
ماہ شعبان میں ادا کرتی تہین - اور بہت سا روپیہ خرچ کرتی تہین اور اس معاملے مین بہت دہوم دہام کرتی
تہین **دوسرے** اشراف کی دوشیزہ اور خوبصورت لڑکیان - روپیہ خرچ کرکے یا کسی دوسری تدبیر
سے بہم پہونچا کر آئمہ اثنا عشری کی اونکو ازواج بناتین اور اون ائمہ کی ازواج کا نام سنکر ہی نامزد لڑکیون
کے رکہتین اور ان لڑکیون کا نام اچہوتی رکہا تہا **اچہوتی** اوس چیز کو کہتے ہین جو چہونے کے قابل
نہو کہ مبادا آلودہ نجس نہ ہو جاتے - مگر حضرت فاطمہ زہرا کی پاسداری کی وجہ سے حضرت علی کے لیے کوئی
عورت تجویز نہین کرتی تہین - اور ہر ایک اچہوتی کی خدمت مین تین نوکرین خدمتگذاری کے لیے
رکہتی تہین - اور اونکو عمدہ عمدہ کہانے کہلاتین اور نہایت نفیس کپڑے پہناتی تہین اور اونکی اتنی
خاطر ادب کرتین تہین کہ ہر روز صبح کو اونکے پہلے اونکی زیارت اور سلام کرتین تب کوئی دوسرا کام کرتین
اگر اونمین سے کوئی جوان ہو جاتی اور دل اوسکا مناکحت کو چاہتا تو مانع آتین اور کہتین کہ بعد رحلت
ائمہ اطہار کے دوسرے کے ساتھ نکاح اور عقد کرنا اور اوس سے ہمبستر ہونا ملت پاس ادب اور
رعایت قانون اسلام مین حرام ہی - وہ بیچاریان شہوت مین گرفتار نہ رہنے کی طاقت اور نہ قدرت
فرار ایک اونمین سے اتنی مشہوت کے ہاتہون مغلوب ہوئی کہ اوس نے ایک عجیب منصوبہ گہڑ لیا
کہ اول شب مین خواب سے مضطربانہ اوٹہکر زور سے رونے اور چہاتی کوٹنے لگی کہ اپنی شومی طالع پر
فریاد و فغان کرتی تہی - شور و غل سنکر محل کی تمام عورتین جمع ہوگئین - اور اوسکی گریہ وزاری کا حال بادشاہ
بیگم سے عرض کیا وہ خود بستر راحت سے اوٹہکر پاس گئین - اور حال دریافت کیا تو اوس اچہوتی نے
روتے ہوئے لہجہ مین جواب دیا کہ اسوقت مین نہایت بیخبر سو رہی تہی کہ یکایک خواب مین کیا دیکہتی ہون
کہ صاحب الامر والزمان میرے پاس پہنچے - اور آپ اوسوقت نہایت غضب آلودہ تہے اور فرمایا کہ
مینے تجہکو طلاق دی اور اپنی زوجیت سے جدا کیا - جب میری آنکہ کہلی تو اپنی بدبختی پر رونے لگی
کہ جب ایسے امام الزمان کے نکاح سے خارج ہوئی تو اب مین دنیا مین کسطرح گذرے گی - الغرض
بادشاہ بیگم نے یہ بات سنکر اوس عورت کو فوراً قلعہ مین سوار کرا کے مع اوسکی تمام سامان کے اوسکی
باپ کے گہر پہنچوا دیا - اور اچہوتے کی رسم ہی اونہون نے ایجاد کی - اچہوتی اور اچہوتے مین
تانیث و تذکیر کا فرق ہے **اچہوتہ** بہی ایسی چیز کو کہتے ہین کہ جو بوجہ طہارت و نفاست کے

مس کرنے کے قابل نہوتا کہ نجس نہو جاے اچھوتے کی حقیقت یہ ہی کہ بیگم نے محل کے اندر ایک
حجرہ اسبہ ہستنے کے واسطے مخصوص کیا تہا کوئی آدمی اوس مین آنے جانے کی قدرت نہین رکہتا تہا
جب کہیں امام کی پیدایش کا دن آتا تو اوس حجرے کو طرح طرح کے نفیس فرش و فروش سے آراستہ کیا جاتا
زرین قندیلین لٹکائی جاتین اور زربفت کی مسندین بچہائی جاتین اور اس امام کے نام نہاد اچھوتی عورت
کو نئے زیور اور پرتکلف پوشاک سے آراستہ کرکے بیگم اوس مسند زرنگار پر بٹھاتین اور نہایت ادب و تعظیم
کے ساتھ اوسکو نذر دکہاتین - اور رفاہانہ طریق سے مراسم مجرہ و نیاز بجا لاتین - اور تمام لباس نفیس
اور زیور جو پہنا ہوتا اوس عورت کو دیدیتین - اور حجرے کا دوسرا تمام اسباب محل کے کسی نوکر کو بخشدیتین
اور محل سرا کے اندر ائمہ اثنا عشر کے روضوں کی نقلین تیار کرائی تہین اور ہر روضے کے سامنے
ایک ایک مسجد بنوائی تھی - اور روضے مین ضریح کی نقل اور شبیہات شمالیات کے دوسرے تبرکات
رکہے تھے اور روضہ عباس کی ایک نقل بہی وہان تیار کرا کے سب روزمراسم تقریب ادا کرتی تہین
جنون کا بادشاہ بہی بادشاہ بیگم کے پاس آتا تھا جو ان پر عاشق تھا - بیگم کا معمول تہا کہ ہفتے عشرے مین
غسل کرکے پرتکلف لباس اور زیور پہنکر اور عطرین سراپا بسکر ایک مکان مین تنہا بیٹھ جاتی تھین -
مجال نتھی کہ چرند پرند خواصون یا ماماؤن کے فرشتے پر مار سکین - اور بیگم صاحبہ اپنی زبان سے
کہا کرتی تہین کہ آج اوس جن کی آمد آمد ہے - چنانچہ کوئی خواص کہتی تھی کہ ہمنے اپنے کانون سے حقہ پینے
کی آواز اوس کوٹھری سے سنی تھی - اور کوئی کہتی تھی کہ بیگم سے بات چیت ہونے کی آواز آتی تھی
اور خاص اس تقریب کے لئے ایک عمدہ مکان آراستہ کیا گیا تہا - گانے بجانے کا جملہ سامان وہان
جمع رہتا تھا - نوکر ڈومنیان اوس جلسے مین گایا کرتی تہین - اس جلسے کا نام ہندی مین میٹھا پاک
با ساکن ہوئے کے فتحہ اور یاے تحتانی کے سکون اور تاے ہندی کے فتحہ اور ہاے ہندی اور کاف ساکن ہے
نصیر الدین حیدر جو نانی بیگم صاحبہ کے پاس پلے تھے اونکو بھی لڑکپن سے اوس مین بیٹھنے کی عادت تھی
جو اپنی اس بات کا مشہور تھا کہ جنون کا بادشاہ بادشاہ بیگم کے پاس اور شاہزادہ شاہزادی کے
پاس آیا کرتا تھا اور پریاں بہی خدمت مین حاضر ہوتی تہین - ہر ہفتے مین ماں بیٹے اس تقریب سے
خلوت مین بیٹھتے تھے - اور جو ڈومنیان کہ گانے کے واسطے آتی تھین اونکو انعام ملتا تھا - اس تقریب
مین کم سے کم چار پانسو اور کبھی ہزار دو ہزار روپئے صرف مین آتے تھے - اور جو پوشاک بیگم صاحبہ
اوس وقت پہنتی تہین وہ گانے والیون کو انعام مین دیدیجاتی تہی -

بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر۔ اور بادشاہ کے ولیعہد نصیر الدین حیدر کے ساتھ معتمد الدولہ کی بدسلوکیاں ولیعہد کی شادی

جب معتمد الدولہ نے بخوبی ہاتھ پاؤں نکالے تو بادشاہ بیگم کی اطاعت سے قدم اوٹھایا اور چاہا کہ ولیعہد بہادر کی دیوانی سبحان علیخان کے تفویض ہو اس کام کے لئے اول اسبات کا کرنا ضرور تھا کہ میر مفضل علیخان یہاں سے نکالا جاوے معتمد الدولہ نے بد انتظامی جاگیر بادشاہ بیگم کے باب میں جو مفضل علیخان سے متعلق تھی چند بیہودہ اخبار درست کرکے بادشاہ کے حضور میں پیش کئے۔ آخرکار بیگم صاحبہ تک پہنچکر میر مفضل علیخان معزول ہوئے۔ لیکن تنخواہ گھر بیٹھے بیگم صاحبہ عنایت فرماتی رہیں۔ اور ڈیوڑھی میں آمد و رفت جاری رہی جب معتمد الدولہ کی شمشیر تدبیر نے کاٹ کیا تو چند مختلف معتبر سے بادشاہ تک پہنچا کر میر مفضل علی کے اخراج کا حکم بادشاہ سے حاصل کیا۔ میر مفضل علی بیگم صاحبہ کے فرمان بغیر نکلے اونھوں نے معتمد الدولہ کو جواب دیا کہ میں تمہارا مطیع نہیں ہوں۔ بادشاہ بیگم کے حکم کے بدون جنکا میں ملازم ہوں شہر سے قدم باہر نہیں رکھونگا۔ یہ جواب گرم سنکر معتمد الدولہ جل گئے اور اس مضمون کو بڑی آب و تاب سے خلاف پیرایہ میں بادشاہ کے گوش گذار کیا اونھوں نے خفا ہوکر حکم دیا کہ میر مفضل علی کو گرفتار کر لاؤ اور اگر زندہ نہ آسکے تو سر کاٹ لاؤ معتمد الدولہ نے چاہا کہ اس حکم کی تعمیل کریں اور سوار ہو کر اونکے مکان پر یورش کریں لیکن معلوم ہوا کہ چار سو آدمی اونکے مکان کے آس پاس مسلح بیٹھے ہیں۔ جان تو ہر شخص کو عزیز ہے دو توپیں اونکے دروازے پر بھیجیں۔ ابھی پورا اونکی حویلی کا محاصرہ ہونے نہ پایا تھا کہ مفضل علیخان مخفی اپنے مکان سے نکلکر بادشاہ بیگم کی ڈیوڑھی میں پہنچ گئے۔ معتمد الدولہ نے ۲۴ ذیقعدہ ۱۲۳۷ ہجری مطابق ۱۳۔ اگست ۱۸۲۲ء روز شنبہ کو بادشاہی فوج سے بیگم کے مکان کا محاصرہ کرا دیا۔ اور مفضل علی خان کو طلب کیا۔ بادشاہ بیگم نے جواب دیا کہ ہمنے تمہارے قید ہونے کے وقت دستگیری اسی امید پر کی تھی کہ مقابلے پر آسکے اب مفضل علی خان کا سر ہے سر کے ساتھ ہے اور یہ سوال و جواب میر مفضل علی کی بہن بی مغلانی کی معرفت تھا۔ اسکی تقریر آرائیوں نے اور بھی تفتیش کی صورت پیدا کی۔ صبح سے چار گھڑی رات رہے تک یہ حشر برپا تھا اوس عہد میں مسٹر ایشر کو رزیڈنسی کا چارج تھا۔ اونھوں نے ایک

ایک انگریز متعینہ چھاونی مندیاون کو بیگم صاحبہ کی ڈیوڑھی پر بھیجکر یہ پیام دیا کہ آپسمین نزاع کرنا خونریزی خلائق کا باعث ہی اسلئے میر فضل علی کو ہماری ضمانت وکفالت پر ہمارے پاس بھیجدو جان ومال کو اونکے صدمہ نہ پہونچے گا ۔ بادشاہ بیگم نے عہد وپیمان سے اطمینان کرکے فضل علی کو رزیڈنٹ کے پاس بھیجدیا اونہون نے ایکدن اپنی کوٹھی پر رکھکر دوسرے دن تلنگونکی سوارونکی حفاظت مین کانپور کی طرف پہنچا دیا اور ساٹھ ہزار روپیے نقد خرچ کے واسطے بادشاہ بیگم سے دلادیے معتمد الدولہ نے اس راہ مین بہت خاک اوڑائی اور انہین ہرگز یہ منظور تہا کہ وہ لکہنو سے سلامتی کے ساتھ جائین لیکن رزیڈنٹ نے قبول نہ کیا اور اب اچھی طرح عداوت بادشاہ بیگم اور معتمد الدولہ کے درمیان واقع ہوئی بادشاہ نے حکم دیا کہ ولیعہد دربار مین نہ آئین اور بیگم صاحبہ کے سیکڑون نوکر جو میر فضل علی کے طرفدار تھے گرفتار ہوکر قید ہوئے ۔ اور باقی بھاگ گئے ۔ او فضل علی کا گھر مسمار ہوگیا لاکھون روپیے کا اسباب غارت ہوا ۔ اور بادشاہ بیگم کی جاگیر پر معتمد الدولہ کی طرف سے عامل مقرر ہوا اور بادشاہ بیگم اور ولیعہد پر صدمے پہنچانا شروع ہوئے ۔ نصیر الدولہ کی بیٹی سلطان عالیہ بیگم کے ساتھ ولیعہد کی شادی کی تجویز تھی ۔ مگر یہ بات ابھی شک مین تھی اور طرفین مین باہم اس تقریب کے مراسم ادا ہو چکے تھے اس واقعہ کی وجہ سے بیاہ کا لفظ طرفین کی زبان پر نہ آیا ۔ معتمد الدولہ نے وہ بساط بچھائی کہ نواب نصیر الدولہ کی بیٹی کے ساتھ بادشاہ بیگم کے نواسے محسن الدولہ کی شادی ظہور مین آئی اور مرزا حاجی کی عمارت رہنے کے لئے بادشاہ کی طرف سے عنایت ہوئی اس بات سے بادشاہ بیگم کے مزاج مین معتمد الدولہ کی طرف سے اور بھی زیادہ تکدر پیدا ہوا ۔ بادشاہ بیگم نے ولیعہد کی نسبت مرزا سلیمان شکوہ کی بیٹی مریم بیگم کے ساتھ دربردہ بالا بالا قرار دیکر عین وقت پر بادشاہ کو اطلاع دی ۔ بادشاہ بھی رسمیات شادی مین شریک ہوتے ۔ البتہ معتمد الدولہ وغیرہ ارکان سلطنت اور صاحب رزیڈنٹ اس شادی مین شریک تھے ۔ گو معتمد الدولہ کی مخالفت کی وجہ سے شادی مین خاطر خواہ رونق ظہور مین نہ آئی لیکن دو ہفتہ کامل عیش وعشرت کا ہنگامہ گرم رہا ۔ بادشاہ بیگم کا دل معتمد الدولہ سے کھٹکا ہوا تھا ۔ اور اوسکا برات کے وقت سواری کے ساتھ رہنا منظور نہ تھا ولیعہد کی حفاظت جان کے لئے صاحب رزیڈنٹ کو پیام دیکر سو آپاس بڑے بڑے سرداران انگریزی طلب کئے ۔ جو سواری کے ہمراہ ہاتھیو نپر شاہزادے کے گرد حلقہ زن تھے اور صاحب رزیڈنٹ بھی شریک جلسہ تھے ۔ اور بادشاہ سلامت مرزا حسن رضا خان کی بارہ دری مین جو گومتی کے پار تھی رونق بخش تھے اور محفل شادی کا جلسہ بارہ دری حسن باغ مین

آراستہ تہا جب معتمد الدولہ کو حاضی میں بیٹھنے کا حکم تہا تو ایک ہودہ ہاتہی پر سوار ہوکر برات کے ساتھ رہے
غرض عقد نکاح کے بعد دلہن کو نواب سلطان[۱] بہو صاحبہ خطاب ملا اور اس وجہ سے معتمد الدولہ کے دل میں
خار حسرت کھٹکنے لگا تو اونہوں نے دوسرا رنگ جمایا کہ مرزا محمد حسن پسر نواب روشن الدولہ کو سلیمان شکوہ
کی دوسری بیٹی کے ساتھ باوجودیکہ اونکو یہ رشتہ نہایت ناپسند تہا بزور و ظلم منعقد کیا اور اس
حیلہ سے وہ سات ہزار روپیہ ماہوار جو جوزاک خاصہ شاہ عالم بادشاہ دہلی کے تہے شجاع الدولہ
کے عہد سے الہ آباد کی آمدنی سے بادشاہ کی خدمت میں جاتا تہا اور نواب سعادت علیخان کے عہد
مسدود تہا مرزا سلیمان شکوہ کے نام واگذاشت کرایا وہ پہلے سے چھ ہزار روپئے کے درماہہ دار
تہے اب یہ سات ہزار روپیہ ملکر تیرہ ہزار روپئے میں اوقات عیش و آرام میں بسر ہونی شروع ہوئی
لیکن بادشاہ بیگم کو معتمد الدولہ کی اس کارروائی سے بیحد ملال ہوا اور بادشاہ سے اوسکی شکایت
کی لیکن جواب دلشکن پایا کہ پھر شکایت کی تاب نہ آئی اور ولیعہد سے بھی سلطان بہو کی محبت
پر مہر کیا۔ بادشاہ نے پندرہ سو روپیہ ماہوار کا ایک وثیقہ سلطان مریم بیگم کے لئے اوس کروڑ
روپیہ کے سود میں سے جو بیگم مرحوم سنہ ۱۲۴۲ ہجری کو سرکار کمپنی کو قرض دیا تہا مقرر کیا۔ اب معتمد الدولہ
نے بادشاہ بیگم کی جاگیر کی آمدنی پر دست درازی شروع کی۔ اور بادشاہ نے جو بادشاہ بیگم
کی برداشت کے لئے حکم دیا اوسکی تعمیل نہ کی۔

معتمد الدولہ کا نصیر الدین حیدر کو نطفہ ناتحقیق مشہور کرنا آخرکار بادشاہ کا اونکو اپنا بیٹا تسلیم کرلینا معتمد الدولہ کا بادشاہ اور بیگم کے درمیان سخت ناچاقی کرا دینا اور بیگم پر نہایت سختگیری کرنا

معتمد الدولہ نے نصیر الدین حیدر کے بے اعتبار کرنے میں کوئی دقیقہ نہ چھوڑا یہانتک کہ اونکو

---

[۱] دیکھو جلد اول قیصر التواریخ ۲

لطفہ نا تحقیق مشہور کر دیا جب کہ گورنر جنرل کے کانون تک یہ خبر پہونچی تو انہون نے رزیڈنٹ کو
لکھا کہ بادشاہ کی نسل کے معاملے مین بخوبی تحقیقات کی جاتے اس وقت معتمد الدولہ نے اپنی
خبث باطنی اور عناد دلی سے گورنر جنرل کو جواب مین یہ لکھوا کر بھجوایا کہ نصیر الدین حیدر بادشاہ کے
نطفے سے نہین ہین بادشاہ بیگم نے ایک خواص کے بچّے کو پرورش کر کے تہمت بادشاہ پر باندھی ہے
اب گورنر جنرل نے رزیڈنٹ کو لکھا کہ تم بادشاہ سے خود ملکر اس بات کی زبانی تحقیق کرو ابھی یہ تحریر
رزیڈنٹ کے پاس پہنچنے نہ پائی تھی کہ معتمد الدولہ نے تمام شہر مین اشتہار اس مضمون کے چسپان
کرا دیے کہ مرزا نصیر الدین حیدر کو کوئی شخص بادشاہ کا فرزند قرار نہ دے۔ جب رزیڈنٹ کے پاس
گورنر جنرل کی تحریر آئی۔ اور انہون نے بادشاہ کے پاس جا کر حال دریافت کیا تو بادشاہ نے اپنی
زبان سے نصیر الدین حیدر کی ولدیت کا اقرار کیا۔ جب یہ تدبیر معتمد الدولہ کارگر نہ ہوئی تو دوسری
فکر کی اور ایک بات بادشاہ سے عرض کیا کہ بادشاہ بیگم نے اسوجہ سے کہ مجھپر حضور کی نظر توجہ ہے
اور اونکی سرپرستی پر میرے ہی ہین حضور با التفات نہین فرماتے دس لونڈیان ترکنین اور حبشنین
دشمنان حضور کے قتل کے لیے مامور کی ہین۔ اور اونکا یہ ارادہ ہے کہ اس سانحے کے ظہور کے
بعد گورنر جنرل سے صلاح کر کے مرزا نصیر الدین حیدر کو تخت سلطنت پر بٹھا دین۔ اور آپ مختار بنین
معتمد الدولہ نے اس طلاقت لسانی سے اس مضمون کو ادا کیا کہ بادشاہ نے بادشاہ بیگم سے
ملنا بھی موقوف کیا۔ اور دروازہ جو خوابگاہ بادشاہ اور محل قیام بادشاہ بیگم کے درمیان واقع
تھا وہ بھی تیغہ کیا گیا اور ملاقات طرفین کی بند ہوئی۔ اور بادشاہ بیگم پر یہانتک سختی کی گئی
کہ اونکی جاگیر کی آمدنی بھی بند کر لی گئی اور اسوجہ سے نوبت ناداری کی پہنچی اب بیگم کو ایک روپیہ
ہزار روپیہ کی برابر تھا اسباب نقرئی و طلائی پردے مین بک بک کر اوقات بسر ہوتی تھی ان ایام ہی
دامن دار یہ بھی معتمد الدولہ کی نگاہ سے باشی کم ہوئی - یعنی وہ اس بندش اور تجسس مین رہتے تھے کہ جو
اسباب بکنے کے وقت ظاہر ہوا اوسکو منگوا کر اپنے توشہ خانے مین داخل کیا اونکی بہتون
سات سات آٹھ آٹھ روز تک بیگم کے محل مین نوبت چولہے مین آگ سلگنے کی نہ آتی تھی بعض
اوقات مین بھنے چنے یا جوار بھنا کر محل مین تقسیم ہوتی تھی معتمد الدولہ نے نصیر الدین حیدر کو شہر لکھنؤ
کے باہر بھی نہ پایا وہ بھی بنظر تقدم بالحفظ انجام کو سوچکر ایک دن اس بات کو سمجھ گئے اور خاصہ طلب کر کے
نوش کیا - معتمد الدولہ تھوڑا دن اس بات سے قدم باہر نہین رکھا اور دولت کے ساتھ پیش آئی
اور اپنا قصور معاف کرایا اور وہ بھی یہ تو اسی سے مراتب ہر وقت ملحوظ خاطر تھی مگر دل مین

عداوت بھری رہی بلکہ ایک عجیب حرکت کی جو یہ ہے کہ شاہزادے کے ذہن کرنے کو جنکی طبیعت
عیاشی اور لہو و لعب کی طرف زیادہ رغبت رکھتی تھی چند رقاصہ عورتیں اونکی خدمت میں بھیجدیں
اور اونکو حکم دیا کہ شاہزادے کا دل اپنی طرف مائل کرلیں تقاضاے سن کی وجہ سے کہ عمر اونکی
۲۲ سال کی تھی ساۃ نگا سے مانوف ہوگئے جب معتمد الدولہ کو یہ حال معلوم ہوا تو اونہوں نے چاہا
کیا کہ انکو دوسری جگہ بھیجدیا جاے کیونکہ یہاں بیٹھے نہیں مفارقت منظور تھی۔ اسلئے عرض کیا کہ یہ
مکان تنگ ہے حضور کی آسایش کے لائق نہیں اور حضور کو بھی یہاں خاطرخواہ آسایش نہیں
حسن باغ میں کہ مقام خوش فضا لب دریا واقع ہے تشریف لے چلیں شاہزادے نے کہا کہ اس شرط پر
چلونگی کہ ملکہ زمانی کو بیگم صاحبہ کے مکان سے طلب کرلیا جاے دوسرے نگا طوائف کو میرے ساتھ کردیں
چونکہ نگا خانم حسین کی آشنا تھی جو معتمد الدولہ کا رفیق تھا جسکی دلشکنی و آزردگی معتمد الدولہ کو منظور نہ تھی
اسلئے اونہوں نے یہ چال چلی کہ جس سے شاہزادے کو نگا سے دستبردار ہونا پڑے گا عرض کیا
کہ بدون اطلاع بادشاہ کے غلام کی طاقت نہیں کہ ایسے کام کرسکے اور بادشاہ یہ دونوں کبھی
امر قبول نہ کرینگے اگر انہیں سے ایک بات کی نسبت ارشاد ہو تو اگرچہ اوسکا سرانجام بھی مشکل ہے
مگر بہر صورت عرض کرکے اوسکی درستی کیجائیگی۔ چونکہ ملکہ زمانی سے اونکو کمال محبت تھی اور حرم محترم میں
داخل کرلیا تھا اوسکی بابت کو ترجیح دی اور رقاصہ سے دستبردار ہوئے اور معتمد الدولہ کے فریب سے
آگاہ ہوکر درد بھرے ہوئے دل کے ساتھ حسن باغ کو تشریف لے گئے۔ مگر محل سے نکلکر شب طلب
کے باعث معتمد الدولہ کے قریب کی وجہ سے آجانے سے بہت نادم اور تنگ تھے۔ بادشاہ بیگم کو
چونکہ شاہزادے کے ساتھ بیحد الفت تھی چند روز کی جدائی سے نہایت بیتاب ہوگئیں۔ ایک
مالن شاہزادے کے لئے ہار پھول لیجایا کرتی تھی بیگم نے شاہزادے کے پاس اوس مالن کی
معرفت یہ پیام بھیجا کہ معلوم نہیں کہ ان دنوں کونسی بہتری کی بات معتمد الدولہ کی طرف سے اپنے حق میں
دیکھی جو ہمارے حقوق دیرینہ کو خیرباد کہا اور اوسکی جھوٹی باتوں میں آکر ناحق سبکی حاصل کی۔
اے جان عزیز اگر تمہاری بہتری دیکھے تو رہنے میں ہی تو چشم ما روشن دل ما شاد۔ لیکن مجھکو او
سکا نہایت رنج ہے کہ دشمنوں کے درمیان میں جا پہونچے ہو اللہ تمہاری حفاظت کرے میں تو
ایک بوڑھی عورت ہوں مجھکو کوئی ریاست کا دعوے نہ تھا جو کچھ کیا وہ تمہاری بھلائی کے
لئے کیا تھا۔ جو کچھ تمہیں کہا وہ تمہاری ہواخواہی و دوستی کی وجہ سے کہا جاتا ہے شکایت نہیں
ہے جو کچھ پیش آیا قسمت کا لکھا تھا شاہزادے کو جب یہ پیام پہونچا تو آبدیدہ ہوتے اور

کہلا بھیجا مصرع ۔ من ہمان بندۂ دیرینہ کہ بودم ہستم ۔ برسین گذرین کہ آدمی معتمد الدولہ کی طرف سے پیام لاتے تھے کہ مین آپ کا غلام وفادار ہون اگر میری خطا معاف کی جائے تو خدمت کی سعادت دارین حاصل کرنے کی جان فشانی کرونگا کہ یادگار زمانہ رہیگی اور خصوصیت کی کیفیت خادمیت ومخدومیت کی ثابت ہو جائیگی ۔ اور آپ پر یہ بھی بخوبی روشن ہے کہ تکلیف اخراجات سے میری طاقت طاق ہوگئی تھی اور اوسکی بیداد سے میرے نوکر چاکر تنگ آ گئے تھے ناچار یہ کام کیا اگرچہ یہ امر سبب تھا ۔ لیکن اس بدباطن کے دل کا حال بدون اصلاح ظاہری کے معلوم ہونا ناممکن تھا محض اس مصلحت کی وجہ سے آپکی مفارقت گوارا کی گئی ہے ۔ جب سے مین آپ سے جدا ہو کر یہان آیا ہون سوا سے نفاق کے کچھہ اور اوسکی طرف سے ظہور مین نہین آیا الحمد للہ کہ آپ نے حجت تمام کر دی اور در دنگو کو مکان تک پہنچا دیا ۔ اور رہا یہ کہ آپکی طرف سے اراوت مین کوئی قصور وفتور نہین ہوا ہے ۔ بلکہ پانچون وقت کی نماز کے بعد دعا کرتا ہون کہ اللہ آپ کا سایہ میرے سر پر ہمیشہ برقرار رکھے ۔ مالن جب یہ جواب لیکر بادشاہ بیگم کے پاس آگئی تو اوس کے دوسرے دن پھر اونھون نے شاہزادے کے پاس یہ پیام بھیجا کہ اگر وہان کے رہنے مین اپنا مطلب حاصل ہوتا دیکھو تو وہان رہنا چاہئے ورنہ ایک دم کی مفارقت ایک سال کی برابر ہے جلد یہان آ جانا چاہئے اب جدائی کی تاب نہین ہے ۔ شاہزادے یہ پیام پہنچتے ہی دوپہر کے وقت محل مین چلے آئے اور اسوقت سے غازی الدین حیدر کے مرنے تک دربار مین نہ گئے اور سرکار شاہی سے بھی شاہزادے کے لئے کہین آنے جانے کی ممانعت کا حکم نافذ ہوا ۔ یہانتک کہ جب لارڈ ایمہرسٹ گورنر جنرل آئے تو ولیعہد اس دربار سے بھی محروم رہے ۔ ایک بار بادشاہ نے ولیعہد کو حکم دیا کہ نماز عید الفطر کے لئے عیدگاہ کو جاوین مگر وہ نہ گئے[۱]

منا جان کی پیدائش اور بادشاہ بیگم کا یہ مشہور کرنا کہ وہ نصیر الدین حیدر کے نطفے سے ہے معتمد الدولہ کا بیگم کی ڈھول اوڑانے مین کسر باقی نہ رکھنا اور انجام کار

(۱) دیکھو محتشم خانی اور وقائع دلپذیر ۱۲

منا جان کا نصیر الدین حیدر کے نطفہ سے ثابت نہ ہونا

بادشاہ بیگم کی ایک خواص جسکا نام سکھ چین تھا نصیر الدین حیدر کی صحبت مین رہتی تھی یہ مشہور ہوا کہ وہ ولیعہد سے حاملہ ہے اور ۵ ذیحجہ ۱۲۳۵ ہجری مطابق ۴ - ستمبر ۱۸۲۰ء کو پہر دن رہے اوس کے بطن سے ایک لڑکا متولد ہوا - پرستاران محل نے اوس بچے کو غسل دیکر چار گہڑی دن رہے بادشاہ بیگم کی آغوش مین دیا اوس کا نام محمد مہدی اور لقب رفیع الدین حیدر رہا اور عرف منا جان ہوا اور سکھ چین کا خطاب افضل محل ہوا - بادشاہ بیگم نے اول محسن الدولہ کو ایکسو ایک اشرفیان دیکر اور پھر نصیر الدین حیدر کو اس لڑکے کی پیدایش کی نذر کے لیے بادشاہ کی خدمت مین بھیجا امرت لال اور فتح علی عرض بیگیون اور عبد الکریم داروغہ دیوان خانہ نے عرض کیا کہ آپکی باریابی کے لیے بادشاہ کا حکم نہین - ناچار نصیر الدین حیدر اور محسن الدولہ بے نیل مقصود واپس ہوئے - اور دوسرے دن بادشاہ نے امرت لال عرض بیگی سے حال معلوم کرکے اون سپاہیون اور افسرون کو جن کے پہرون مین محسن الدولہ اور نصیر الدین حیدر آتے تھے موقوف کر دیا - جان شگلش صاحب رزیڈنٹ تھے اونہون نے جب یہ ماجرا سنا تو یہ خیال کیا کہ یہ صورت بادشاہ کی طرف سے محض اس وجہ سے وقوع مین آئی ہوگی کہ اون مین اور ولیعہد مین ملال ہے - چنانچہ انہون نے بادشاہ سے ملاقات کرکے کہا کہ حضور نے مجھکو ولادت فرزند کی خبر کیون نہ دی تاکہ تہنیت کے مراسم بجا لاتا - بادشاہ اس بات سے دلمین کبیدہ ہوئے اور بظاہر ایسی بے پروائی کی کہ گویا صاحب کی بات کا مطلب آپکے ذہن مین نہین آیا ہے - اور تجاہل کی راہ سے فرمایا کہ مینے کونسی بات کی آپکو خبر نہ دی صاحب نے کہا کہ مینے سنا ہی کہ ولیعہد بہادر کے محل مین بیٹا پیدا ہوا ہے - یہ خبر مجھکو صبح کے وقت پہنچی تھی اور ادائے تہنیت کا منتظر تھا - بادشاہ نے تھوڑی دیر سکوت کرکے فرمایا کہ اس باب مین گفتگو نامناسب ہی - اس جواب سے رزیڈنٹ متحیر ہوا - اور کہنے لگا کہ مجھکو حضور کے پوتے کی پیدایش کی خبر پہنچی تھی - اور یہ بھی معلوم ہوا تھا کہ ولیعہد بہادر نذر کو گئے اور بے نیل مرام واپس آئے اور پھر سپاہیان متعینہ دروازہ برطرف کر دیے گئے - آیا یہ بات سچ ہے یا جھوٹ - بادشاہ نے جواب دیا کہ شاہ کو ولیعہد بہادر مع خاص برادرون کے زبردستی حاضر ہونا چاہتے تھے - اور لڑکا کا ولد مین پیدا ہوا ہے اگر فی الحقیقت میرا اصلی پوتا ہوتا اور وارث حقیقی ہوتا تو ہم پہلے اس سے

سازوسامان جشن اور ادائے لوازم تہنیت کے لئے برضا و رغبت حکم دیتے لیکن اس معاملے مین اطلاع حمل قریب ہوا ہے۔ اور حقیقت مین یہ کچھ دنون کا ہے کہ ۲۵ روز سے اوس کو حمل ہو سکتی ہین۔ رزیڈنٹ نے فہم و فراست کی راہ سے کہا کہ شاید یہ بات معاندین و مخالفین نے مشہور کر دی ہو۔ بادشاہ نے فرمایا کہ ہمنے اسکو خوب تحقیق کر لیا ہے۔ پھر رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ امر بہت مشکل ہے کہ ولیعہد بہادر ایسا فریب کہا سکتے اور حقیقت اونسے مخفی ہوتی۔ بادشاہ نے فرمایا کہ اوس بیچارے کو کیا سمجھ ہے یہ تمام چالاکی بادشاہ بیگم کی طرف سے ہے اور وہ بیچارہ بسبب کم عمری اور بیعقلی کے کیا سمجھ سکتا ہے رزیڈنٹ نے کہا کہ حضور سابق مین شکایت کرتے تھے کہ ولیعہد بہادر کئی عورتون کے ساتھ صحبت اور اختلاط رکھتے ہین۔ چنانچہ بعض اونمین سے حاملہ بھی ہو گئی ہین۔ بادشاہ نے فرمایا کہ بچہ پیدا ہونے کی امید ۲۵ ماہ کے بعد ظہور مین آئی ہے۔ بعد اس کے رزیڈنٹ نے بات کو طول دینا مناسب نہ سمجھا اور اس سے ۱۵ ماہ قبل بادشاہ کی زبانی رزیڈنٹ کو معلوم ہوا تھا کہ ولیعہد بہادر کے ہان بچہ پیدا ہونے کو ہے۔ لیکن بعد اسکے کوئی خبر بچہ پیدا ہونے کی معلوم نہوئی تھی اور ایک اخبار نویس نے رزیڈنٹ کو خبر دی تھی کہ بادشاہ بیگم نے چار عورتین ازقوم سادات ولیعہد کی صحبت مین رکھی ہین۔ اور جو طفل کہ اب پیدا ہوا ہے اونمین سے ایک عورت کے بطن سے ہے

صاحب رزیڈنٹ نے یہ تمام حال گورنر کو لکھا کہ ولیعہد بہادر تو ولادت کے مقر ہین مگر بادشاہ انکار کرتے ہین۔ اور بادشاہ کے قول کی تحقیق مشکل ہے کہ فرماتے ہین کہ نصیر الدین حیدر طفل مذکور کے باپ نہین ہین۔ اور سب سے زیادہ مشکل جانبین کے دوستون اور دشمنون کی غرض کا ادراک ہے ۲۴ اکتوبر سنہ ۱۸۲۰ء کو گورنر کا جواب خاص مٹکاف صاحب سکرٹری دفتر سفارت کی ذریعہ سے یون پہنچا کہ آپکی تحریر مرقومہ ۱۷ ستمبر سنہ حال سے معلوم ہوا کہ ولیعہد کے مکان مین ایک لڑکا پیدا ہوا ہے جسکو بادشاہ تسلیم نہین کرتے۔ اس امر کی تحقیق ضروری ہے تاکہ آئندہ کوئی وقت امور سلطنت مین پیش نہ آئے اور تکرار واقع نہو اسلئے مناسب ہے کہ آپ اچھی طرح طفل مذکور کے نسب کی بابت تحقیقات کرین کہ فی الحقیقت ولی عہد کا نطفہ ہے یا نہین۔ اور نواب گورنر جنرل امید رکھتے ہین کہ جناب بادشاہ اوده ایسے امر نازک مین اپنے اشتباہ کا رفع کرنا اور اوسکی تحقیقات ضروری جانینگے رزیڈنٹ نے اس خیال سے کہ بادشاہ اپنی زبان سے اوس لڑکے کو دھوبن کا بچہ بتلاتے ہین۔ اور عوام مین بھی یہ مشہور ہے کہ ایک حاملہ دھوبن مدت سے غائب ہے۔ یہ مناسب جانا کہ اوس کے شوہر کے اظہار لئے جائین۔ مگر اسوجہ سے کہ مبادا اخیر ہستی آدمی دہوبی سے ملکر جعلسازی کرین۔ اپنے میر منشی

کو حکم دیا کہ تم اوس دھوبی کو اپنے ہان لاکر رکھو بعد اسکے اوسکے اظہار لوائے اور بادشاہ سے
ملاقات کے وقت ایک پرچہ پیام متضمن ضرورت تحقیق نسب طفل مذکور کہ مبادا انجام کو معاملہ ریاست
مین تکرار پیش آئے بادشاہ کے حوالے کرکے زبانی کہا کہ ایسے امر نازک مین شتاب اور خفگی دل سے
دور کرکے اسکا جواب اسطرح تحریر فرمائین کہ اب اور آئندہ اشتباہ باقی نرہے اور بہتر ہے کہ جناب عالیہ
خود محل مین تشریف لیجا کر اوس لڑکے کو بچشم خود ملاحظہ کرلین۔ مگر بادشاہ نے محل مین جانا قبول نہ کیا
اور فرمانے لگے کہ اگر فی الحقیقۃ میرا ہوتا ہوتا تو اس سے بہتر اور خوشتر کیا تھا لیکن وہ اصل مین میرا ہوتا
نہین ہے اور بادشاہ بیگم نے اوسکی ولادت کے وقت حسب دستور بستر کیلئے ہمارے خاندان کی قابلات
کو جمع نہ کیا۔ مگر رزیڈنٹ کی طرف سے بہت تاکید ہوئی کہ اس معاملے کی پوری پوری تحقیقات کیجاے
اسلئے بادشاہ نے دائی کو طلب کرایا اور اس باب مین ایک خط بادشاہ بیگم کو لکھا اسی اثنا مین
اخبار نویس نے رزیڈنٹ کو اطلاع دی کہ ۲۵ جمادی الاخر ۱۲۴۳ ہجری مطابق ۳ [illegible] سنہ ۱۸۲۸ع کو جناب
بادشاہ اودھ نے تین عورتین منتظم الدولہ حکیم مہدی علیخان کی بہو کی معرفت نواب
بادشاہ بیگم کو عطا کی تھین اونمین سے دو مرگئین ایک زندہ ہے اور وہی اوس بچے کی ماں ہے اور اوسکا
خطاب افضل محل ہے اور وہ خود طفل کو دودھ پلاتی ہے۔ ولیعہد بہادر اور بادشاہ بیگم کہتی ہین
کہ اگر بادشاہ کا دل چاہے تو خود آکر لڑکے اور اوسکی ماں کو ملاحظہ کرلین۔ دھوبی کا نام ہیرا تھا
اوس نے اپنے اظہار مین بیان کیا کہ میری زوجہ جسکا نام جھلی ہے سترہ سال کی اور آٹھ ماہ کا
حمل تھا۔ ذیقعدہ ۱۲۴۳ ہجری مطابق سترہ اگست ۱۸۲۷ع کو دن کے ساڑھے دس بجے پرورش
علی کے گھر کپڑے لیکر گئی تھی وہان سے غائب ہوگئی۔ دوپہر کے وقت مسماۃ بینا کٹنی میرے گھر آئی
اور میری زوجہ کا حال پوچھا۔ میری ساس نے کہا کہ وہ پرورش علی کے گھر کپڑے لیکر گئی ہے
بینا چلی گئی مین نے شام تک اوسکا انتظار کیا۔ بعد اس کے پرورش علی کے گھر پر گیا۔ اوس نے کہا
کہ وہ اوسی وقت میرے گھر سے چلی گئی تھی۔ چونکہ مجھکو بعض آدمیونکی زبانی یہ معلوم ہوئی تھی
کہ پرورش علی کی شراکت سے بینا کٹنی نے اوسکو فروخت کردیا ہے اسلئے مین کٹنی کے گھر پر
گیا اوس کے بیٹے نے کہا کہ وہ دو دن سے مکان کو نہین آئی ہے آخر تیسرے دن بیٹے
اوسکو پایا اور کوتوال کے پاس لیگیا۔ اور تمام حال ظاہر کرکے گرفتار کرادیا۔ چار دن کے بعد
اوس کٹنی نے عورت کے حاضر کرنے کا اقرار کیا اوسکی ضمانت لیکر کوتوال نے چھوڑ دیا۔ بعد اسکے
میری ساس نے نالش کی تو چھوٹے معتمد الدولہ نے اوس کٹنی کو پکڑواکر کوتوال کے پاس بھیجدیا

وہاں قید ہو گئی اور معتمد الدولہ نے میری زوجہ کو تلاش کرنے کے لئے حکم تاکیدی صادر کیا۔ کوتوال نے نہایت تخویف و تہدید کی مگر کچھ مفید نہوا۔ آخرکار مجھکو کہا کہ وہ رنگ محل میں ہے اور وہاں کوتوال کا حکم نہیں چلتا۔ میں ناامید اور مایوس ہو گیا اور کئی بھی چوتھی محرم کو رہا ہو گئی اور مجھکو بہت سے معتمد آدمیوں کی زبانی معلوم ہوا کہ میری زوجہ رنگ محل میں ڈیڑھ سو روپیہ کو فروخت کر دیگئی ہے۔ رزیڈنٹ نے بادشاہ کی شرح ملاقات اور وہ ہوئی کا اظہار گورنر جنرل کے پاس بھیجا بعدہ عہد قائم مقامی میلکس السنٹ ریذیڈنٹ صاحب میں ایکدن بادشاہ نے محسن الدولہ سے فرمایا کہ تمہارے ماموں یعنی نصیرالدین حیدر ہمارے دیکھنے کو کہ پاؤں میں چوٹ لگ گئی ہے کیوں نہیں آتے۔ محسن الدولہ نے عرض کیا کہ حکم عالی کے منتظر ہیں ارشاد ہوا کہ ابھی جا کر ہماری طرف سے کہو کہ اپنے بیٹے کو ہمراہ لیکر آئیں۔ محسن الدولہ نے جا کر بادشاہ بیگم سے کہا اونہوں نے ولیعہد کو مع فرزند مسطور بادشاہ کے حضور میں بھیجا۔ ولیعہد نے بادشاہ کے قدموں پر سر رکھدیا بادشاہ نے اونکا سر اوٹھا کر گلے سے لگایا اور شفقت پدری کے جوش میں آ کر خوب روئے اور بچے کو گود میں لیا اور لیجے کے بعد ولیعہد کو مع اوس بچے کے خلعت دیکر رخصت کیا۔ قائم مقام رزیڈنٹ نے گورنر جنرل کو یہ ساری کیفیت ۱۰- اپریل ۱۸۳۱ء کو لکھ بھیجی۔ اس بچے کے نسب کے باب میں دوسرے لوگوں کے معتمد الدولہ نے اظہار لوائے تو پرورش علی خان عرف چھوٹے خان اور مرزا اغایت علی اور شیخ ضیاء اللہ کے بیانات سے ثابت ہوا کہ سماۃ شاد دولہن حاملہ بادشاہ بیگم کے محل میں گئی تھی۔ اور اوس کے جانے سے پندرہ سولہ دن کے بعد محل میں بچہ پیدا ہونے کی خبر سننے میں آئی۔ اور مہتاب دائی نے اپنے اظہاروں میں بیان کیا کہ سکھ چین خواص کا پیٹ بیعہ بادشاہ بیگم کے حکم سے خوب دیکھا مگر حمل کے آثار نہ پائے اور لونا لی خانم مغلانی ملازم بادشاہ بیگم نے بھی کہا کہ شاہجہان سکھ چین کے شکم سے نہیں سکھ چین کو کبھی حمل ہی نہیں رہا۔ معتمد الدولہ نے رزیڈنٹی کے دفتر کو اسطرح کیفیت لکھی کہ جب بادشاہ بیگم نے بادشاہ سے ظاہر کیا کہ سکھ چین نصیرالدین حیدر سے حاملہ ہے تو بادشاہ نے تھوڑی دیر سکوت کرنے کے بعد فرمایا کس لئے کنیز کو شاہزادے کے پاس بھیجا ہماری خواہش اور نیز گورنر جنرل کی مرضی یہ تھی کہ وہ کسی خاندان عالی شان میں بیاہے جاتے تاکہ فرزند صحیح النسب متولد ہوتا۔ آخر الامر بادشاہ نے نو مہینے تک انتظار کیا۔ جبکہ بچہ پیدا نہوا تو بیگم صاحبہ کے قریب کو پاکر پیام دیا کہ اسقدر دیر ولادت میں ہونا مقام تعجب ہے۔ بادشاہ بیگم نے جواب دیا

کہ بچہ پیٹ میں تو موجود ہی لیکن جنات و شیاطین کے آسیب سے پیدا نہیں ہو سکتا اس
بات سے بادشاہ کو زیادہ شبہہ ہوا۔ اور فرمایا کہ بچے کی پیدائش ہماری ہمشیر او سہولی اور دوسری
بیگمات خاندان کے سامنے ہو۔ الغرض اس دیر سے بر ۲۵ ماہ گذری اور بادشاہ کا تعجب روز بروز
بڑھتا جاتا تھا اور اونھیں دنوں اخبار کے ذریعہ سے معلوم ہوا کہ محل میں زن حاملہ کی بڑی تلاش ہی
متعاقب اسی کے اخبار سے دریافت ہوا کہ ایک حاملہ دہوبن ملازم منشی محمد باقر نائب ہے۔ اس حال کے
دریافت ہونے سے بادشاہ نے مکرر حکم دیا کہ جب سکھ چین کے بچہ پیدا ہو تو بیگمات خاندان کو
اوسوقت بلا لیا جاوے اونکے سامنے ولادت واقع ہو۔ بعد چند روز کے ناگہان حضور کو خبر پہنچی
کہ بیٹا پیدا ہوا اور ولیعہد قریب کی راہ سے نذر گذارنے اور شلک سلامی کی اجازت حاصل
کرنے کے لئے آتے ہیں۔ بادشاہ نے آزردگی کے ساتھ فرمایا کہ اگر وہ لڑکا میرے بیٹے کا ہوتا
تو رسم شلک عمل میں آتی ولیعہد حاضری کی اجازت نہ پاکر بے نیل مقصود لوٹ گئے۔ چونکہ
بادشاہ بیگم نے بادشاہ کے حکم کے مطابق بادشاہ کی بہن اور سہولی کی ولادت کے وقت
شریک نہ کیا تھا اور نسیم خواجہ سرا نے بھی بیان کیا تھا کہ اس طفل کے ولیعہد کے لڑکے سے
ہونے پر اعتماد نہیں اور دائی نے بھی ظاہر کیا تھا کہ تمام کام میں جعل ہی اور خداوند سلطان
وقت کے سامنے غلط بات نہ کہونگی۔ میرے سامنے بچہ پیدا نہیں ہوا۔ بلکہ جنا ہوا بچہ میرے
سامنے لائے اور کہا کہ اسکی ناف کاٹ دے میں نے ناف کاٹ دی مجھکو ایکہزار روپئے دئے
اور سماۃ سکھ چین میں ذرا بھی جننے کے آثار نہیں پائے جاتے اسلئے بادشاہ نے یہ تمام کیفیت
تحقیقات کی جان منکلش صاحب رزیڈنٹ سابق سے بیان کردی تہی۔ چند مدت کے بعد
ولیعہد اور حسن الدولہ لڑکے کو کسی عورت کے ہاتھ میں لیکر بادشاہ کے پاس آئے حضور نے خشم
غضب کی وجہ سے اوسکی صورت تک نہ دیکھی اور میری (معتمد الدولہ کی) وساطت سے رزیڈنٹ
کو خبر دی۔ رزیڈنٹ نے کہا کہ میں نے سنا ہے کہ بادشاہ نے اوس لڑکے کو گود میں لیا تھا۔ جب
بادشاہ نے رزیڈنٹ کا یہ قول سنا تو نہایت مکدر ہوئے۔ اور اوس کو کہلا بھیجا کہ کسی نے آپ کو
یہ خبر فریب کی پہونچائی ہے اگر وہ ہمارے بیٹے کا بیٹا ہوتا تو ہم اوس کو گود میں لیتے اور نیل کس
[illegible] جب قائم مقام رزیڈنٹ اور رکٹس (رکیٹ) صاحب رزیڈنٹ سابق سے بھی
بادشاہ نے [illegible] فرمایا تھا کہ کبھی نصیر الدین حیدر سے کوئی بچہ پیدا نہیں تھا۔ لازم ہے کہ
اس خاندان کی ریاست اس خاندان کے وارثوں کو دیجاوے۔ نہ غیر کے ہاتھوں میں

جبکہ بیگم صاحبہ کی طرف سے یہ بات مشتہر ہوئی تھی کہ سکھہ چین ہو لیعنے حاملہ ہی سنکر بادشاہ نے ایک یونانی حکیم اور ایک انگریز ڈاکٹر اپنے ملازم اور ایک دوسرے ڈاکٹر کو کہ نو وارد تھا اس امر کی تحقیق کے لئے بیگم صاحبہ کے محل مین بھیجا تھا۔ مگر انہون نے تحقیق نہ کرنے دیا اور یہ خبر چار سال تک مشہور رہی لیکن کوئی بچہ پیدا نہوا[1] منتخب خانی کا مولف کہتاہے کہ مجھکو سفیر کے منشی باقر کی زبانی معلوم ہوا کہ ہمارے دفتر مین جو تحقیقات ہوکر کاغذات آتے ہین انسے ثابت ہوتا ہے کہ یہ بچہ صاحب عالم کے نطفے سے نہین۔ ایک دہوبن کے پیٹ سے ہے یہی تحریر دفتر رزیڈنسی مین داخل کی گئی ہے وہ دہوبن معتمد الدولہ کے اخراج تک کوٹھی نورنجش مین قید تھی

معتمد الدولہ کی ترغیب سے غازی الدین حیدر کا دو عیسائی عورتون سے نکاح کرکے اونکو خطاب و جاگیر دینا

بادشاہ کے دل مین بادشاہ بیگم کی شرارت سے غبار لگا ہوا تھا معتمد الدولہ نے اوس کے رفع کرنے کے واسطے یہ تجویز نکالی کہ ایک خوبصورت عورت جو ایک انگریز کے نطفے سے ایک ہندوستانی عورت کے بطن سے پیدا ہوئی تھی اور اوسکو مرزا حاجی کانپور سے اپنے ساتھ لائے تھے بادشاہ کی ساتھ منسوب کی۔ بادشاہ نے زنگ محل کا خطاب دیا اور مبارک محل نام مشہور ہوا دس ہزار روپیہ ماہوار کی جاگیر اوس کے لئے مقرر کی۔ بادشاہ نے یکم محرم ۱۲۴۱ھ ہجری کو گورنمنٹ انگریزی کو ایک کرور روپیہ قرض دیا تو اوس کے سود مین سے دس ہزار روپیہ ماہوار کا وثیقہ مبارک محل کے نام مقرر کر دیا اور یہ قرار پایا کہ یہ روپیہ زندگی بھر مبارک محل کو ملے۔ اور اوسکی وفات کے بعد ایک تہائی روپیہ جسکے نام یا جس کام کے واسطے وہ وصیت کر جاے دیا جاتا ہے اور دو تہائی باقی اور بعد ازین حسب وصیت نامہ تہائی اول سے باقی رہی یا اگر وہ کچھ وصیت نکر جاے تو وہ ایک تہائی بھی اس مین شامل ہوکر سب روپئے کے دو حصے ہون ایک حصہ نجف اشرف مین دیا جاے اور دوسرا حصہ کربلا مین امام بارہ اور مجاورون کے لئے یا ان شخصون کے لئے جو بادشاہ کی جانب سے مہتمم ہون دیا جاے تاکہ بادشاہ کو اوس کا ثواب نصیب ہو۔ اور یہی شرط سلطان مریم

[1] دیکھو وقائع دلپذیر ۱۲

بیگم کے وثیقے مین تھی - مبارک محل کی اصلی حقیقت اسطرحسے ہے کہ یہ کرنل عیش کے نطفے سے مسماۃ جیا کے بطن سے پیدا ہوئی تھی جسکا بنگلہ کانپور مین ابتک اسی نام سے مشہور تہا - جب یہ کرنل ولایت کو چلا گیا تو یہ لڑکی اسکول مین لڑکون کے ساتھ پڑھنے کو جایا کرتی تھی مذہب عیسائی تہا - جب غازی الدین حیدر نے تعلیم و تلقین فرمایا تو صدق دل سے ایمان لائی یہ عورت نہایت نفیس بہت حسین تھی - اور ذی ہمت و سیر چشم بھی تھی - کئی ہزار آدمی اوسکی بدولت پرورش پاتے تھے - اسکی سرکار مین سیاہ و سفید کا اختیار حکیم سید رضا خان کو تہا - اس بیگم نے واجد علی شاہ کے عہد مین انتقال کیا - موت سے کچھ دن قبل سے علیل تھی - ایک دن باغ سے آمونکی ڈالی آئی تھی اوس مین سے کئی آم رات کو کہائے - مزاج کچھ برہم ہوا - حکیم صاحب نے موافق معمول دوا بھیجی اسے کہایا پھر استفراغ کیا آخرکار شب ہشتم ماہ شعبان ۱۲۶۳ ہجری مطابق ۲۰ جون ۱۸۴۷ء کو شنبہ کے دن انتقال کیا امام باڑہ نجف مین غازی الدین حیدر اپنے شوہر کے ہم پہلو دفن ہوئین بیشتر اور جواہر مبارک محل کے پاس مشہور تہا کارندہ کی خیانت سے کچھ اوس کا پتا نہ لگا - مبارک محل سے نکاح کرنیکے بعد بادشاہ نے ڈاکٹر شارپ بالیوز بغداد کی بیٹی کے ساتھ نکاح کیا اور اوسکو نواب سلطان مریم بیگم[سله] خطاب دیا یہ بھی عیسائی مذہب اور اسی الاصل تھی - اسکی ابتدائی حالت یہ ہے کہ غازی الدین حیدر کے جلوس سے تیسرے سال اس لڑکی کی ماں اسکو لیکر بیکرس کی معرفت لکھنؤ مین آئی - اور ایک مکان کرایہ پر لیکر اوس مین رہی - سال بھر تک لباس انگریزی پہنے سڑک پر کھڑے ہوکر بادشاہ کو سلام کرتی رہی - جب قسمت نے یاوری کی بادشاہ نے ایک روز آدھی رات کے بعد میر کلو خواص کو مع سامان سواری بھیجکر بلایا اوسکی ماں میر کلو سے کہنے لگی کہ ہم مایوس ہوکر کانپور جایا چاہتے ہین مصارف خرچ کر چکے تھے - غرض مین مستور کرو اول کمرہ محلسرا سے طرح بخش ہوئی حکم ہوا کہ میز پر سے ایک قطعی تین لاکھ روپئے کے زیور جواہر کی اوٹھالے اور اسے پہن کر ہمارے پاس آئے - جب بادشاہ کی صحبت سے مشرف ہوچکی تو پانچ ہزار روپئے دیکر رخصت کیا بعد کئی دن کے پھر اوسکو طلب فرمایا - دوسری قطعی زیور جواہر کی اور دس ہزار روپئے اور ہزار اشرفیان اور تین بدرے ہر قسم کے پارچے کے عنایت ہوئے - بعد کئی دن کے بلا کر حضرت عباس کی

سله دیکھو حصہ اول قیصر التواریخ ۱۲

حاضری اپنے ہاتھ سے کہلا کر مذہب اسلام تلقین کیا اور فرمایا کہ مجھے تمکو بیگم کیا اوس نے نذر دی
پھر ایک دن جڑاؤ جوڑی ہاتھونکے کڑونکی جسکی قیمت ایک لاکھ روپیہ تھی اور اوس میں الماس
کے نگینے سفید و گلابی جڑے ہوئے تھے اور ایک نتھ قیمتی ایک لاکھ روپے کی عنایت فرمائی
اور پانچہزار روپیہ ماہواری مقرر ہوا رہنے کے لئے محلسرا کی بارہ دری عنایت ہوئی اور اہتمام
زیور رفتنی اور لوازمے اسباب ضروری کے لئے ظفر الدولہ کپتان فتح علی خان کو حکم ہوا۔
سکھپال سواری کو ملا اسنے بھی واجد علیشاہ کے عہد میں انتقال کیا۔ دو برس کی کہانسی اور
ضیق میں مبتلا تھی اوسے مرض الموت جانکر اور بخوف حاکم وقت ایک وصیتنامہ لکھکر رزیڈنٹ
کے پاس بھیجدیا جس کا مضمون یہ تھا کہ میں اصلی مذہب عیسائی کی ہوتی اور ہون۔ میری ماں نے
محض بہ طمع زر دنیا مجھے مسلمان کو دیا میں بھی اپنی ناہمی سے مجبور تھی ہر چند بادشاہ مجھے اپنی
مذہب کی تعلیم و تلقین کی مگر باطن میں میں اپنے مذہب عیسائی پر مستقل رہی اسلئے میری تجہیز
و تکفین موافق مذہب عیسائی کے ہوا اور ایک ثلث میری تنخواہ میں میری وصیت جاری ہو
بعد اسکے حسن علی خان کپتان کے مکان کے متصل امام باڑہ آغا باقر خان کرایہ پر لیکر اوس میں
رہی آخرکار ۲۷ اپریل ۱۸۴۹ء کو شب کے وقت مر گئی اور موافق وصیت کے شاہ پیر جلیل
ٹیلے کے متصل رومن کیتھولک سا کے گورستان میں مدفون ہوئی حسب الحکم شاہی نواب الدولہ
معتمد الدولہ کے پہرے بٹھاوے جب نکلنے سے رزیڈنٹ کی رپورٹ کا جواب آیا تو متروکہ
اوس کا جو زینت نشاط کو ملا چند بر چند رہا پھر اس باب میں کیا کہ اس صورت میں ساری تنخواہ
وثیقہ کربلا سے چلے جاے لیکن کچھ نہوا۔ غازی الدین حیدر کے عہد میں ایک حکیم صاحب
حرم کے یہان بھی بڑا اختیار رکھتے تھے۔

معتمد الدولہ کے فرزندوں کے ساتھ سیدی کی بیرحمی

سید معصوم جو حافظ رحمت خان روہیلا والی بریلی کے پیر تھے اور سید احمد عرف شاہ جی میان
کے بیٹے تھے۔ اور سید علی بابا کی اولاد میں تھے جو سادات ترمذ میں سے امام زین العابدین
کی نسل سے ہیں سید معصوم کی اولاد ابتک بریلی میں تو تکئے والے میان کے نام سے مشہور ہے
سید معصوم کا بیٹا عیسیٰ نامی دکھن سے پھرتا ہوا لکھنؤ میں آیا اور معتمد الدولہ کی ملازمت
سے بہرہ ور ہوکر رسوخ پیدا کیا یہاں تک کہ خوش نگاہی اور فقیرانہ ادا کی وجہ سے

سید عیسیٰ کی منظور نظر تھی سعد الدولہ کی اجازت سے ۔ بات عیسیٰ بیبا جان کو اپنے گھر میں
بٹھا کر نکاح کرنے پر آمادہ ہوئے ۔ بیبا کی ماں جس کا نام محبوبن تھا اوس کی مرضی نہ تھی اوسکو
روکنا چاہا میر اسد نے جو سعد الدولہ کا رشتہ دار تھا محبوبن سے یہ وعدہ کیا کہ سعد الدولہ کو کہکر
ممانعت کرادونگا میر اسد کی وجہ سے دونوں کسبیاں سعد الدولہ کے محل میں آتی جاتی
تھیں وہاں جاکر بیٹھ گئیں اور کئی روز باہر نہ نکلیں سید عیسیٰ اوسپر فریفتہ تھا آمادہ فساد
ہوا عید کے دن نذر پیش کرنے کے لئے دربار خاص میں پہنچا سعد الدولہ داخل محل ہو چکے
تھے سید عیسیٰ کسب خانے میں گیا وہاں سعد الدولہ کے دو لڑکے بڑھ رہے تھے اونکو نذر دکھا کر
سید عیسیٰ نے ایک کو اپنی آغوش میں لیا اور دوسرے کو اوس کے رفیق نے پکڑا اور خنجر
بران دونوں نے کمر سے نکالکر اونکے سینہ پر رکھدیا ۔ بچوں کا رنگ فق ہوگیا حاضرین
کسب خانہ بھی پریشان ہوئے سید عیسیٰ کی زبان پر یہ سوال تھا کہ اگر ان بچاروں کی جان کی
خیر منظور ہے تو سعد الدولہ بیبا جان کو محل سے نکالدیں نہیں تو ان کا کام تمام ہے ایک شور
ماتم برپا ہوا اون بچوں کی جان تلف ہونے کے خوف سے کوئی اون سفاکوں کے پاس
نہ جا سکتا تھا ۔ دور سے تلوار و بندوق دکھاتے تھے ۔ اور دونوں جانباز یہ کہتے تھے کہ اگر
کسی نے ہمپر ہاتھ ڈالا تو ہم ان دونوں بچوں کو ذبح کر ڈالیں گے یہانتک نوبت پہنچی کہ ریذیڈنٹ
کو خبر پہنچی اور وہ آئے اور مجبور ہو کر بیبا جان کو محل سے نکالکر سید عیسیٰ کے روبرو کھڑا کردیا
اور اوسکی تنخواہ کہ چالیس یا پچاس روپئے مشاہرہ جاتا تھا حاضر کئے ۔ سید عیسیٰ نے
اوس طوائف کی طرف گرم نگاہ سے دیکھکر اوس کے سر پر لات لگایا اور دو ہزار روپئے اوسکو
دیکر کہا کہ یہ تیرے نام و کی بہت پرستش کرتی تھی اور اون لڑکوں کا ہاتھ صاحب ریذیڈنٹ
کے ہاتھ میں دیدیا اور یہ درخواست کی کہ شرط جوانمردی یہ ہے کہ مجکو بے مزاحمت کانپور پہنچادو
ریذیڈنٹ نے کہنے سے اوسکو ہاتھی پر سوار کراکے گنگا پار پہنچادیا ۔ لیکن صاحب جج
بریلی نے اوس مجرم کو پکڑ کر قید کیا ۔ اتفاقاً گورنر جنرل جبلپور میں قیدیوں کے ملاحظہ
کے لئے گئے ۔ سید عیسیٰ نے سلام کرکے عرض کیا کہ آپ قوم نصاریٰ سے ہیں ۔ اور نام
میرا عیسیٰ ہے اسی وجہ سے گرفتار عذاب ہوں ۔ چونکہ یہ لطیفہ حیرت انگیز تھا گورنر جنرل
نے اوسی وقت اوسکو رہا کردیا ۔

معتمد الدولہ کا سرکار کمپنی کو اپنا حامی بنانا غازی الدین حیدر کا مرض الموت میں معتمد الدولہ وغیرہ کے لئے وثیقے مقرر کرنا سرکار کمپنی میں ایک کروڑ روپیہ جمع کرکے

ولی عہد سلطنت نصیر الدین حیدر اور معتمد الدولہ آغا میر آپس میں سخت دشمن ہو گئے تھے گو ایک دفعہ ظاہر میں صفائی ہو گئی مگر دلوں کا غبار نہ گیا۔ آغا میر کو ولیعہد سے خوف پیدا ہوا تو اونہوں نے سرکار کمپنی کو ۱۸۲۵ء میں ضرورت کے وقت ایک کروڑ روپیہ قرض دلایا اور اوسکو اپنی جان و مال کا محافظ مقرر کیا۔ اول بادشاہ نے درخواست کی کہ اس روپئے کے عوض میں کچھ ملک سابق اونکا واپس دیا جائے کیونکہ ۱۸۱۶ء میں گورنمنٹ نے اون کو بادشاہ بنایا تھا اس امر میں نہایت تامل واقع ہوا کیونکہ یہ امر از حد عذر انگیز تھا کہ علاقہ یا جزو علاقہ انگریزی چھوڑا جائے۔ مگر چونکہ کو تنگی روپیہ بوجہ طول کھینچنے جنگ برہما کے تھی اور بادشاہ کا خزانہ پر تھا اس واسطے یہ تجویز قرار پائی کہ ایک کروڑ روپیہ سالانہ سود پر بادشاہ سے لیا جائے اور اس روپیہ کا سود بموجب عہدنامہ مورخہ یکم محرم ۱۲۴۱ ہجری مطابق ۱۷ اگست ۱۸۲۵ء کے گورنمنٹ انگریزی نے وعدہ کیا کہ بہ ادائے بعض وثیقون کے دیا جائیگا۔ اور گورنمنٹ نے یہ بھی وعدہ کیا کہ پایندگان وثائق کی حفظ حرمت اور بہبودی ہوگی اور کمپنی اونکی مقبوضات مثل مکان اور باغ وغیرہ کے بھی محافظ بادشاہ اور اونکے دشمنوں سے رہیگی۔ گو یہ مکان و باغ وغیرہ اونکو بادشاہ اودہ نے عطا کئے ہوں یا اونہوں نے خود تعمیر یا خرید کئے ہوں۔ اور جہاں اور جس شہر میں وہ بستے ہونگے اونکو وہان یہ وثیقے دئے جائینگے۔ اور بادشاہ اودہ کو اختیار حاصل ہوگا کہ زر اصل دوبارہ لیں یا اوس کے سود میں کچھ مداخلت کریں۔ جب یہ عہدنامہ منعقد ہوا تو اوس زمانے میں ایم۔ رکیٹ صاحب رزیڈنٹ تھے۔ اس رقم کے سالانہ زر سود میں سے امام باڑہ جدید موسوم بہ امام باڑہ نجف اشرف کے لئے بھی روپیہ مقرر کیا گیا۔ اور معتمد الدولہ آغا میر کے لئے بھی وثیقہ پچیس ہزار روپیہ ماہوار کا قرار پایا جس میں سے ۲۰ ہزار روپیہ ماہوار خاص معتمد الدولہ کے نام پر تھا اور ۵ ہزار اونکی بیگم کی تنخواہ

ہوئی اور ایکہزار اونکی بیٹی عالیہ بیگم کی تنخواہ کی گئی اور دو ہزار روپئے اونکے بیٹے امین الدولہ کی
تنخواہ قرار پائی اور پختگی کے لئے عہدنامے مین یہ مضمون لکھا گیا کہ یہ روپیہ بعد معتمد الدولہ اور اونکی ورثا
کو دیا جائیگا نواب کی وفات کے بعد اونکی وصیت نامے کے موجب اونکے بیٹوں اور بیٹیوں اور بی بیوں
اور متوسلوں کو دیا جائیگا اور اگر ایسا اتفاق ہو کہ وہ وصیت نکریں تو یہ روپیہ اونکے ورثا سے شرعی کو بموجب
حصص شرعی مذہب شرعی کے دیا جائیگا اور جو روپیہ اونکی تنخواہ مین سے اونکی بی بی اور ایک فرزند اور دختر
کے لئے اب مقرر ہے وہ بھی ہمیشہ اونکو اپنے معمولی حصوں کے سوا ملیگا۔ اور جو کچھ نواب اسکے سوا اونکو دے
جائینگے وہ بھی اونکو بحسب اوسکے ملا کریگا اور اگر نواب وصیت نکر جاوین تو روپئے کی بھی تقسیم ان تینوں مین حسب
حصص معینہ شرع ہوگی۔ اور یہ وثیقہ معتمد الدولہ نے عجیب حرفت اور عیاری کے ساتھ مقرر کرایا جسکی
تفصیل اسطرح ہے کہ جب بادشاہ کے ورم جگر اور دوسرے امراض نے استعمال شراب اور غذاہای
نامناسب کی وجہ سے طول کھینچا اور مرض الموت کی صورت پیدا ہوئی تو معتمد الدولہ نے ایک تازہ دام
تزویر بچھایا کہ اونھوں نے روشن الدولہ و صمصام الدولہ و محمد علی خان و مرزا علی کو سکھا کر بادشاہ کے
پاس بھیجا ایک نے بادشاہ سے یہ بات عرض کی کہ اس زمانے مین بدخواہ اولاد باپ کے مرنے کی خواہان
ہوتی ہے خصوصاً شاہزادہ نصیر الدین حیدر کو ذرا بھی حضور کے مرض کا رنج و ملال نہین دوسرے
نے کہا کہ اس زمانے مین خیرخواہ نوکر نایاب ہے۔ مگر معتمد الدولہ انتخاب ہے۔ تیسرے نے کہا کہ معتمد الدولہ
ازلی غریب و محتاج ہے لیکن بادشاہ سلامت کی عنایت سے وہ مرتبہ پہنچا کہ شاہزادے آتش رشک مین
جلتے ہین چوتھے نے یہ تقریر کی کہ یہ سب اہل وثاق شمار کئے جاتے ہین سب [illegible] موجود کہتے ہین کہ
معتمد الدولہ کے نان مین سوا گدائی کے سوا اور کچھ نہوتا معلوم بادشاہ نے یہ تقریرین کہ جادو اور افسون
کا دم بھرلی تھین سنکر ارشاد کیا کہ ہمپر بھی یہ بات روشن ہے کہ ہمارے بعد یہ شخص خراب و برباد ہو جائیگا
بادشاہ نے معتمد الدولہ اور اوسکے متعلقین کے لئے پچیس ہزار روپئے ماہوار کا وثیقہ مقرر کیا۔ اور اسطرح
نواب مبارک محل کے لئے دس ہزار روپئے ماہوار کا اور سلطان مریم بیگم کے لئے پندرہ سو روپئے
ماہوار کا اور ممتاز محل کے لئے گیارہ سو روپئے ماہوار کا اور سرفراز محل کے لئے ہزار روپئے ماہوار کا اور
ملازمان و متوسلان سرفراز محل کے لئے تین سو انتیس روپئے ماہوار کا اور راما ہر بارہ تحف اشرف اور
اوسکی منجھے کے لئے بھی اسی کرور روپئے کے زر سود مین وثیقہ قرار دیکر کاغذ تیار کرکے مسٹر جان بیلی برادر
[illegible] بلی کا کہ [illegible] کی [illegible] تھا بیچکر مسٹر مورڈنٹ رکیٹ صاحب رزیڈنٹ کو طلب کیا۔
اور [illegible] دستخط کرانے سے اونھوں نے کہا کہ معتمد الدولہ [illegible]

نہین ہمنے اوسکو اپنا فرزند کیا ہے اوسکو ایان کمپنی مین وثیقہ دار بنا کر آپکے سپرد کرتے ہین ہر صاحب رزیڈنٹ لکھنؤ کو واجب ہی کہ اوسکی عزت و توقیر کرتے رہین اور وثیقہ دار سمجھکر تمام آفتون سے اپنی حمایتون مین محفوظ رکھین اور جو شرط مبارک محل کے وثیقے مین تھی وہی سلطان مریم بیگم اور ممتاز محل اور سرفراز محل اور ستوسلان سرفراز محل کے وثائق مین ہی شبیہ نصیر الدین حیدر جس عورت سی متولد ہوے تہے ممتاز محل اوس کا ہی خطاب تہا۔ مگر وقائع دلپذیر سے معلوم ہوتا ہے کہ بادشاہ بیگم نے اوسکو نصیر الدین حیدر کی ولادت کے زمانے ہی مین کہ سنہ ١٢١٨ ہجری تہے مروا ڈالا تہا ۔

سال آیندہ مین پھر چوتھی مرتبہ قرض نصف کرور روپیہ کا سودی پانچ روپیہ فیصدی سالانہ بادشاہ سے گورنمنٹ انگریزی نے لیا ۔ اور اوس کے ادا کرنے کا وعدہ دو سال کا قرار پایا ۔ مگر قبل وفات کے سنہ ١٨٢٧ع مین بادشاہ نے درخواست کی کہ یہ قرضہ بہی دوامی ہو جاے اور اوسکا سود بعض وثیقہ دارون کو ملا کرے اور گورنمنٹ انگریزی اون وثیقہ دارونکی حفظ مراتب و بہبودی کی ضمانت کرے ۔ مگر پہلی ضمانتونکی تعمیل مین بہی گورنمنٹ کو نہایت دقت عائد ہوتی تھی اسواسطے یہ درخواست منظور نہین ہوئی ۔

غازی الدین حیدر کی وفات

بادشاہ کے عارضے نے یہانتک طوالت کھینچی کہ اکثر اوقات بادشاہ کی زبان پر حسرت و یاس کے کلمے آنے لگے اور حکیم مرزا علی معتمد الدولہ کے حکم کے خلاف شراب وغیرہ پینے کہ امراض لاحقہ کو سم قاتل تھی ممانعت نکر سکتے تہے آخر کار نوبت قریب نزع کے پہنچی اور معلوم ہوا کہ اب ماندا اوٹھایا گیا بادشاہ بیگم ظفر الدولہ کے ایما سے جاگیر کی سند لکہوا کر نصیر الدین حیدر کو ساتھ لیکر بادشاہ کے مکان مین پہنچین ۔ امرت لال عرض بیگی نے بہت منع کیا ۔ لیکن اونہون نے نہ مانا ۔ جو خواجہ سرا بادشاہ کے قریب بیٹھا تھا اوس نے بادشاہ کو ہوشیار پا کر بیگم صاحبہ کے آنے سے آگاہ کیا بادشاہ نے پاس بٹھایا ۔ بادشاہ بیگم رونے لگین بادشاہ نے اسوقت اپنے ہوش و حواس درست کر کے ولیعہد کے ذریعہ سے اپنی مہر ظفر الدولہ سے طلب کر کے جاگیر کے کاغذ پر لگا دی ۔ اس تہوڑے سے عرصہ مین بادشاہ کا حال اور متغیر ہوا چہہ گہڑی رات رہے ٢٧ ربیع الاول سنہ ١٢٤٣ ہجری مطابق ١٩ اکتوبر سنہ ١٨٢٧ع کو دہائی سکے سن چودہ برس حکومت کر کے دنیا سے کوچ کیا ۔ اور حسب وصیت امام باڑہ نجف مین جو اونہین کا تعمیر کیا ہوا تہا مدفون ہوئے ۔ سنہ ١١٨٥ ہجری مین پیدا ہوے تہے اس حساب سے اونکی عمر تہپن برس

زیادہ نہ تھی۔ خلد مکان جناب بعد الوفات مقرر ہوا **تاریخ وفات بہ تعمیہ**

رحلت نمود گرچہ زدنیا ستم زمن | نوشیروان عمر وبہ نیکی چو نام یافت
تاریخ انتقال شد از بابہ ستارہ | رضوان بگفت جنت علیا مقام یافت ۱۲۴۳

از شیخ امام بخش ناسخ

از وفات جناب شاہ زمن | گو نیا عالمے ہلاک شدہ
دہر گردید بہر ما دوزخ | بہشت انتخاب پاک شدہ
دیدہ باشد بماتمش نمناک | سینہا آہ دردناک شدہ
رفت دامان صبر از دستم | جیب صبر و شکیب چاک شدہ

گشت تاریخ مصرعہ استاد
اے بسا آرزو کہ خاک شدہ

دیگر

گیا شیر غازی جو اوس دہر سے | کیا باغ جنت کو سارا ہرا
جو تاریخ مرنے کی پوچھے کوئی | تو کہدینا اوس سے کہ آہ مرا

شیخ ناسخ کی تاریخ کے الفاظ دیکھکر اسجیات کی اس روایات پر تعجب ہوتا ہے کہ غازی الدین حیدر کے عہد میں جب ناسخ کی تعلقی کی آوازیں بہت بلند ہوئی تو اونہوں نے نواب معتمد الدولہ آغا میر اپنے وزیر سے کہا کہ آپکا تاریخ ہمارے دربار میں آئیں اور قصیدہ شاہی پڑھیں تو ہم اونہیں ملک الشعرا کا خطاب دینگے معتمد الدولہ اونکے خاص شاگرد تھے یہ پیغام پہنچایا تو اونہوں نے بگڑکر جواب دیا کہ مرزا سلیمان شکوہ بادشاہ ہوجائیں تو وہ خطاب دینگے یا گورنمنٹ انگلشیہ خطاب دے انکا خطاب لیکر میں کیا کرونگا۔ نواب کے مزاج میں کچھ وحشت بھی تھی سب الحکم شیخ صاحب کو نکلنا پڑا اور حیدر آباد اور الہ آباد میں جا کر رہے نواب بیرنگی کو جو لکھنؤ میں آئے کیونکہ یہ جانتے تھے کہ آغا میر شیخ ناسخ کے یار اخلاص شاگرد تھے اور نواب کے قابو میں بادشاہ تھے تو پھر شیخ ناسخ کے ساتھ یہ واقعہ کیسے پیش آسکتا تھا اگر ایسا ہوبھی جاتا تو آغا میر خود اصلاح کرتے۔ بات یہ ہے کہ منتظم الدولہ حکیم مہدی علیخان اور آغا میر میں عداوت تھا۔ اور آغا میر کی طرفداری کی وجہ سے ناسخ نے جبکہ بادشاہ کی نظر انکی طرف پھر گئی تھی اونکی کچھ کہی تھی۔ جب دوبارہ وہ لکھنؤ میں اونکو رسوخ حاصل ہوا۔ اور آغا میر کی کمان

اگر کبھی تو ناسخ کو لکھنؤ چھوڑنا پڑا۔

بادشاہ کے مخترعات اور شب و اب اور معتمد الدولہ کو لات گھونسوں اور تماچوں سے مارنے کا تذکرہ

کبھی چیزیں بادشاہ نے اختراع کی تھیں کشتیاں کوئی مچھلی کی صورت اور کسی میں گھوڑے وغیرہ کی صورت بنی ہوئی نقرئی و طلائی کار تیار کرائی تھیں اس بادشاہ کو سواری بجرہ و سیر دریا سے بہت شوق تھا۔ خیمہ اس طرح کا ایجاد کیا کہ بغیر طنابوں اور میخوں کے بادل کی طرح کھڑا رہتا۔ اور ہوا سے نہ گرتا شکاری ہودے اس طرح کے بنوائے کہ شکاری جس طرف متوجہ ہو اوسی طرف ہودے کا رخ پھر جاتا۔ علاوہ اسکے میں روشنی کے شیشہ و آلات نصب کئے اور کھانوں میں بھی طرح طرح کی ایجادیں کیں مثلاً نان آفتاب اور **شب و اب** اور پوری روٹی جسکا وزن دو سیر کم نہوتا میدہ و قند سے تیار کرائی۔ اور کبھی چیزوں کے نام بھی تبدیل کئے ملائی کا نام **بالائی** رکھا دہی کا نام بھی [illegible] کا نام حسن محفل قرار دیا۔ یہ بادشاہ خیر بھی بہت تھا سیکڑوں ناکتخدا لڑکیاں ہزاروں روپیہ لگا کے جہیز سے بیاہ دیں۔ مولوی قبول محمد نے ایک کتاب علم لغت میں لکھی ہے جسکا نام ہفت قلزم ہے [illegible] اس کتاب کو بادشاہ کی تالیف بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ دیباچہ اس کا لکھنے کے واسطے بادشاہ نے مجھے حکم دیا۔ بعد اسکے لکھا ہے کہ روزے بتقریبے بادشاہ می فرمودند کہ در روز اکثر از امور مالی و ملکی فراغت گرفتہ داد ستم رسیدگان و مظلومان دادہ و حاجت تیسیع حاجتمندان برآوردہ بہ تحریر مسودہ این کتاب از سر شام نشست زمانے برخاستم کہ سپیدہ صبح دمیدہ۔ قبول محمد کا یہ قول پایہ صداقت سے نہایت دور ہے جس بادشاہ کے حالات ایسے ہوں وہ اور کتاب بناسکے اور پھر کتاب بھی نہایت ضخیم اور وہ بھی علم لغت میں جو بادشاہ کے مذاق سے بالکل بعید تھا۔ ہفت قلزم جیسی ضخیم کتاب مدت دو سال تک غازی الدین حیدر جیسا شخص رات رات بھر بیٹھ کر تالیف کرے کیسی عجیب و غریب بات ہے کہ جسکو کوئی ذی عقل جو بادشاہ کی لیاقت سے واقف ہے باور نہیں کرسکتا۔ بہرصورت اس کتاب میں کوئی خوبی نہیں صرف لغات برہان قاطع کو ترتیب قرآنی کی راستہ سے [illegible] کردیا گیا ہے اور برہان نے جس لفظ کا حلیہ موزوں لفظ لکھ کر بتایا ہے اور [illegible] کردیا گیا ہے۔ اور جس لغت کا حلیہ [illegible] بتا وہ بغیر تحقیق اور حوالہ کتاب کے

اپنے قیاس وگمان سے لکھدیا ہے ۔ اور اس کتاب مین مناسب [illegible]
کسی دوسری کتاب سے بہت کم مدلل ہے ۔ کیونکہ جو تصحیفات و تحریفات برہان قاطع
مین ہین ۔ اور اونکی تصحیح و تنقید صاحب سراج اللغۃ وغیرہ محققین نے کی ہے وہ بعینہ
ہفت قلزم مین موجود ہین ۔ اور یہ غلطیان ایسی صریح ہین جن کو اہل ایران نے بھی تسلیم کرلیا
ہے ۔ چنانچہ انجمن آرائے ناصری مین اون غلطیون کی تصحیح کے موافق تصحیح سراج اللغۃ
کے کردی گئی ہے ۔ مثلاً چکاک بروزن ملاک مین لکھا ہے کہ پیشانی کو کہتے ہین اور جو کوئی قبالہ
لکھتا ہے اوس کو بھی کہتے ہین ۔ اور نگین کھودنے والے کو بھی کہتے ہین ۔ اور یہ بالکل غلط ہے
پیشانی کے معنی مین جکاد دال مہملہ سے لفظ فارسی ہے ۔ اور قبالہ نویس کے معنی مین صکاک
صاد مہملہ سے حداد کے وزن پر عربی ہے ۔ اور نگین کھودنے والے کے معنی مین حکاک حائے
حطی سے عربی ہے ۔ اور بیغا کہ جو دو بائے موحدہ سے دہلی کے معنی مین ہے بیغا بائے موحدہ
کے بعد یائے تحتانی سے لکھا ہے ۔ اور فوس جو ایک شہر کا نام ہے قاف اور واو سے اوسکو
فوس فا اور رائے سے لکھا ہے ۔ ہفت قلزم مین زیادہ تر کہ غلطیان اور اغلاط کیا ہے
مثلاً آباد انیدن دال مہملہ اور دو یائے تحتانی سے ۔ ستودن اور ستودہ آمدن کے معنی مین ہے
اسکو آبار انیدن رائے مہملہ اور نون اور یائے تحتانی سے لکھا ہے ۔ اور اس غلطی مین موید
الفضلا کا مولف بھی شریک ہے ۔ اور آسمان درہ جو کہکشان کے معنی مین ہے اوسکو آسران
سکون سین مہملہ و فتح رائے قرشت و سکون الف و نون سے لکھا ہے ۔ اور جہان قواعد فارسی کا
بیان ہے ۔ وہان بھی بعید غلطیان ہین ۔ اور بعض جگہ ایسی فاحش غلطیان ہین کہ اہل علم کی شان سے
اوسکا صدور تعجب معلوم ہوتا ہے ۔ اور ذرا سے کا فائدہ حریتی ہے ۔ حالانکہ رہیا اور رہوبا
صیغہ اسم فاعل و مفعول رہیدن سے مشتق نہین ہوسکتے ۔ کیونکہ رہیدن حرف اول مضموم سے
ڈرانے کے معنی مین مصدر لازم ہے ۔ اور صیغہ مفعول لازم سے بلا تعدیہ حرف جر کے
درست نہین ہوتا ۔ اسیطرح راہب ڈرانے والے کے معنی مین نہین آتا ۔
اور نثر عاری کی مثال مین یہ عبارت سہ نثر ظہوری کی لکھی ہے ۔ راہش سرو مین کاشتن تیغ
خنجر مثل ماہی دریائے ظفر ۔ حالانکہ یہ وہ فقرے نثر مرجز کی مثال مین ہین جن مین وزن ہوتا
قافیہ نہین ۔ صاحب کتاب الاغلاط نے اصول اللغۃ نے اس کے حق مین کچھ جھوٹ نہین لکھا ہے
کہ کثیر الحجم قلیل النفع ہے ۔ اسکی غلطیان بہت تفصیل وار کتاب ہفت [illegible]

جو زبان فارسی کے قواعد صرف نحو مین نہایت ضخیم کتاب بزبان فارسی مین ہے ـ
معتمد الدولہ پر بادشاہ کی جو عنایات تہین اون کا حال تم نے سن لیا ـ مگر پہر بھی یہ
رعب پڑا ہوا تہا کہ بادشاہ کے روبرو جانا اون پر سخت تہا ـ وجہ یہ کہ بادشاہ ہر وقت عتاب
و غضب کی حالت مین چلا بیٹہے ـ اور گہونسے اور لات سے اونکی خبر لیتے رہتے تہے
ایک فراش کی تنخواہ کئی مہینے سے چڑھی ہوئی تھی ـ فقر و فاقے کے صدمے سے اتنا
کمزور ہو گیا تہا کہ ایک بار زمین پر گر پڑا بادشاہ کو جب کیفیت معلوم ہوئی تو جو بیار معتمد الدولہ کے
گہر پیادہ روکر دیتے کہ بارہ پہر تک معتمد الدولہ کے گہر مین سب پر کہانا پانی بند رہا اور فی الفور
اوس فراش کی تنخواہ دلوائی ـ

نوٹ

صفحہ ۴۸ کی سطر ۲ سے سطر ۹ تک یہ عبارت غلط ہے ـ اور وجہ اسکی یہ ہتی کہ جب لارڈ
ماَئرا گورنر جنرل دہلی کو گئے ـ اور وہان شاہ عالم سے ملاقات نہوئی تو اون کے دل مین غبار
پیدا ہو گیا تھا ـ اور یہ چاہتے تھے کہ بادشاہ کی عظمت کو مٹانے کے لیے نواب اودہ کو
بادشاہ بنایا جائے ـ
اسکی جگہہ صحیح عبارت یہ ہے ـ
اور وجہ اسکی سیر المتاخرین مین یہ لکھی ہے کہ لارڈ ماَئرا مارکوس ہیسٹنگز گورنر جنرل ہند کو سنہ ۱۸۱۳ع
مین جب ہندوستان کے دورے کا اتفاق ہوا تو اونہون نے اکبر شاہ بادشاہ دہلی سے
ملاقات کے وقت کرسی کا سوال کیا ـ بادشاہ نے یہ امر جدید بخلاف عہد قدیم کے قبول نہ کیا
جبکہ گورنر جنرل کی یہ مراد پوری نہوئی تو دل مین پیچ و تاب پیدا ہوا ـ اور شاہ دہلی کو مات کرنے
کے لیے غازی الدین حیدر کو بادشاہ بنانے کا منصوبہ کیا ـ

غازی الدین حیدر کی اولاد

(۱) مرزا نصیر الدین حیدر عرف مرزا علی حیدر مسماۃ صبح دولت المخاطب بہ نواب ممتاز محل کے بطن سے۔

(۲) پوتی بیگم بطن بادشاہ بیگم سے۔ پوتی بیگم معتمد الدولہ مہدی علیخان ابن نواب محمد علیخان ابن نواب محمد قلی خان برادر زادہ صفدر جنگ سے منسوب تھیں اور یہ بیاہ نواب سعادت علیخان نے اپنی حکومت کے ایام میں کیا تھا۔ پوتی بیگم سے ایک بیٹا اور دو بیٹیاں پیدا ہوئیں اونکے بیٹے نواب محسن الدولہ محسن علیخان کا بیاہ نواب نصیر الدولہ یعنی محمد علی شاہ کی بڑی بیٹی نواب سلطان عالیہ بیگم سے ہوا تھا اونکے کئی بیٹے عالم طفولیت میں مر گئے۔ ایک بیٹا مرزا علی قدر رہا جس کی شادی علی نقی خان وزیر واجد علی شاہ کی بیٹی کے ساتھ ہوئی۔ پوتی بیگم کی بیٹیوں کے نام یہ ہیں۔ حاجی بیگم اور وزیر بیگم[۱] ان صاحبزادیوں کو انکی نانی بادشاہ بیگم نے پرورش کیا تھا۔ حاجی بیگم کی شادی مرزا ابو تراب خان ابن مرزا ابو طالب خان سے ہوئی اور وزیر بیگم کی شادی فخر الدولہ مرزا ابو القاسم ابن مرزا ابو طالب خان سے ہوئی۔ وزیر بیگم کربلائے معلیٰ کو گئی تھیں نجف زیارت کے بعد لکھنؤ واپس ہو کر انتقال کیا۔

نصیر الدین حیدر سلیمان جاہ ابن غازی الدین حیدر

مرزا نصیر الدین حیدر عرف مرزا علی حیدر ۲۲ جمادی الاولیٰ ۱۲۱۸ھ ہجری کو مسماۃ صبح دولت المخاطب بہ نواب ممتاز محل سے پیدا ہوئے جس کا مقبرہ جہانگیر باغ میں بنا ہے۔ مرزائے موصوف کی پرورش بادشاہ بیگم خاص محل نواب غازی الدین حیدر نے کی تھی۔ باپ کی حیات میں انکا خطاب ابو النصر امتیاز الدولہ سلیمان جاہ صاحب عالم ولیعہد میرزا نصیر الدین حیدر بہادر اسد جنگ تھا۔

نصیر الدین حیدر کی مسند نشینی

ہم انکے حالات زیادہ محتشم خانی سے استنباط کر کے لکھیں گے جسکو محتشم خان ابن نواب محبت خان نے

---

[۱] بعض کتابوں میں زہرہ بیگم نام لکھا ہے مگر تاریخ دیدہ میں وزیر بیگم ہے۔

حات حافظ رحمت خان نے نصیر الدین حیدر کی حالات میں لکھا ہے اور زیادہ تر اپنی چشم دید ہی
باتیں بیان کی ہیں جن میں سے بعض میں وہ شریک تھے کیونکہ درباری آدمی تھے جسوقت غازی الدین
حیدر شاہ زمن خلد مکان کا روزنامچۂ عمر دست قضا نے طے کیا دو گھڑی رات باقی تھی کہ مسٹر
مورڈنٹ رکٹس (ریکٹس) صاحب رزیڈنٹ نے ضروری مقامات پر پہرے کھڑے کر کے حسب
مشورہ معتمد الدولہ آغا میر نصیر الدین حیدر کو بلا کر پہلے یہ بات کہی کہ نواب سعادت علیخان مسند نشین تھے
تو نصف ملک گورنمنٹ انگریزی کو اس خدمت کے صلہ میں دیا اور غازی الدین حیدر نے کروڑ روپئے
سے سرکار کمپنی کی مدد کی آپ کیا اقرار فرماتے ہیں یہ بات اپنی خیر خواہی جتانے کے لئے معتمد الدولہ نے
رزیڈنٹ کو سکھا دی تھی اور ادھر ولیعہد بہادر سے یہ کہہ رکھا تھا کہ قرائن سے معلوم ہوتا ہے کہ رزیڈنٹ
اس قسم کا سوال کرینگے اور میں اوس وقت اپنی زبان سے جواب دینا مناسب نہیں جانتا اس لئے
کہ وکیل کا یہ حق ہے کہ موکل کے سامنے جواب دے حضور اس جواب کے ساتھ اونکو ساکت کر دیں چنانچہ
معتمد الدولہ نے جو جواب بتایا تھا وہ رزیڈنٹ کو نصیر الدین حیدر نے یوں دیا کہ آصف الدولہ کے
بعد مرزا وزیر علیخان ایک غیر مستحق شخص مسند سلطنت پر متمکن تھا - اسوقت نواب سعادت علیخان
نے ملک موروثی حاصل کرنے کے لئے ملک دیا - اور غازی الدین حیدر کے تنہا وارث شرعی تھے
اور مستقل والی سلطنت کے طلبگار تھے اس لئے فتنہ کے انطفا کے واسطے اونہوں نے کڑوڑ روپئے دینا
قبول کیا اب میرے واسطے کہ بلا شرکت غیرے وارث ریاست ہوں انالیات سرکار کمپنی نے کونسا
امر تازہ تجویز فرمایا بیان کیجئے تا کہ حکم آپکی رضا جوئی کا ظہور میں آئے صاحب رزیڈنٹ اپنی کلام کو
لطیفے میں ڈالکر ہنس دیئے اور لفظ مبارکباد و اجلاس اور رنگ سلطنت زبان پر لائے الغرض ۲۸ -
ربیع الاول ۱۲۴۳ھ ہجری مطابق ۲۰ - اکتوبر ۱۸۲۷ء کو نصیر الدین حیدر نے تخت سلطنت کو رونق
بخشی معتمد الدولہ نے پایہ وزارت پر کھڑے ہو کر کرسی زرنگار صاحب رزیڈنٹ کے لئے بچھوائی اور صمصام
الدولہ داہنی طرف مگس رانی میں مشغول ہوئے اور مہاراجہ میوہ رام نے بائیں طرف چنور ہلانا شروع کیا
سات دن برابر مسند نشینی کا جشن رہا اور ولیعہدی مناجان کو عطا ہوئی[1] قاضی محمد سعد الدین خان متوطن
کاکوری نے تاریخ جلوس اسطرح لکھی ہے

عاقل و سلطان بہ یاد دل قابل بیدار بخت　　　وز شکوہ رعب عدلش ظلم رفت و فتنہ خفت

---

[1] دیکھو طلسم ہند و محتشم خانی ۱۲

بیش دست جود انعامات آن نوشیروان — نام حاتم طے شد در دیدہ خجلت نہفت
غوطہ زد در بحر فکر عقل بہر تاریخ سعید — در سفینہ عیسی بہ سلک تعمیہ چون در بسفت

رخ برآوردہ ز برقعہ نو عروس بکر فکر
زیب تاج و تخت تاریخ جلوس او بگفت

برقعہ کا حرف ب ہے اسکے عدد ۲ ہیں یہ عدد الفاظ زیب تاج و تخت سے نکالدین تو تاریخ عیسوی پیدا ہو۔

از صاحب رائے

تخت پہ ہے جلوہ فزا بادشاہ گنج بخش — ہیں زمین پر شاد آدم اور فلک پر مہر و ماہ
شور عشرت ہے عیاں اس طرح تاریخ سے — اب ہوا مرزا نصیر الدین حیدر بادشاہ

دیگر

زیر تو است پادشاہ قیصر سان عالم — تخت این مملکت ہند مبارک باشد
سال تاریخ جلوس طرب افزا بشنو — جاودان سلطنت ہند مبارک باشد

دیگر

موسم الہام سمیع بادشاہ — از نسیم فیض حق چون گل شگفت
سال تاریخ جلوس میمنت — آفتابم کشرف عالم خود بگفت

اوائل سلطنت میں بارش ہو کر قحط سالی بالکل رفع ہوگئی۔ دس سیر سے بیس سیر بلکہ زیادہ تک نرخ غلہ پہنچا۔ بلکہ تمام باغات میں شادابی پیدا ہوگئی۔

بادشاہ بیگم اور بی حسینی کو مریم مکانی و ملکہ زمانی کا خطاب ملنا اور ملکہ زمانی کے بیٹے کو جو فیلبان کے نطفے سے تھا کیوان جاہ خطاب عطا ہونا

بادشاہ بیگم کو ابتدائے زمانہ جلوس میں مریم مکانی کا خطاب عنایت ہوا اور سلون اور گونڈے کی جاگیر [illegible] بحال رکھی گئی تھی و [illegible] معلوم ہوتا ہے کہ جاگیر قدیم کے سوا [illegible]

کی جدید جاگیر و بیگمی اور بی حبشی کو جو زمانہ شاہزادگی سے منظور نظر ہو کر محلات میں داخل ہوئی تھی ملکہ زمانیہ بنایا اور پرگنہ ہرہہ پور متعلقہ چکلہ بیواڑہ اوسکو جاگیر میں عنایت کیا جسکی آمدنی چھ لاکھہ روپیہ تھی ملکہ زمانی نے وارث علیخان کو جو دونوں اوس کے بھائی تھے خلعت ملبوسہ فاخرہ دیکر نیابت کے طریق سپردانہ کیا اور ملکہ زمانی کے بیٹے کو جو ایک فیلبان کے نطفے سے تھا کیوان جاہ کا خطاب ملا۔

معتمد الدولہ اور میوہ رام اور سبحان علیخان کو خطابات اور انعامات عطا ہونا

معتمد الدولہ کو برادر سبحان برابر خطاب مرحمت ہوا اور باون لاکھہ روپیہ نقد انعام میں دیا اور میوہ رام پسر راجہ لالکرشن بن دیاکرشن کو مہاراجہ افتخار الدولہ خطاب دیا اور دیوانی کا عہدہ سجتا اور تین لاکھہ روپیہ نقد صیغہ انعام میں مرحمت کیا۔ اور سبحان علی خان کو نیابت وزارت عطا ہوئی اور تحریرات صدر کا ایک قلم اختیار ملا اور دارالانشا کی افسری دی۔ اور پچاس ہزار روپیہ نقد دیا اور بادشاہ معتمد الدولہ کی دلجوئی میں اسقدر مصروف ہوئے کہ ایک ساعت کی مفارقت بھی ناگوار تھی۔ اگر معتمد الدولہ بنے جلسے میں کہتے تھے کہ شاہ زمن (غازی الدین حیدر) کے تفضلات میرے دل سے بھول گئے۔ اور دوسرے قریب معتمد الدولہ کے عزیزون اور رشتہ دارون کو بادشاہ نے خلعت ہاتھی دیا لیکن سمیت دئے اور کئی معلانیان اور رعیتہ جو اصیل اور گانے میں جنکو غازی الدین حیدر کے وقت میں ناچنا گانا سکھلایا جاتا تھا معتمد الدولہ کے لئے بھیجین لیکن سبحان علی خان معتمد الدولہ سے کہتے تھے کہ سبز باغ خزان رسیدہ ہے اور صاحب رزیڈنٹ مشہور دیتے تھے کہ معتمد الدولہ کو جو وثیقہ غازی الدین حیدر نے عنایت فرمایا ہے اوسکو غنیمت سمجھو اپنے آپ کو بلا میں گرفتار کرنا مناسب نہین چونکہ زوال اقبال قریب تھا اسی بردۂ غفلت میں گرفتار غضب ہوئے

معتمد الدولہ پر نصیر الدین حیدر کا عتاب نازل ہونا

معتمد الدولہ کی امارت اور کثرت دولت اور ترقی جاہ و حشمت کے ساتھ زن و فرزند بادشاہ کو اسقدر دست قدرت حاصل تھی کہ اونکی مقاومت میں قدم دہرنا اونکا مرتبہ بیان تک پہنچا تھا

کہ اہل لکھنؤ میں مشہور رہا کہ ایک درویش کامل نے چند انگوٹھیاں نگینہ دار نقش تسخیر سے منقش معتمد الدولہ
کو دی تھیں وہ ہر وقت انکو پہنتے تھے بادشاہ اور تمام اہل دربار اونکی محبت کا دم بھرتے تھے جب شاہزادہ
اقبال تاج و تخت میں آیا پہلے نصیر الدین حیدر نے وہ انگوٹھیاں کسی حیلہ سے لیکر اپنی انگلیوں میں پہن لیں
معتمد الدولہ نے بہت کوشش واپسی کی کی مگر ہاتھ نہ آئیں جب یہ سونے کی چڑیا معتمد الدولہ کے
ہاتھ سے اڑ گئی اقبال نے روگردانی کی حیض النساء مغلانی جو اپنے بھائی میر فضل علی کے ساتھ
کانپور اور فرخ آباد کیطرف گئی تھی غازی الدین حیدر کے انتقال کی خبر سنکر فرخ آباد سے تڑاک سے
لکھنؤ میں آئی اور بادشاہ بیگم کی خدمت میں حاضر ہوئی۔ اور اوس کے سبب سے مراسلت و خط کتابت
میر فضل علی اور حکیم مہدی علیخان سے شروع ہوئی۔ اور مہدی علیخان نے وہ رنگ جمایا کہ نصیر الدین
حیدر کی طرف سے ایک کاغذ پر جسپر پہلے سے بادشاہ کی مہر ہو کر اون تک پہنچا تھا معتمد الدولہ کی عداوت
کی وہ تمام باتیں جو اونہوں نے نصیر الدین حیدر کے ساتھ صغر سنی سے کی تھیں لکھکر گورنر جنرل
کے پاس روانہ کیا۔ گورنر جنرل نے یہ خط دیکھکر رزیڈنٹ کو لکھا کہ بادشاہ سے در پردہ دریافت کرو یہ تحریر
اصل رکھتی ہے یا نہیں۔ حسب ہدایت رزیڈنٹ نے دریافت کیا تو بادشاہ نے اس نظر سے کہ رزیڈنٹ
اور معتمد الدولہ دونوں باہم شیر و شکر ہیں اوس کا افشا کرنا غیر مناسب سمجھا۔ اور انکار کر دیا۔ اتفاقاً
لارڈ ولیم بنٹنک کی آمد الہ آباد کیطرف مشہور ہوئی جنہوں نے ۱۲۴۲ ہجری مطابق سنہ ۱۸۲۶ع میں بھرتپور کے
قلعہ کو فتح کر کے درجن سال کو گرفتار کیا تھا منتظم الدولہ مہدی علیخان اونسے الہ آباد میں ملے اور اونکے
آگے بیان کیا کہ جو ذاتی خط شاہ اودھ کی طرف سے گورنر جنرل کے پاس گیا تھا اوس کے حال سے
آپ واقف ہیں یا نہیں اونہوں نے جواب دیا کہ ہاں ہم بخوبی مطلع ہیں۔ بلکہ گورنر جنرل نے اوسکے
دریافت کرنے کیلئے بہت کچھ لکھا ہے اور صاحبان کونسل بھی اوسپر متفق ہیں یہ سنکر معتمد الدولہ نے
یہاں کی ساری کیفیت پوست کندہ گوش گذار کی اور کہا کہ شاہ اودھ معتمد الدولہ کی دہشت سے جو اونکی
دشمن جانی ہیں اور صاحب رزیڈنٹ سے سازش رکھتے ہیں اسقدر چھپاتے ہیں کہ وہ سوا
انکار کے دوسرا حرف زبان پر نہ لاوینگے اسلئے آپ صاحب رزیڈنٹ سے علیحدہ خلوت میں
شاہ اودھ سے اس معاملے کو دریافت کریں لارڈ ولیم بنٹنک جب لکھنؤ پہنچے تو بادشاہ نے معتمد الدولہ اور
کیوان جاہ کو استقبال کیلئے بھیجا۔ لارڈ صاحب نے بادشاہ کا [illegible] اور اتحاد سے
اپنی طرف راغب کیا اور ایک مکان کو مضمون بالا کے دریافت کرنے کیلئے مامور کیا۔ اور اس
عرصے میں منتظم الدولہ نے بھی ایک عرضداشت بادشاہ کو بھیجی اور وہ تمام تقریر جو لارڈ ولیم بنٹنک سے کی تھی

ظاہر کی اور میر فضل علی بھی دوسرے لباس میں گھوڑے پر سوار ہو کر تا کہ سنڈیلا ہوں سے لکھنؤ میں داخل ہو کر
مریم مکانی (بادشاہ بیگم) کی ڈیوڑھی میں پہنچے۔ معتمد الدولہ کھانا کھانے میں مصروف تھے کہ امرت لال
داروغہ دیوان خانہ پریشان آیا اور ایک پرچہ اخبار معتمد الدولہ کو دیا کہ دو گھڑی رات گئے بیس سوار جن میں کہ
ایک کے چہرہ نا پیدا ہوتا تھا کہ پل دریا سے شہر میں پہنچے اور مریم مکانی کے مکان تک پہنچ کر دو اونٹوں سے
علیحدہ ہو گئے۔ اور باقی پانچ میں سے ایک نے اندر جانے کا ارادہ کیا دربان مانع ہوا سوار نے طمنچے سے
دربان پر حملہ کیا وہ ہٹ گیا اور وہ سوار محل کے زنانہ دروازے تک پہنچا اور گھوڑا چھوڑ کر ڈنا کا کھول دیا۔
معلوم ہوا کہ میر فضل علی داروغہ قدیم محل کا ہی ہے جو مطلع ہو کر جا بادی کے پایوں کا پلنگ آدھا کر کے
لیتے تھا اور مستعد قتل پر حاضر باشی کا حکم دیا دو گھڑی کے بعد راجہ بختاور سنگھ اور راجہ شیو دین سنگھ
بھی پہنچ کر یہی خبر دی۔ چونکہ معتمد الدولہ کا مزاج صفراوی مائل بحرارت تھا ان خلاف طبع باتوں کی تاب نہ لا کر
اوسی وقت بادشاہ کے پاس پہنچے۔ اور عرض کیا کہ بادشاہ مرحوم کے بعد میرا کوئی حوصلہ بجز اس کے نہ تھا
کہ اونکی مرقد پر جاروب کشی کروں۔ مگر حضور نے ارزانی فضل و التفات اس ہیچکارہ کو کھینچا اور خدمات
لیا چاہیں حق یہ ہے اگرچہ اسلئے دادھے سب کو تبرکات کے ذریعہ سے سرفرازی حاصل ہوئی مگر
فدوی نے عہدہ وزارت کا خلعت اتنک نہ پہنا جس کسی کو وزارت عنایت کرنا منظور ہو عطا فرمائی
جاوے خانہ زاد اوس کا تابع رہیگا بادشاہ نے زمانہ سازی سے کام لیا اور فرمایا کہ نواب بھائی تمہارا خیال
اسوقت کہاں گیا۔ اگر ساتوں اقلیم کی سلطنت ملے تو تمہاری مداخلت کے بدون ہیچ ہے۔ اور میر فضل علی کو میں
خود بھی ایام شاہزادگی سے ناپسند کرتا ہوں اور نواب اوس سے صاف ہیں اور جو وہ اب میری رائے سے
آیا ہے بے حیائی سے بدون طلب والدہ ماجدہ کے پاس آگیا ہے اگر اسوقت اوسکو نکلواتا ہوں تو ایک
بہت سے فتور پڑنے اور والدہ سے جھگڑا ہونے کا اندیشہ ہے اور وہ بھی عزت سے ملک میں۔ اور تمہاری خرابی کے
در پے ہیں اسلئے میں نے تمہاری عہدہ وزارت کے لیے کلکتہ کو لکھا ہے۔ جواب با صواب کے حاصل
ہونے کی امید قوی ہے۔ اوسوقت تک جناب عالیہ کی پوری پوری بدظنی ہو کر تم کو اختیارات کلی حاصل
ہو جاوینگے۔ پھر اوس کا اخراج آسان ہے جو کام آسانی سے ہو سکے اوسکو مشکل میں ڈالنا عقل سے بعید ہے
تم سا اسطرح وقت اور ابھی امر نیک کو خیال میں لاتے عرض کیا کہ وہ یہاں رہیگا تو اس سے زیادہ یہ ہے
کہ داروغہ ہوگا۔ تم بہر حال وزیر اعظم ہو تم کو میرے گھر کا انتظام چاہیے نہ اوس میر کا۔ معتمد الدولہ
ان باتوں کو سنکر مطمئن ہو گئے۔ اور خواب خرگوش میں پڑ گئے میر فضل علی نے بھی آکر بادشاہ کے کان
بھرے تھے کیونکہ ... اور خلعت میں جہان رزیڈنٹ کا دخل تھا بادشاہ سے مستفسر ہوا اور بادشاہ نے

انکار کیا تو کپتان نے کہا کہ اگر حضور اب صاف صاف بیان نہ فرماوینگے تو آیندہ کچھ بھی معتمد الدولہ کے
باب مین حضور کی کوئی شکایت گورنر جنرل نہ سنینگے رسالے صاحب صاف اسباب کچھ خیال ہوا پس —
اوسوقت بادشاہ نے عہد و پیمان قسم کے ساتھ لیکر اقرار کیا اور جو اتہامات معتمد الدولہ کے بابت
باقی تھین حرف بحرف بیان کین اور کہا کہ اوس خط کا مضمون جو ہماری منشا کے موافق ہے لفظ بلفظ
اسکا خلاف نہین اور جو شاہزادہ نا مفروض کا کپتان صاحب نے بہ اخراج اشعار سعدی وغیرہ انکا
تہا اونکے چہاپنے کے واسطے پچاس ہزار روپیے عنایت کئے اور لارڈ ایمہرسٹ کی ہمراہی مین تقسیم
کی اور بیش بہا تحائف دئے جب لارڈ صاحب لکہنؤ سے رخصت ہوکر دریاے گنگا کے کنارے پہنچے
تو تاکیدی چٹہی لکہنؤ کے رزیڈنٹ کو اس مضمون کی لکہی کہ جسطرح ممکن ہو معتمد الدولہ کی گرفتاری کی
صورت ظہور مین آوے۔ رزیڈنٹ اس چٹہی کے مضمون سے مطلع ہوکر بادشاہ کے پاس خلوت مین گیا
ہوا اور الفاظ عذر زبان پر لاکر کہا کہ حضور کے دوست و دشمن ایسی نظرون مین ہین دوست و دشمن ہے
بہرحال آپکی رضاجوئی منظور ہے اگر پیشتر سے ارشاد ہوتا تو یہ عرصہ ارسال ہیکے کا ہرگز طے نہ ہوتا —
ابھی معتمد الدولہ کی گرفتاری کی صورت ظہور مین لاتا ہون۔ لیکن دردوست [illegible] گرفتاری فساد
عظیم کا باعث ہے بلکہ خونریزی کا احتمال ہے۔ جب یہ مضمون ختم ہوا تو رزیڈنٹ نے وہ کاغذ جو اوس
بارے مین لکہا ہوا اپنے ساتھ لایا تہا دستخط کے واسطے پیش کیا اوسوقت معتمد الدولہ کی [illegible]
سکا فرمانا خلاف مصلحت تہا اسلئے بادشاہ نے انگریزی قلم سے اوسپر دستخط کئے اور فرمایا
کہ مہر آیندہ لگائی جاویگی۔ جب رزیڈنٹ وہان سے رخصت ہوا تو بادشاہ نے معتمد الدولہ کو جو اولی
ریاست کا بڑا اہلکار تہا اپنے پاس بلا کر پان عنایت کرکے ارشاد کیا کہ کچہ فکر نہ کرو تمہارے حق مین
سفارش آئی ہے رزیڈنٹ سے دریافت کرو اور اوسکا ترجمہ سررشتہ لاؤ اودہر رزیڈنٹ نے
اپنی کوٹہی پر پہنچکر پلٹن کے کپتان کو بلاکر اوس مضمون سے مطلع کیا اوس نے اپنی کمپنی کے آدمی
مکان رزیڈنسی مین جا بجا مقرر کئے اور رزیڈنٹ نے اپنے میر منشی کی معرفت تقی محمد خان اور
حیدر خان کو کہلا بہیجا کہ اسوقت اپنے گہرون سے قدم باہر نہ رکہین جب معتمد الدولہ کوٹہی رزیڈنٹی کے
احاطے مین داخل ہوئے کمپنی کے سپاہیون نے اونکو گہیر لیا۔ اور کپتان نے کہا کہ آپ
گرفتار ہین۔ اور اونکے ساتہیون کو اشارہ کیا کہ تمہارا آقا گرفتار ہوا۔ تم اپنے گہرون کی راہ لو۔
ورنہ تمہاری بہی یہی حالت ہوگی۔ یہ کلام سنتے ہی آغا میر کے ہمراہی پاؤن سر پر رکہکے
بہاگ گئے۔ مگر اعظم علی اور دو خدمتگار حاضر رہے۔ جب معتمد الدولہ گرفتار ہوکر رزیڈنسی مین

روبرو آکے تورڈینٹ نے اوسی کاغذ عدم مشفدہ بیرازی کا لکھا کر مہر لگوائی اور اونہوں نے نظر بند گیا اپنے مکان پر رضامندی سے قبول کی دو توپین اپنے مکان کے آس پاس دونوں طرف کہتے ہیں نصب کرا دیں اگرچہ یہ مجال نہ تھی کہ مکان سے قدم باہر رکہیں لیکن دونوں وقت گہڑیال ایکی زبانی ہمیشہ بر پا رہتے تھے۔ اور دربار سے انعام و اکرام لے آگے سے زیادہ مواجی شروع کی اور یہ صورت انکی نجات کی بدولت نجابت و آبرو کے لئے حاصل تھی یہ واقعہ ۱۲۴۲ ہجری کا ہے۔ صاحب رسالہ صبح نے یہ تاریخ اونکی معزولی کی لکھی ہے ص آج اس گہر کا سنبہر اوجڑا ؎

معتمد الدولہ کے متعلقین کے مکانوں پر بادشاہی مقرر ہونا اور اونکا مذلت اوٹھانا میر فضل علیخان کا عہدہ وزارت پانا منتظم الدولہ مہدی علیخان کا وزارت کی دستیابی سے محروم ہوکر فرخ آباد چلا جانا

معتمد الدولہ کے نظر بند ہونے کے بعد میر فضل علی کو خلعت نیابت پانچ پارچے کا ملا۔ اور اعتماد الدولہ خطاب عنایت ہوا۔ یہ میر فضل علی وہی شخص ہیں جو بادشاہ بیگم زوجہ غازی حیدر کی جاگیر کے منتظم تھے اور اپنی بہن لی صلاح کی وجہ سے جس کا نام نیض النساء ہے بیگم صاحبہ کی سرکار میں پورا تسلط رکھتے تھے۔ اور معتمد الدولہ کی عداوت کی وجہ سے اس عہدہ کی طرف متوجہ ہوئے تھے چونکہ قبلہ ازینکے زمرہ میں تھے اسلئے ایک شخص نے اونکی وزارت کی تاریخ اسطرح پر نظم کی ہے ص

اوج مسند عزت نشست چون نائب ... ز فیض پاکنشینان ہوج عصمت ؎
سرو حشن بیرون فکر رفت و گفت ... گرفتہ از سر انگلس ... وزارت (۱۲۴۲)

میر فضل علی دہلی کے سادات صحیح النسب میں سے تھے انکے بزرگ عہدہ خوجہ دار قالی پر سرکار شاہی میں ممتاز رہے یعنی سواری کے وقت خاص بادشاہ کا فیل چلاتے تھے۔ انقلاب زمانہ سے لکھنؤ تشریف لائے جب نیابت پر شمکن ہوئے اونکو خلعت دیوان خانہ ملا اور معتمد الدولہ کے متعلقین ... سلیمن کے مکانوں

بادشاہ کی طرف سے بہت پھر سے ہو گئے - اسم شمار ان کی یہ ہے - میر محمود وغیرہ پسران میر
افضل یا بہنی والہ یہ میر افضل معتمد الدولہ کا سمدھی تھا - سبحان علی خان - تاج الدین حسین خان
حکیم مہدی علی - دولت ھا سے ۔ ۔ صلبا قی نویس - شبو خان - میر سبحہ علی مسخرہ - مولوی جلال الدین
سنگی بھات - جیون خان ۔ ۔ ۔ - اعظم علی - اور شاہ قطب وغیرہ وغیرہ یہ تمام آدمی نظر بند تھے
اور ان کا اکثر اسباب لٹ گیا - مگر وہ لوگ محفوظ رہے جنکے مکانوں میں پہلے سے معتمد الدولہ نے انگریزی
پہرے بٹھا دئے تھے - وہ میں فاطمہ بیگم معتمد الدولہ کی بہن اور میر الٰہی بخش معتمد الدولہ کا بھتیجا اور میر
روشن علی و میر شاہ علی معتمد الدولہ کے سالے اور میر نثار حسین اور میر اسد - غرض اس کشمکش میں
کہ شہر پر گذرا شہر کے بازار اور رعیت کے گھروں کے دروازے بند ہو گئے - اور کوٹھی نور بخش
اور ستیپ گنج اور باغ ۔ ۔ ۔ داس وغیرہ میں جو بہت سلطانی بیگم بیٹھے تھوڑا سا اسباب یہاں کا تلف
ہوا لیکن نقصان یہ بسی جگہ تھا - اچھرت لال عرض بیگی (کہ ایام شاہزادگی میں نصیر الدین حیدر کی خبریں
معتمد الدولہ اور غازی الدین حیدر کو پہنچایا کرتا تھا اور اسی باعث سے نصیر الدین حیدر کی بادشاہی
کے زمانے میں اوسکی آمد و رفت دربار شاہی سے بند ہو گئی تھی) جب گرفتار ہوا اور مار پیٹ کی
نوبت آئی اور مداخل و مخارج امور متعلقات دیوانخانے کے محاسبے میں مبتلا ہوا تو اوس سے
کچھ زر نقد جو مکان میں تھا پیش کیا - اور باقی سبیل زر کے واسطے اجازت طلب کی کہ اپنے مکان میں
جا کر جو دفینہ کہ موجود ہے حاضر کرے اور اس حیلے سے رخصت لیکر اپنے گھر پہنچکر تیز چاقو سے گلا
کاٹ کر اپنا کام تمام کیا - پھر اعتماد الدولہ نے چاہا کہ بلاے محاسبہ میں معتمد الدولہ کو مبتلا کریں -
چونکہ وہ انگریزی قیدی تھے اعتماد الدولہ نے بہت کچھ خاک اوڑائی لیکن کوئی تدبیر پیش نگئی
حکیم مہدی علیخان نیابت کی امید میں فرخ آباد سے لکھنؤ میں آئے کہ وہ دولت اعتماد الدولہ
کو نصیب ہو چکی مجبور ہو کر قلمدان وزارت لینے میں کہ کسر شان تھی تامل کیا - آخر کار صورت تالیف
قلب ظہور میں آئی جو کہ منتظم الدولہ مرد آخر بین اور صاحب دانش تھے اعتماد الدولہ کا دل نذر دیکر
خوش کیا - ایک دن منتظم الدولہ بادشاہ کے پاس حاضر تھے دیکھا کہ کیوان جاہ پسر ملکہ زمانی
خلعت جرنیلی سے سرفراز ہو کر سکا سناد سیاہ بر احکام لکھ رہا ہے - مہدی علی خان نے نہایت
آزردہ ہو کر سکا سناد کے ہاتھ سے لیکر بادہ آزردگی یہ بات کہی کہ اس داہنے کو امور سلطنت
کیا واسطہ ہے جو بیٹے آپ کو صاحب حکم سمجھتا ہے - یہ زبانی آوری بادشاہ کو پسند نہ آئی
اور دل میں ملال پیدا ہوا - مہدی علیخان سے اس پیرا ئے میں کہ میری تجارت کے کام خراب ہو گئے

تھوڑے عرصے مین انتظام دیکر پھر در دولت پر حاضر ہو کر رخصت حاصل کی اور فرخ آباد کو چلے گئے چونکہ وہ آغامیر کے رقیب تھے تاریخ نے بھی تاریخ کہی بار گرفتہ (۱۲۴۵ھ) اب رفتہ رفتہ رزیڈنٹ کے دلمین اعتماد الدولہ کے اعتبار نے گھر کیا نیکنامی کے ساتھہ یاد کرنے لگا جب سبحان علیخان سے مداخلت کی نوبت پہنچی تو ثابت ہوا کہ یہ شخص خیر طلب سرکار شاہی کا تھا اسلئے وہ نیابتہ شریک مشورہ ہوتے تھے۔ اور اونکی تجویز سے منشی عاشق علیخان رفیق اعتماد الدولہ سفیر کلکتہ مقرر ہوئے اور دوستی کی دوستی انسے متعلق تھی۔ چنانچہ اس کام کی بدولت صاحب دولت ہو کر انہون نے رنگ تجارت کلکتے مین جمایا اور وہان عالیشان عمارت تعمیر کرائی اور وزارت کی دیوانی منشی جیالال پرشاد سے متعلق تھی اور بیت الانشا کا دفتر منشی جوالا پرشاد کے حوالے تھا اور کونسل کلکتے سے تحریرات کی مسودہ نویسی سبحان علیخان سے تعلق رکھتی تھی۔ یہ امر تازہ ظہور مین آیا کہ سبحان علی خان اور تاج الدین حسین خان مین جو باہم اتحاد و محبت تھی وہ جاتی رہی۔ نقش عداوت صفحہ دل پر بیٹھا اور اسوجہ سے تاج الدین حسین خان پر بائیس لاکھہ روپے کا محاسبہ جنکا سلطانپور کی بابت قرار پایا تاج الدین حسین خان معزول ہو کر لکھنؤ مین آئے دریافت ہوا کہ مکان پر بادشاہی چوکی پہرے مامور ہین اوسیطرح اسپ سوار معتمد الدولہ آغامیر کے مکان پر چلے گئے۔ اور چند روز رہکر بواسطہ استحقاق رفاقت دست آویز جو فارغخطی کا کام کرے حاصل کر کے بکشادہ پیشانی اپنے گھر مین آ بیٹھے اور فقیر محمد خان اور میندو خان اور ساہ گوبند لال کی رضا جوئی اور اعتماد الدولہ کی اطاعت اختیار کی اور اپنا دامن محاسبے سے پاک کیا معتمد الدولہ کے نائب سب عہدہ دار اعتماد الدولہ کی طرف رجوع لائے۔ واحد علی خان نے بھی وہ زمانہ سازی کی کہ دونون پلے برابر رکھے ان باتونکے بعد اعتماد الدولہ نے انتظام ملک کی جانب قلم اوٹھایا عامل ساجری کے طور پر روانہ کئے۔

سنہ ۱۲۴۵ ہجری کے بعض ذکر واقعات کا بیان

(۱) سال دوم جلوس مطابق ۱۲۴۵ ہجری کا آغاز ہوا۔ تو اعتماد الدولہ کو بادشاہ نے حکم دیا کہ جشن کی تیاری کرین۔ اگرچہ جشن عظیم ہوا لیکن بعض امور مین ایسی بے اعتدالی واقع ہوئی کہ اعتماد الدولہ کی بے سلیقگی کھل گئی اور کچھہ روپے کی خیانت بھی اونکی نسبت ثابت ہوئی اور ساتھہ اسکے ملک مین خرابی پیدا ہو گئی۔ اور خزانہ عامرہ مین آمدنی بھی بہت کم ہو گئی

اور ملک مین چارون طرف فساد پھیل گیا اور لوٹ مار سے مسافرون کا ناک مین دم آگیا۔ رزیڈنٹ نے اس بات کی بادشاہ سے شکایت کی اور صاحبات محل اور سپاہ کی تنخواہ بند ہوکر فاقہ پر نوبت پہونچگئی۔

(۳۳) نصیر الدین حیدر کی خواہش یہ تھی کہ چند عورات خاندان کی تنخواہ دوامی طور پر وثیقہ مقرر ہو جائے اس غرض سے اونھون نے اس امر سے گورنمنٹ انگریزی کو تحریر کیا کہ جو پچاس لاکھ روپیہ غازی الدین حیدر کے عہد مین چوتھی مرتبہ قرض دیا گیا ہے وہ دوامی ہو جائے اور بارہ لاکھ چالیس ہزار روپیہ اور لیا جائے یہ عرضہ گورنمنٹ انگریزی مین منظور ہوا اس کل روپیہ کا سالانہ سود تین لاکھ بارہ ہزار روپیہ فی صدی پانچ روپیہ سالانہ کے حساب سے ہوا مگر یہ شرط قرار پائی کہ جو تنخواہ دار یا وثیقہ دار فوت ہوگا اوس کا روپیہ حسب منظوری واپس ملیگا۔ اور اگر کوئی وثیقہ دار یا اوس کا وارث بادشاہ کی حیات مین لا ولد مر جائے گا تو وثیقہ منضبط بادشاہ کو ملیگا وثیقہ دارون کی حفاظت کے باب مین گورنمنٹ نے ضمانت نہین دی۔ مگر اقرار کیا کہ اونکی خاطر کی جائے گی ۱۴ شعبان ۱۲۴۴ ہجری مطابق یکم مارچ ۱۸۲۹ع کو اس بابت عہدنامہ منعقد ہوا۔

نام وثیقہ دار	ماہواری	سالانہ	نام وثیقہ دار	ماہواری	سالانہ
ملکہ زمانیہ	۱۰۰۰۰ روپیہ	۱۲۰۰۰۰ روپیہ	تاج محل	۲۰۰۰ روپیہ	۲۴۰۰۰ روپیہ
مخدرہ علیا	۶۰۰۰ روپیہ	۷۲۰۰۰ روپیہ	سلطان عالیہ ہمشیرہ شاہ	۴۰۰۰ روپیہ	۴۸۰۰۰ روپیہ

(۳۴) بادشاہ نے جب شاہان کو زیب دولت سلطنت خطاب دیا تو بادشاہ بیگم نے ۲۴ جمادی الاولی ۱۲۴۴ ہجری کو اپنے محل مین محفل جشن آراستہ کی اور والدہ نصیر الدولہ اور نواب جعفر علیخان اور نواب کاظم علیخان وغیرہ کی بیگمات خاندانی مخصوصہ کو طلب کر کے اول بادشاہ کو پوشاک فاخرہ پہنا کر چھبیسوین سالگرہ شاہی اور وقت تہنیت کے مخصوص ادا کی بیعت کی رسم کتخدائی ابو طالب خان کے بیٹون کے ساتھ ادا کی اور پھر شہزادہ وارث تخت کا ختنہ کرایا اور ختنہ کرنے والے نائی کو بیس ہزار روپئے مرحمت کئے اور پچاس ہزار روپئے کے شال دوشالے بادشاہ کے پاس بھیجے تاکہ وہ اپنے خاص خاص نوکرون کو تقسیم کرین باوجودیکہ ابھی بادشاہ اور بادشاہ بیگم مین آتش فساد و عناد مشتعل ہوئی تھی لیکن اونکو اس بات سے نہایت طیش آیا بیت شاہ نے شیشہ کو جلوا دیا اور کرنل جان لو صاحب رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا کہ بادشاہ

[illegible]

بیگم آپ کو شیرینی بھیجیں تو واپس کر دیں چنانچہ جب بیگم صاحبہ نے نقرئی پیالوں میں شیرینی بھر کر
بھیجی تو انہوں نے نہ لی بادشاہ کی غرض اس سے یہ تھی کہ فریدوں بخت کے میرا بیٹا ہونے پر یہ امر
دلیل ہو جائے اور انہیں دنوں میں بیگم صاحبہ نے محسن الدولہ کی بیٹی کے ساتھ فریدوں بخت
کا بیاہ قرار دیا ابھی سامان عروسی تیار ہی ہو رہا تھا کہ لڑکی کا انتقال ہو گیا۔[1]

(۴۷) سال دوم جلوس مطابق ۱۲۳۵ ہجری میں جشن موقوف رہا بادشاہ نے دو رقاصہ عورتوں
کو جن کا نام حسینی تھا پرستاروں میں قبول کیا ایک کو بادشاہ محل خطاب دیا اور دوسری کو سلطان محل
اور ممن خاں اور محمد بخش دو لڑکے آپ کے پاؤں دابا کرتے تھے دونوں کو منظور نظر بنا کر بڑے مرتبے کا
آدمی بنا دیا۔

نصیر الدین حیدر کی طبیعت کا اعتماد الدولہ کی طرف مکدر ہو جانا

بادشاہ کی طبیعت اعتماد الدولہ کی طرف سے کئی وجہوں سے صاف نہ تھی (۱) جس طرح ایام شاہزادگی میں
اتالیقی کرتے تھے اب تک ویسے ہی اطوار شائستہ کی تفہیم میں قاصر تھے (۲) جو انتقام کہ معتمد الدولہ سے
منظور نظر سلطانی تھا وہ ظہور میں نہ آیا (۳) شرکت صحبت بادشاہ سے جو خلاف وضع تھی دور رہتے تھے
آخر کار رفتہ رفتہ صورت تنقیص پیدا ہوئی اور بادشاہ کی طبیعت جوانان نوخاستہ کی صحبت کی طرف
مائل ہوئی اور بزم بادۂ گلرنگ نے گل کھلائے اور ناچ رنگ کا جلسہ جما اور ان لوگوں کا بازار
آہستہ آہستہ گرم ہوا اور اعتماد الدولہ کی گرما گرمی سرد ہوئی۔ ایک شب نصیر الدین حیدر بجرے میں سوار ہو کر
دریا کی سیر کر رہے تھے اور نشہ شراب سے لایعقل ہو رہے تھے کہ ناگاہ ایک فرنگی بچے کی ٹوپی عالم نشہ میں
میں دریا میں گر گئی اوس نے بادشاہ کے اشارے سے وہ دست افشانی کی کہ قریب تھا کہ اعتماد الدولہ
کی دستار سر سے جدا ہو جائے لیکن انہوں نے پیچ و تاب کھا کر دونوں ہاتھ سے سنبھالی اور فرط
حجاب سے قالب سے باہر ہوا اور چاہا کہ شمشیر آبدار کے جوہر دکھائیں۔ لیکن جب اہل کشتی نے میان سے
تلوار کھینچنے نہ دی تو اعتماد الدولہ نے زبان سے بہت کچھ برا بھلا کہا۔ اور آنا جانا دربار کا موقوف کیا

[1] دیکھو وقائع دلپذیر ۱۲

اور بادشاہ کا مونہی کھینچا۔ ایک رات بادشاہ نے کثرت نشہ شراب مین ہرکارون کے جمعدار کو حکم دیا کہ
جلو کے آدمی تیار ہون حسب الحکم جو فوج حاضر تھی تیار ہوئی اعتماد الدولہ نے بنظر حفظ ما تقدم
صاحب رزیڈنٹ کو در پردہ اطلاع دی کہ ہوشیار رہین۔ مگر یہ بات کچھ اصل نہ رکھتی تھی دوسرے روز
رزیڈنٹ نے بادشاہ کے پاس آکر دریافت کیا بادشاہ نے جواب دیا کہ آپکو کیونکر معلوم ہوا اوس نے
کہا کہ اعتماد الدولہ نے ہمکو خبر دی تھی یہ صورت بادشاہ کو نہایت ناگوار خاطر ہوئی اور آئینہ دل مین تازہ
غبار کدورت جم گیا۔ آخر اسی کشمکش مین اعتماد الدولہ جہان فانی سے گذرے۔ اور میر فضل بخش کی
کربلا مین اونکا جنازہ دفن کیا گیا فقط دو لڑکیاں اولاد مین رہین جو میر حامد علی اور میر حیدر حسین قوم سادات
کے ساتھ منسوب تھین بعض تاریخون سے ثابت ہوتا ہے کہ جو بیس لاکھ روپے بادشاہ نے اپنے خزانے
سے اعتماد الدولہ کے وثیقے کے لئے مسٹر مودنٹ رکیٹ صاحب کی معرفت جمع کرائے تھے اعتماد الدولہ
کا وثیقہ ان دونون داماد وغیرہ پر جو حصہ دار تھے تقسیم ہوا آخر کار یہ دونون داماد لکھنؤ سے نکلکر
دہلی کو چلے گئے اور وہین سکونت اختیار کی۔

ظفر الدولہ کے بیٹے اور داماد کہ بعض انہین سے وزیر سلطنت کے ہمسر تھے اور انتظام سلطنت مین دخیل تھے

ظفر الدولہ کپتان فتحعلی خان کے بڑے بیٹے محمد علی خان کا اقبال الدولہ خطاب تہا اور عہدہ جرنیلی
کی نیابت اُنسے متعلق تھی چونکہ ان جاہ کے باتمام تہا اور فتحعلی خان کے دوسرے بیٹے کا خطاب
مکرم الدولہ اور تیسرے کا خطاب مجد الدولہ تہا ان دونون کے متعلق پلٹنین تہین اور فتحعلی خان کے
یہ تین داماد تھے ایک مرزا حسنو جنکے سپرد جلیبی توپخانہ تہا۔ دوسرے میر علی اکبر پسر میر علی شہید پانچ
پلٹن کے مختار تھے اور تہوڑے سے سوار بھی اُنکے ماتحت تھے۔ تیسرے محمد میر یہ سادات بارہ
کے گھرانے مین سے تھے اور عدالت اُنکے سپرد تھی۔ اقبال الدولہ پر بادشاہ کی بڑی مہربانی تھی
یہانتک کہ اون کا مُنہ دیکھکر خوابگاہ سے اُٹھتے تھے اور ہر وقت عیش و عشرت کے جلسون مین
اونکو شریک رکھتے تھے اور اونکی متعلقہ کامون کو منشی غلام مرتضی پسر ملا محمد روضہ خان مرثیہ خوان
سر انجام دیتا تھا۔ اقبال الدولہ کی بدولت غلام مرتضی کی خوش گلوئی اور الحان دلکش کے ساتھ
مرثیہ خوانی کی بہت شہرت وشہرت کو پہنچی تھی اقبال الدولہ کا ستارۂ اقبال ایسا چمکا کہ تمام انتظام

اہل رسالے اونکی ذات سے وابستہ تھا اوران کاموں کی کاربرداری علامہ مرتضیٰ سے متعلق تھی - اور اقبال الدولہ کی وجہ سے عہدہ سفارت کلکتہ بھی منشی عاشق علی خان لے سے نکالکر حکیم ظفر علی کے نام قرار پایا دو ڈہائی برس اقبال الدولہ کا خوب طوطی بولا آخر ہرکلے سازو اسے ارباب حسد پیشہ آتش رشک مین جلنے لگے - عمدہ علیا کے ایک خواجہ سرانے جس کا نام سرت مشہور تھا اقبال الدولہ کو عمدہ علیا کے ساتھ دوستی کی تہمت پر دھر لیا جس کا یہ اثر ہوا کہ وہ بادشاہ کی نظروں سے گر گئے اور بادشاہ نے حکم دیا کہ بغیر ہمارے حکم کے حضور مین حاضر نہوا کرین اونکا کارخانہ برہم ہوا اور جرنیلی کی نیابت کا عہدہ بھی موقوف ہوا۔۔

نجم الدولہ جعفر علی خان

جعفر علی خان ابن مظفر علی خان ابتدائے شباب مین اپنے باپ سے رنجیدہ ہوکر مہاراجہ دولت راو سیندہیا کے لشکر مین چلے گئے - اور اوسکی ملازمت حاصل کی جب نصیر الدین حیدر سلیمان جاہ تخت نشین ہوئے تو پرانی محبت کی وجہ سے ستر سوار کو دو ہزار روپیون سمیت بہیجکر جعفر علیخان کو گوالیار سے بلا کر عہدہ توپخانہ سلیمانی عطا کیا اور پانسو روپئے تنخواہ مقرر کردی اور بادشاہ کے مصاحب خاص ہوگئے وہ آبرو پہنچائی کہ درباری آتش حسد مین جلنے لگے تاج الدین حسین خان نے فتنہ و فساد کی وہ آگ بھڑکائی کہ جعفر علی خان کی گرم بازاری سرد ہوگئی۔

راجہ دیال کا اپنی بہن کو بادشاہ کے محل مین بہیجا کر راجگی کا خطاب اور عزت پانا

بینی رام لکہنوی ساکن محلہ چکلہ مرد بہیم و شحیم خوش وضع و سفید پوست تنہا سیپاریان بیچا کرتا تہا اور لین دین کرتا تھا صاحب نقد پر تہا - کہاروں کا جمعدار بہوانی مہرا مر گیا اوسکی پاس چہہ سات لاکھ روپیہ نقد تہا وہ زر بے محنت بینی رام کے ہاتھ آیا - اوراس روپے کی بدولت عاملون ہی پر تہ داری کے ذریعہ سے زر کثیر حاصل کیا عاشورن نام ایک لکھنوی طوائف سے رسم آشنائی بڑہا کر اوس کو گہر مین ڈال لیا اوس کے بطن سے ایک بیٹا اور ایک بیٹی پیدا ہوئے - بیٹے کا نام احمد علی رکھا جب بینی رام نے انتقال کیا تو ایک بیٹا رام دیال نامی منکوحہ عورت سے بھی چہوڑا وہی ساہوکار سے کی کوٹھی اور

تمام مال اسباب کا وارث بنا ایسا چالاک تہا کہ جوہر فروشی کی بدولت بادشاہ کے دربار میں
رسائی بہم پہنچائی اور اپنی سوتیلی بہن کو جو عاشورن طوائف سے تھی بادشاہ کے پاس پہنچایا
جسنے محلات سلطانی مین داخل ہو کر پہول محل خطاب پایا اور رام دیال کو راجگی کا خطاب عطا
ہوا۔ اقبال الدولہ کے تنزل سے رام دیال کی کارگذاری کا ستارہ چمکا اور تمام معاملات پر
اوس کا حکم جاری ہوا اور رزیڈنسی کے خزانچی سے ماہ و رسم پیدا کرکے اوسکی وجہ سے غلام حسین منشی
رزیڈنسی کے صورت انتقام نکالی بلکہ رزیڈنسی کا تمام عملہ بھی اوسکی توقیر کرتا تہا لیکن بے علم
کندۂ ناتراش تہا۔ جب سر میڈک لکہنو کے رزیڈنٹ ہو کر آئے اور اونہون نے ایکدن
رام دیال سے دریافت کیا آپ کا فرزانہ کیا ہے تو اوس نے جواب دیا کہ پیٹ مین نفس (رفع) بہت
رہتا ہے یہ سنکر صاحب رزیڈنٹ نے جانچ لیا کہ یہ شخص بڑے اور ذمہ داری کے کام کے
قابل نہین ہے

رزیڈنٹ کا بادشاہ کو سمجھانا کہ انتظام ملکی کیطرف توجہ کرنا چاہیئے۔ رامدیال کا بدنامی و ندامت اوٹھانا کیوان جاہ اور فریدون بخت کے نسب کی تحقیق

اکبر رکیٹ صاحب رزیڈنٹ نے لکہنو کے معاملات مین اتنی چشم پوشی کی کہ آخر کار بدنام
ہوگئے اور لکہنو کی رزیڈنسی سے اونکی تبدیلی ہوگئی صاحب رزیڈنٹ نے وقت رخصت بادشاہ
سے یہ بات کہی کہ مینے اکثر خیر خواہی کی راہ سے آپکو سمجھایا۔ لیکن آپنے مصاحبون کے سبب
کہ انجام اوسکا خراب ہے میری نصیحت پر عمل نہ کیا اور مجھکو بدنامی نصیب ہوئی لیکن مین یقین
کرتا ہون کہ پہلی روبکاری رزیڈنٹ منسوب سے کیوان جاہ اور فریدون بخت کے باب مین پیش
آئے گی کہ وہ شاہزادے ہین یا نہین۔ یہ صاحب تو بادشاہ کے کان کہولکر یہان سے
چلے گئے اور سر میڈک رزیڈنٹ ہو کر آئے اور وہ بخط مستقیم ڈاک کے ذریعہ سے
بلا انتظار استقبال کیا یک لکہنو مین داخل ہوئے۔ چونکہ یہ طریقہ آئین قدیم کے خلاف
تہا اسلئے بادشاہ کے پسند نہوا۔ اس رزیڈنٹ نے بادشاہ کو نصیحت شروع کی اور اونکی

سمان سمجھے کہ دنیات نشۂ شراب میں رہنا عقل سے دور ہے اور رنڈیوں کی صحبت میں پڑا رہنا ہم
ہیں اور راماپال جیسے آدمی کی مدارالمہامی باعث آغاز بدانجامی ہے۔ بادشاہ اور رزیڈنٹ
کے درمیان آمد و رفت اور پیام و سلام کا دروازہ راماپال پر بند ہوا۔ بادشاہ کو یہ نصیحت مصلحت
آمیز پسند نہ آئی۔ مگر رزیڈنٹ کی خاطر سے ہر چہ پیام چوبداری کے ذریعے سے جاری رہا
اور اگر مشکل کام پیش آتا تو نجم الدولہ کے ذریعے سے انجام پاتا۔ راماپال کی طرف سے رزیڈنٹ
کی زیادہ ترنا خوشی کا سبب یہ امر تھا کہ انہوں نے اوس سے ایک دن دریافت کیا کہ کیوان
جاہ بادشاہ کا بیٹا ہے یا نہیں اور یہ بات کہکر تاکید کر دی کہ یہ راز بادشاہ پر نہ کھلے اس بنیے
کے پیٹ میں پانی کب ہضم ہوتا تھا۔ یہ ماجرا بادشاہ تک پہنچایا۔ انہوں نے ملاقات میں رزیڈنٹ
سے کہا کہ کیوان جاہ سے ناحق شناسی کا سبب کیا ہے۔ یہ سنکر رزیڈنٹ خاموش ہو گئے
اور راماپال سبک ہو کر انکی نظروں سے گر گیا یہاں تک آنکھیں دیکھیں کہ بادشاہ نے بھی اوس سے
چشم محبت چرائی اور بادشاہ کے حکم سے برگشتہ بخت ٹیڑھی کوٹھی میں گرفتار ہو کر قید ہوا اور تمنا
رہائی اور آرزوئے منصب مدارالمہامی میں ایک مدت گذری۔ مگر آرزو برنہ آئی۔ ایک دن رزیڈنٹ
نے بادشاہ کو پیام دیا کہ معتمد الدولہ کو ہمارے پاس بھیجدینا چاہئے ان سے کچھ باتیں کہنا اور
سننا ہیں بادشاہ نے اونکا رزیڈنٹ کے پاس جانا مصلحت کے خلاف سمجھا اور اجازت نہ دی
آخرکار رزیڈنٹ نے بطور خود معتمد الدولہ کو جو دراصل انگریزی قیدی تھے بادشاہ کی اجازت کے
بغیر اپنے پاس بلالیا اور اوس سے رزیڈنٹ سابق اور عملہ رزیڈنسی کی رشوت ستانی کا حال تحقیق
کیا۔ مگر معتمد الدولہ نے ہرگز افشا سے راز نہ کیا اور کہا ع آن قدح بشکست و آن ساقی نماند
گذرے ہوئے مردے اکھیڑنا اور ناحق اس فکر و محنت میں دل کو پریشان کرنا ضرورت نہیں
ہے کچھ مناسب وقت تھا طرفین سے ظہور میں آیا سر ہربرٹ مڈک اس جواب سے بیحد خوش تھے
لیکن کونسل کے حکم سے مجبور تھے۔ اور اس بات کی تحقیقات منظور تھی اسلئے غلام حسین میر منشی
رزیڈنسی کو طلب کیا بادشاہ نے اقبال الدولہ کو اجازت دی اونکے حکم سے راجہ بختاور سنگھ سوار لیکر
اوس کے مکان پر پہنچا اور صورت محاصرہ ظہور میں آئی۔ غلام حسین نے دیکھا کہ عزت و آبرو جاتی
ہے۔ پستول بھر کر اپنے پیٹ پر خالی کیا قضا سر پر سوار تھی بڑا ارمان اور لالہ جہان سے گذرا
اور اوسکے دو خدمتگار جو محرم اسرار تھے سندوق کی گولیاں کھا کر اپنے آقا کے پیچھے پیچھے راہی
ملک عدم ہوئے اوس کا تمام مال و اسباب ضبطی میں آیا التفات حسین خان عہدہ میر منشی گری

سرفراز ہوا لیکن روبرو بیٹھنے کی قدرت نہ تھی اور نہ کسی کام مین دم مارنے کی قوت ان دونون عہدہ متوسطی اکبر علی خان خلف امیر الدولہ حیدر بیگ خان کے نامزد ہوا - ایم رکیٹ صاحب کی بدنامی کا باعث تین شخص تھے (۱) تاج الدین حسین خان کہ اس زمانے مین نظربند ہو گئے تھے (۲) ساہ بہاری لعل اوس نے یہ کہکر اپنا دامن پاک کیا کہ مین مہاجنی پیشہ ہون مجھکو معاملات شاہی سے کیا کام (۳) رامدیال کہ اوسی کے سرپر مناہی کا ڈکارا تھا -

سر ہربرٹ مڈک رزیڈنٹ نے مناجات کے بادشاہ کا نطفہ ہونے کے باب مین بھی تحقیقات کی بادشاہ بیگم نے ظاہر کیا کہ طفل مسطور کا حمل دو سال سے زیادہ رکنے کا اور عوام مین یہ بات مشہور ہو رہی تھی اور معتمد الدولہ کے اظہار سے جو مڈک صاحب کے سامنے ہوا تھا ثابت ہوا کہ نصیر الدین حیدر مین ابتدا سے رجولیت کی قوت نہ تھی اور وہ عورت سے صحبت کرنے کی بالکل قوت نہین رکھتی تھی اسلئے بیگم صاحبہ موصوفہ اونکی اولاد کی طرف سے مایوس ہو گئی تہین اور فریب و حیلہ سے بچہ کا بہم پہونچایا تھا - اور منتظم الدولہ مہدی علیخان نے بھی مڈک صاحب کے پاس گواہی دی کہ بادشاہ اودہ یعنی نصیر الدین حیدر نے مجھ سے مفصل اور بشرح فرمایا تھا کہ کیوان جاہ اور فریدون بخت دونون میرے اصلی بیٹے نہین ہین - اور اس بات کا افسوس کرتے تھے کہ کوئی فرزند وارث تاج و تخت مجھ سے پیدا نہین ہوا - مڈک صاحب نے یہ بیان یکم جنوری سنہ ۱۸۳۲ء مطابق ۱۷ رجب سنہ ۱۲۴۷ ہجری کو گورنر جنرل کو لکھ بھیجا[۱]

مڈک صاحب رزیڈنٹ کی وجہ سے معتمد الدولہ کا لکھنؤ سے رہائی پاکر کانپور مین سکونت اختیار کرنا

معتمد الدولہ ابھی قید مین اس بات کے آرزومند تھے کہ اگر صاحب رزیڈنٹ عملداری سرکار کمپنی مین جانے کی اجازت دیدین تو دس بیس لاکھ روپیہ اونکی تواضع کرون - لیکن صاحب مستغنی مزاج نے قبول نہ کیا - بلکہ بیس لاکھ روپے بادشاہ کو دلاکر اس بات پر رضامند کیا کہ معتمد الدولہ تمام نقد و جنس سمیت کانپور چلے جاوین اور اکتوبر سنہ ۱۸۳۱ء مین وہ کانپور مین

---

[۱] دیکھو تاریخ شاہان ۱۲

آقامت گزین ہوئے اس باب مین میر قیروز نے ایک تاریخ لکھی ہے

جناب معتمد الدولہ یعنی ضیغم جنگ — ضیغم سے جسکے ہے شرمندہ آج حشمت
حسد سے چرخ جفا جو کی مثل یوسف وہ — فریب و مکر زمانہ مین پڑ گیا ناگہ
و لے تھا فضل الٰہی جو اسکے شامل حال — چلے نہ شیر کے آگے خدیعت روبہ
چھٹا جو مخمصے سے وہ عزیز مصر جلال — کی دل مین فرد کے تاریخ مخلصی نے جگہ
سروش غیب سے آئی صدا کہ سال خلاص — محاق خدع سے نکلا وہ ماہ کنعان کہہ

اس تاریخ سے بارہ سو پیالیس عدد نکلتے ہین اور مفتاح التواریخ مین اسکو اسی سال کے واقعات مین لکھا ہے حالانکہ معتمد الدولہ بارہ سو تینتالیس مین تو قید ہوئے تھے۔ معتمد الدولہ کی تمام جائداد لکھنؤ نزول سلطانی مین آئی دم واپسین تک لکھنؤ کی ہوس وزارت نہ گئی اور اسی ارمان مین بہت جلد جان گئی دوشنبہ ۵ ذی الحجہ سنہ ۱۲۴۸ ہجری مطابق ۷ مئی سنہ ۱۸۳۳ء کو دنیا سے انتقال کیا اونکی وفات کی تاریخ ناسخ نے یون لکھی ہے

دلا نواب ضیغم جنگ امروز — گذشت از دشت فانی ناگہان ہاے
نوشتم سال تاریخ وفاتش — دوشنبہ پنجم ذی الحجہ اسے واے

ایضاً میر فرد

جب معتمد الدولہ پناہ عالم — دنیا سے گذر گیا وہ رشک حاتم
تاریخ کی فکر مین ارم کے در پر — رضوان نے کہا بیا وزیر اعظم

منتظم الدولہ حکیم مہدی علیخان کی وزارت

جب اعتماد الدولہ نے قضا کی اور اقبال الدولہ خانہ نشین ہوئے اور راجہ رامدیال قید ہوا۔ اور ظفر الدولہ نے جنپر اس خاندان شاہی کی خیر خواہی ختم تھی باوجود عنایت بادشاہ اور منظوری رزیڈنٹ کے وزارت سے کنارہ کیا تو اب کوئی شخص لکھنؤ مین اس منصب کے سنبھالنے کے قابل نرہا۔ اور بادشاہ کا مزاج عیش پسند تھا وہ عورتون کی صحبت مین رہتے تھے یہانتک کہ محلات سے برآمد ہونا بھی موقوف ہوا۔ اور فرشتون کی رسائی وہان تک محال تھی ارباب نشاط کے مشورے پر انتظام سلطنت تھا۔ منشی ذکاء اللہ صاحب تاریخ ہندوستان مین لکھتے ہین کہ بادشاہ

سلاست محلون کے پلے ہوے تھے وہ سواے زنانی باتون کے مردانی باتین سلطنت کی کیا جانتے
تھے ہربرٹ مڈک نے کہا کہ جب تک کوئی وزیر اپنا لایق مقرر نکروگے ہم تمہاری بات نہ پوچھین گے
لارڈ ولیم بنٹنگ خود ملک کا حال تباہ دیکھنے آے تھے تو اونھون نے عجیب پریشانی رعایا کے حال مین
دیکھی اور بادشاہ سے کہدیا کہ ملک کا انتظام کرو نہین تو سارا ملک سرکار کمپنی خود لے لیگی اور بندگان
خدا کو ظلم سے چھڑا لے گی - جب بادشاہ کی جانکو یہ بڑی آ بنکری ایک دن افضل علی قوال نے
افسردہ خاطر دیکھکر اپنا راگ چھیڑا کہ حکیم مہدی علی خان معاملات سلطنت کا بخوبی انتظام کر سکتے ہین
یہ کاوش بغیر اونکے دور ہوتا دشوار ہے - یہ مشورہ بادشاہ کو پسند آیا اور بدون مشورہ صاحب رزیڈنٹ
حکیم مہدی علی خان کی طلبی مین شقہ حاجی خواصی والا اور افضل علی قوال کی معرفت جاری کیا
وہ بھی بے اجازت اور تحریر گورنر جنرل کی کوٹھی فرح بخش مین سیدھے پہنچکر - جمادی الاخرے
سنہ ۱۲۴۸ ہجری مطابق ۲۸ - نومبر سنہ ۱۸۳۲ء کو خلعت وزارت سے سرفراز ہوے اور حضور خطاب پایا
جو پہلے نواب سعادت علیخان کا خطاب تھا اور ٹیڑھی کوٹھی مین قیام کیا - مگر صاحب رزیڈنٹ کی راے
کے خلاف یہ امر ظہور مین آیا تھا اسلیے باہم دلون مین کدورت تھی حکیم صاحب نے بڑی دانائی کے
ساتھ سلطنت کا انتظام شروع کیا انگریز جانتے ہین کہ یہ شریف زادہ شیراز سے آیا تھا ہندوستانی
سمجھتے ہین کہ وہ کشمیر کا رہنے والا تھا عجب لیاقت خداداد رکھتا تھا - حکیم صاحب نے آتے ہی
سارے کارخانون کا انتظام کیا زنانے کا خرچ گھٹایا - زرمالگذاری کو عمدہ انتظام کر کے
بڑھایا انصاف کے لیے عدالتین مقرر کین - پولیس کا انتظام کیا - مگر رزیڈنٹ کا دل حکیم صاحب
سے صاف نہوا - مسٹر لوسم صاحب جج ضلع فرخ آباد منتظم الدولہ کا آشنا سے قدیم تھا وہ مستعفی
ہوکر عازم ولایت تھا منتظم الدولہ نے اوسکو بلاکر اس معاملہ کی اصلاح چاہی لیکن لکھنؤ مین اصلاح
درستی اوسکی کوشش سے نہوئی تو کلکتے کو گیا -

بادشاہ کا سات خواصون کو ایک کوٹھری مین بند کرا دینا جن کا دم گھٹ کر مر جانا

سنہ ۱۲۴۹ ہجری مین بادشاہ کے مزاج مین عیش و عشرت نہایت بڑھ گیا تھا رات کو شراب خواری
کی کثرت ہوتی تھی اور چند خوبصورت خواصین زیور و پوشاک سے آراستہ ہوکر صحبت مین رہتی تھین

اور راگ ورنگ کا زور ہوتا تھا ایک دن شب کے وقت سات خواصون نے اتنی شراب پی کہ نہایت مدہوش ہوکر بادشاہ کے ساتھ شوخی اور بے ادبی کرنے لگین اور ہمراہیوں کے ذریعہ سے اتنی باہم زدوکوب کی کہ فراش کے آلات تمام ٹوٹ پھوٹ گئے۔ چند خواصین زخمی بھی ہوگئین جس سے بادشاہ کا عیش منغص ہوگیا بادشاہ نے تنبیہ و تادیب کے لئے سب کو ایک کوٹھری مین بند کردیا اور قفل لگواکر کنجی اپنے پاس رکھ کر سو رہے زوال کے وقت تک کسی نے اونکی واویلا اور فریاد پر توجہ نہ کی موسم کی حرارت اور نشہ شراب کی گرمی اور کوٹھری کی تنگی جس کی وجہ سے پیاس کی فریاد کرتی تھین۔ مگر کوئی اونکی حال پر متوجہ ہوا یہانتک کہ نہایت بیتابی کے ساتھ ساتون مرگئین۔ بادشاہ بیدار ہوئے اور جب قفل کھلوایا تو سب مردہ پائی گئین اونکو نہایت رنج و افسوس ہوا ساتون کی لاش کلب عابد روشن نگر کے حوالے کیا گیا اوس نے سب کو ایک قبر مین دفن کرادیا۔ ہر چند اخفا مین کوشش کی گئی۔ مگر خون ناحق کب چھپ سکتا ہے خاص و عام سب کو خبر ہوگئی یہانتک کہ رزیڈنٹ تک واقعہ پہنچا اور اوس نے حکیم مہدی علی خان سے تحقیق کی حکیم صاحب نے کتنی ہی تاویلات کین۔ مگر عذر بدتر از گناہ سمجھا گیا۔[۱]

بادشاہ کا سکہ

اوائل ایام حکومت مین سکہ یہ تھا ؎

بہر سکہ شاہی نمود لطف اللہ — سپہر مرتبہ شاہ جہان سلیمان جاہ

تھوڑے دنون کے بعد بادشاہ نے اپنی جودت طبع سے اس سکے پر اعتراض کیا اور کہا کہ لفظ اگرچہ اس سکے مین اسطرح پیدا ہوگیا ہے کہ دہرا ایک بار بڑا ہے۔ مگر سستی اور بدنمائی سے خالی نہین مصنف سکہ نے بہت نظائر اساتذہ کے کلام سے عرض کئے ارشاد کیا کہ کلام ہمارا اس ترکیب لفظ کے جواز مین نہین ہے۔ لیکن نقش بدنما و قوع ابتدائے سکہ مین بہتر نہین ہے اور بد معلوم ہوتا ہے پس سکہ کو یون تبدیل کیا ؎

سکہ زد بر سیم و زر از فضل حق ظل الہ — نائب مہدی نصیر الدین حیدر بادشاہ

یہ آخری سکہ حکیم مہدی علیخان کی طبع وقاد کا نتیجہ ہے۔ بعد اس سکہ کیا ور محقق نے یہ بیت

---

[۱] دیکھو محتشم خانی ۱۲ — [۲] دیکھو وزیر نامہ ۱۲

سکے تھے لیئے ثنیائی مگر مضروب نہوتی سے

سکہ زد بر سیم و زر تابندہ مثل مہر و ماہ ظل سبحانی نصیر الدین حیدر بادشاہ

حکیم مہدی علیخان کا رعب و داب اور اونکی وجہ سے ایک شخص کی زبان کو زنبور سے کھینچوا کر مروا دیا جانا

منتظم الدولہ کہ اسوقت وقت تھے بادشاہ کی حرکات پر پردے مین کف افسوس ملتے اور ظاہر مین ایسا نقش حکومت جمایا کہ انتظام اونکا روز بروز رونق پر تھا اور کسی کے نام کے ساتھ لفظ نواب و راجہ و راے وغیرہ زبان پر نہین لاتے تھے۔ فقط خالی نام لیتے تھے اور متوسلان شاہی وانگریزی کو وقت کی نظر سے نہین دیکھتے تھے نہایت نخوت پیدا کی تھی۔ ایک دن ایک شخص دیوانہ شمشیر برہنہ اور بندوق کاندھے پر رکھے بے محابا دہان تک پہونچگیا۔ جہان نصیر الدین حیدر بیٹھے ہوتے تھے۔ بادشاہ کے حکم سے ممن خان بہان نے کہ خدمتگارون مین نوکر تھا بڑھکر اوسکی تلوار چھین لی۔ اور نجم الدولہ نے بندوق پر ہاتھ ڈالا چونکہ وہ شخص حقیقت مین دیوانہ تھا اسلئے وہ بھی دیوانگی نہ تھی تھوڑی دیر تک بند رکھکر رہا کیا۔ یہ صورت ممن خان کی ترقی کا باعث ہوئی اور اسیطرح داخل ہوگیا۔

ممن خان اور محمد حسین منتظم الدولہ کا رعب نہین مانتے تھے اسلئے منتظم الدولہ او نپر اشارے اور کنایے مین الزام اور عیب لگاتے رہتے تھے بلکہ اکثر کاغذات اخبار کے ذریعے بھی اون کے مظالم جو رعیتون اور فاحشہ بیباکانہ حرکات اونکے ہاتھون سے ہوتے تھے بادشاہ کے گوش گذار کرتے تھے جب اس کی خبر ممن خان کو پہنچتی تو وہ بھی بادشاہ کی مصاحبت کے غرے مین اکثر نائب کو علانیہ برا کہتا ایک دن ممن خان نے حکیم مہدی علی خان کی ناکردہ کاری کی نسبت ایک بات بادشاہ کے سامنے کہی جو بادشاہ نے بھی سن لی اور ناراض ہوے منتظم الدولہ نے موقع پاکر بظاہر دلسوزی اور فی المعنی آتش افروزی کے لئے کہا کہ اگر اسیطرح اراذل کی زبانون سے کلمات نکلا کرینگے تو بادشاہی عظمت اور سلطانی مہابت مین فتور آجائیگا۔ اور سلطنت مین رخنہ عظیم پڑیگا۔ اور عجب نہین کہ اس سے سلطنت کے کامون مین خرابی پڑجاے۔ بادشاہ کا مزاج بھی دونون کی اس قسم کی باتون سے مکدر ہوگیا تھا حکم دیا کہ انکو قید کردو۔ نائب نے

فوراً راجہ درشن سنگھ کے احاطے میں جو سخت قید خانہ تھا قید کر دیا۔ پاؤں میں بھاری بھاری زنجیریں اور گلے میں بھاری بھاری طوق ڈلوا دئے اور رات کو لمبی سی زنجیر میں دوسرے مجرموں کے ساتھ شامل کر دئے جاتے۔ اور پھر ایک دن بادشاہ کے حضور میں عرض کیا کہ جب تک زبان اوس گستاخ بے ادب کی وجہ سزا کو نہ پہونچے گی خلق کو عبرت حاصل نہ ہوگی بادشاہ نے فرمایا کہ آپ جو کچھ مناسب سمجھیں حکم دیں پس امین خان کی زبان منہ سے باہر نکلوا کر لوہے کا بھاری زنبور لٹکوا دیا گیا۔ کئی رات دن اسی طرح زنبور لٹکتا رہا یہاں تک کہ صدمہ سے مر گیا جب زنبور چھڑایا گیا تو زبان منہ کے اندر نہ جا سکی۔ چند پہر کے بعد جراحوں کی تدبیر سے منہ کے اندر گئی[1]۔

منتظم الدولہ حکیم مہدی علی خاں کے انتظامات

منتظم الدولہ نے نواب احمد علیخاں کو معتمد الدولہ کا خطاب دلا کر بادشاہ کا مصاحب اور معتمد بنایا اور مظفر الدولہ سید محمد خان کو عدالت کا داروغہ کیا اور ابو طالب بہار الدولہ کو نائب وزیر بنایا۔ اور میر کلو کو مخدرۂ علیا کی ڈیوڑھی کا داروغہ کیا۔ اور میر آفتاب کو اردلی ڈیوڑھیوں کی داروغگی دی۔ اور دیوانخانے کی داروغگی سفدر علیخان کے عوض وصی علی خان [illegible] کی اور راجہ درشن سنگھ توم کو جو سپاہی وضع جو غازی الدین حیدر کے وقت سے خارج البلد تھا اوسکو غالب جنگ خطاب مرحمت ہوا۔ شہر کی گشت اور نگہداری اوس کے متعلق تھی حضرات لکھنؤ کی خونریزی اوس زمانے میں مشہور تھی۔ اور رعایائے شہر ہندو مسلمان چھوٹے بڑے شمشیر بکف رہتے تھے۔ غالب جنگ نے ایک دن میں تمام رعایا کے ہتھیار لے لئے۔ ممکن نہ تھا کہ ایک چھری بھی کسی کی کمر میں نظر آئی۔ مینا بیگ کوتوال نے اس معاملے میں بہت سے ہاتھ پاؤں مارے تھے لیکن نیکنامی غالب جنگ کے نصیب ہوئی۔ بعد اسکے منتظم الدولہ نے عاملوں کو بقایا وصول کرنا شروع کی۔ راجہ رام دیال نے محاسبے کے وقت لاکھ روپے نقد داخل کئے اور خیراتی زردوز کو معتمد الدین حسین خان چکلہ دار سلطانپور کی بابت ضمانت میں گرفتار کیا جب سخت کلامی سے نوبت آبروریزی کی آئی زہر کھا کر مر گیا۔ اور بعد اس کے اس نے بھی آبرو کے واسطے جان عزیز تلف کی اور سبحان علی خان نے مجبور ہو کر قید کی حالت میں الماس پیس کر پیا۔

[1] دیکھو تتمۂ خاقانی ۱۲

پچاس ساٹھ ہزار روپے دیتے اب منتظم الدولہ نے تقسیم تنخواہ کی طرف توجہ کی نواب نصیر الدولہ مرزا محمد علیخان اور نواب عماد الدولہ معین الملک ضرغام جنگ مرزا جعفر علیخان اور نواب ضیاء الدولہ مرزا کاظم علیخان اور نواب اقتدار الدولہ مرزا کلب علیخان اور نواب رکن الدولہ مرزا محمد حسن خان اخلاف نواب سعادت علیخان اور نواب محسن الدولہ نبیرہ غازی الدین حیدر کو پیام دیا کہ آپ صاحبوں کی تنخواہ زیادہ ہے اسلئے آپ کو دستیاب نہیں ہوتی اگر آپ نصف تنخواہ پر رضامند ہوں تو وہ بجاہ تقسیم ہوتی رہے۔ ناچار کسی نے برضامندی اور کسی نے مجبوری قبول کیا۔ اور جو تنخواہ برسوں کی چڑھی ہوئی تھی دستیاب ہوئی۔ اور سپاہ کی تنخواہ تین چار سال سے جو چڑھی ہوئی تھی اسکو بھی کوڑی کوڑی دیکر بیباقی کا حکم دیا اور فیصدی پانچ روپیہ آمدنی سلطنت حق وزارت قرار دیا۔ اب انتظام محلات بادشاہی کی طرف منتظم الدولہ نے نظر دوڑائی۔ علاقہ ہر ہر پور جس کی چھ لاکھ روپیہ سالانہ آمدنی تھی ملکہ زمانیہ کی جاگیر میں تھا جب علاقہ بسواڑہ راجہ درشن سنگھ اور راجہ بختاور سنگھ کی ستاجری میں آیا اور جمع زیادہ کی گئی تو ملکہ زمانیہ کا علاقہ جاگیر سے شامل ستاجری کیا گیا۔ اور ملکہ زمانیہ سے کہا کہ بختاور سنگھ زر حاصل جاگیر نقد پہنچایا کرے گا۔ ملکہ زمانیہ نے اس باب میں بہت خاک اڑائی مگر آبرو نہ پائی پرگنہ میاں گنج صفدر علیا بیگم کی جاگیر سے اور نواب گنج تاج محل کی جاگیر سے نکال کر نقدی مقرر کردی۔ تاج الدین حسین خان پر بھی اس درجہ زرباقی کا تقاضا ہوا کہ آب دیدہ آئی۔ قریب تھا کہ عزت برباد ہو جائے۔ لیکن یہ شخص خوش فکر تھا اور فارغخطی معتمد الدولہ کی موجود تھی اسنے منتظم الدولہ سے تحریرات کے ذریعہ سے ملاقات بہم پہنچا کر بالمشافہ یہ مضمون کہا کہ معتمد الدولہ کی فارغخطی میرے پاس ہے اور باقیات کا ہونا تاجب بہرحال جان و مال حاضر ہے مگر میری حرمت کا خون ہونا مناسب نہیں ہے اگر میری عزت باقی رکھی جائیگی تو میں وہ تدبیر کرونگا کہ جس سے آپکے دل سے ریزیڈنٹ کی طرف سے فکر دور ہو جائے گی۔ ایک نامی انگریز گورنر جنرل کے اسٹاف میں موجود ہے وہ میرا پکا دوست ہے اوس کے ذریعہ سے ایسی کوشش کی جائے گی کہ گورنر جنرل کے دل میں آپ کی طرف سے جگہ ہو جائے گی اور صاحب ریزیڈنٹ کی طرف سے جو کاوش آپ کے دل کو ہے وہ دور ہو جائے گی۔ یہ بات سنکر منتظم الدولہ کی فکر دلی کم ہوئی۔ اور تاج الدین حسین خان پہ بدل سے مہربان ہوئے اور مطالبہ زرباقی کی وجہ سے جو سختی ہو رہی تھی اوس عذاب سے نجات دی۔ مگر نظر بندی کا سلسلہ منقطع نہیں ہوا۔

لارڈ بنٹنگ گورنر جنرل کا لکھنؤ مین آنا اور مہدی علیخان کی لیاقت کو پسند کرنا

چونکہ منتظم الدولہ مہدی علی خان کے وزیراعظم مقرر ہونے مین صاحب رزیڈنٹ کی رائے کو مداخلت نہ تھی اسلئے اونکو وزیر مذکور سے کاوش تھی منتظم الدولہ چاہتے تھے کہ یا صاحب رزیڈنٹ کا دل اونکی طرف سے صورت آئینہ صاف ہو جائے یا گورنر جنرل اس تقرر کو پسند کرکے صاحب رزیڈنٹ کی شکایت اور مخالفت پر توجہ نہ کرین - مہدی قلی خان نام ایک مغل تجارت پیشہ نہایت دانشمند اور آبرودار آدمی تھا اوسنے کپتان جان پین کے ذریعے سے جو گورنر جنرل کا دوست تھا منتظم الدولہ کی کارگذاریان گورنر جنرل کے گوش گذار کرا دین - اور تاج الدین حسین خان نے بھی مسٹر لائش کے ذریعہ سے اس معاملہ مین پیروی کی جب لارڈ ولیم بنٹنگ صاحب گورنر جنرل سنہ ۱۸۳۱ء مین کانپور مین آئے تو نصیر الدین حیدر اور حکیم مہدی علی خان اور صاحب رزیڈنٹ بڑی شان وعظمت کے ساتھ استقبال کے لئے لکھنؤ سے کانپور کو گئے اور دریائے گنگا کے اس طرف شاہی خیمے برپا ہوئے اور دوسری طرف گورنر جنرل کا لشکر خیمہ زن ہوا اور بادشاہ کی گورنر جنرل سے ملاقاتین ہوئین - بعد اسکے حسب استدعا معتمد الدولہ آغا میر بھی گورنر جنرل سے ملے گورنر جنرل نے لیاقت نائب معزول و نائب موجود کو میزان عقل مین تولکر اپنے جلسے مین بات کہی کہ جان بیلی کی دانشمندی اور غازی الدین حیدر کی عقل و فراست سے کمال تعجب ہے کہ معتمد الدولہ کو کس علم و عقل پر مدار المہام سلطنت بنایا خوبی ظاہری اور حسن باطنی سے محروم اور کوسون دور ہے فقط اپنی قسمت کے زور سے نائب رہا بادشاہ حال کی حسن تدبیر و فراست پر آفرین ہے کہ اونہون نے حکیم مہدی علی خان کو اس کام کے لئے منتخب کیا کہ اونکے تمام لشکر مین پیرانہ سال و تجربہ کار صاحب لیاقت اون سے بہتر دوسرا نظر نہین آتا - اس صورت مین رزیڈنٹ کے پاس خاطر سے بادشاہ کا دل بے وجہ دکھانا مناسب نہین - گورنر جنرل نے اس حکیم دانشمند کی نسبت یہ رائے لکھی کہ وہ ہندوستان کے نہایت لائق آدمیون مین ہے مالگذاری اور ریاست کے سیاست کا کام تو وہ ایسا جانتا ہے کہ کوئی انگریز بھی اوس سے زیادہ نہین جانتا - بعد اسکے گورنر جنرل لکھنؤ مین آئے اور بادشاہ کو پند و نصائح کرکے بعد کاروبار سلطنت کا مختار کیا اور حکیم مہدی علی خان کی وزارت منظور کی اور صاحب رزیڈنٹ کو بادشاہ کے ساتھ موافقت رکھنے کی تاکید فرمائی - سولہ سترہ دن تک گورنر جنرل لکھنؤ مین رہے

خوب خوب جلسے ہوتے روشنی ہوئی آتشبازی چھوٹی شیر اور ہاتھی اور گینڈے کی لڑائیاں کرائیں
مگر بعد اسکے اسی بادشاہ کے عہد سے گورنر جنرل کے اور نیز دوسرے بڑے بڑے انگریزوں کے ورود
کی تقریب میں انگریزوں کے بڑے کھانے کا طریق اور دستور موقوف ہوگیا تھا۔ غرضکہ گورنر جنرل تو
لکھنؤ سے مغرب کی طرف روانہ ہوئے اور حکیم مہدی علیخان کو اطمینان حاصل ہوا۔ تاج الدین حسین خان
عہدۂ سفارت رزیڈنسی پر مقرر ہوئے کرنل کا رتر جو تاج الدین حسین خان کا دوست تھا اور کانپور میں
مع اہل وعیال کے مقیم تھا وہ بھی تاج الدین حسین خان کی وجہ سے عہدۂ سفارت کے کاموں میں
دخیل ہوا۔ اس کرنل نے ایک ہندوستانی شریف خاندان کی عورت جو نواب مومن خان نصیب دار
بادشاہان دہلی کے خاندان سے تھی اپنے گھر میں ڈال لی تھی کرنل اپنے جورو بچہ کو لیکر لکھنؤ میں چلا آیا تھا
یہیں رہنے لگا اور عورت شاہ اودہ کے محلات میں آنے جانے لگی اسکی وجہ سے کرنل کے کام
کو بڑی رونق ہوئی۔

رزیڈنٹ کی تبدیلی خزانہ شاہی میں بائیس لاکھ روپیہ کا تغلب وتصرف بعض محکموں کا انتظام میوہ رام اور فقیر محمد خان رسالہ دار کی برطرفی عشرہ محرم میں بلوا وخانہ جنگیاں۔ تنخواہ نہ ملنے کی وجہ سے سپاہ توپخانہ اور سپاہ کی تخفیف سخت سنگین مزاجی۔ آغا میرزا

صاحب رزیڈنٹ نے جبکہ یہ دیکھا کہ ہماری بیشتر فکر وتدبیرے جو ہر نہ دکھاسکے تو لاچار ہوکے چلے جاؤ کو گورنر
جنرل کے پاس گئے اور بشیان کی رزیڈنسی پر اپنی تبدیلی کرالی۔ منتظم الدولہ نے رزیڈنٹ کی روانگی کے وقت
بائیس لاکھ ستر ہزار آٹھ سو چھیالیس روپیہ خزانہ بادشاہی سے لاٹ صاحب کی لینے کے حیلے سے نکلواے اور
چاہا کہ کچھ بطور نذر رزیڈنٹ کی نذر گذران کریں۔ لیکن انہوں نے قبول نہ کیا۔ مگر پھر وہ روپیہ اپنے مقام پر نہ پہنچا
خدا جانے کہاں کہاں کار پردازان سلطنت کے صرف میں آیا کرنل کا رتر اور تاج الدین حسین خان

اور ساہ گوبند لال وغیرہ کی چاندی تھی اہالیان سلطنت کو مدت تک دعوے اس زر نقد کا حکیم
مہدی علیخان سے رہا اور کتب پات میں گورنر جنرل تک اس کا ذکر آیا - اب تاج الدین حسین خان نے کرنیل
کوہارٹ کے ساتھ یہ تازہ سلوک کیا کہ بخت رام خزانچی کی کوٹھی کے نام سے کرنیل مذکور کو فرضی تمسک
طرز سلون کا جنگلہ سرکار شاہی سے دلا کر دو ہزار روپیہ ماہواری اوس کے نام مقرر کرا دیے اور جنگلہ
مذکور کی نیابت تاج الدین حسین خان کے چھوٹے بھائی نثار علیخان کے نام قرار پائی اور اوسکی
تنخواہ پانسو روپیے ماہوار مقرر ہوئی - لیکن زرشتا جری علاقے کے استمرار کی صورت خزانچی مذکور سے
ظہور میں نہ آسکی کرنیل مذکور علاقے سے دستبردار ہو کر سگنج کو چلا گیا اور وہین فوت ہوا اور اوسکی
بی بی بھی ایک ہفتے کے اندر غم مفارقت شوہر میں تیر کمان قضا کا نشانہ ہوئی - لکھنؤ کی رزیڈنسی پر
میجر جان لو مقرر ہوئے اور سامان استقبال اونکے واسطے شاہ اودھ کی طرف سے کانپور تک پہونچا
جب یہ رزیڈنٹ لکھنؤ میں آئے تو تاج الدین حسین کا بازار ایسا گرم ہوا کہ حکیم مہدی علی خان کے
حال اقبال کی گرما گرمی سرد ہو گئی - اس زمانے میں جنگلہ سیوا رام محمد علی خان داماد حکیم مہدی علیخان سے
متعلق تھا اور نثار علیخان اوس کے نائب تھے - مگر اونکی نیابت اسقدر تھی کہ محمد علیخان کی خلعت
بالکل جاتی رہی اور مہاراجہ سیوا رام نے ہندو مذہب کو چھوڑ کر مذہب اسلام میں قدم رکھا تھا دو تین
لاکھ روپیہ سالانہ عشرہ محرم اور ایام وفات ائمہ اطہار وغیرہ میں خرچ کرتے تھے اور دیوانی کا کام
کرتے تھے اون کا درماہہ سات ہزار روپیہ ماہوار تھا - یہ تنخواہ حاکم صاحب کی نظروں میں خار کیطرح
کھٹکتی تھی - اسکے گھٹانے کے لئے حاکم صاحب نے ایکدن سیوا رام کے ساتھ سخت زبانی کی وہ
مستعفی ہو کر خانہ نشین ہو رہے - اور انکے چچا راجہ بالکرشن جو صاحب لیاقت ذہین تھے اونکی جگہ کام
کرنے لگے - اور اسی طرح فقیر محمد خان رسالداری سے موقوف ہو کر مرزا گنج اور ملیح آباد اپنے وطن کو
چلے گئے - گوسی سے آباد جہاں کہ وہی خان سیوانی کی تھی وہاں ایکبار عشرہ محرم میں تبرا کی وجہ
اہل شہر کے ساتھ جھگڑا اور فساد ہوا اور طرفین میں بندوق و تلوار چلی چند آدمی مارے گئے
جبکہ کوتوال شہر سے انسداد فساد نہو سکا تو مظفر علی خان سپہ و تلنگے لیکر اور توپخانہ لیکر
اوس معرکہ میں پہنچے اور سیوانیون کو اسقدر لوٹا کہ تمام مال و اسباب اون کے گہرون کا ہاتھی گھوڑے
سمیت لٹ گیا - ان دنون اسی طرح کی خانہ جنگیون نے بڑا اختشار برپا کر رکھا تھا - مرزا سالار
جنگ کے پوتے ایک خانہ جنگی میں مارے گئے - اور توپخانے کے گولہ اندازوں سے تنخواہ نہ ملنے کی
وجہ سے بلوا کیا کپتان مگنس نے اس بلوے کو فرو کیا اور سات آٹھ برطرف ہوئے تھے اور دس نہیں

ہزار آدمی جو معتمد الدولہ نے نوکر رکھے تھے وہ بھی برطرف ہوئے منتظم الدولہ نے ایسا اچھا انتظام
کیا تھا کہ جو بڑے بڑے راجہ اور تعلقہ دار اس قلمرو کے جو ہمیشہ عاملوں سے برخاش کرتے تھے وہ
اس زمانے میں فرمانبردار ہو کر دردولت پر حاضر رہتے تھے۔ چنانچہ بخت سنگھ زمیندار اضلاع خیر آباد کہ
بڑا سرکش اور معتمد تھا اور بہت کچھ ثروت و دولت رکھتا تھا اور بہت کم عاملوں سے رجوع کی تھی
وہ دربار عاملوں کی طرح حاضر رہتا تھا اور اکثر اہل شہر نے حکیم مہدی علی خان کی بدولت بڑے
بڑے عہدے پائے روشن الدولہ کہ بہت دنوں سے بیکار رہتے تھے پانسو روپیہ ماہوار اونکے مقرر
کئے گئے اور مرزا حاجی نے پھر شہر میں آکر طرح اقامت ڈالی تین سو روپئے ماہوار اونکے واسطے
مقرر ہوئے۔ آغا مرزا نصیر الدین حیدر شاہ کو کہ ایسا خودسر اور شراب نوشی میں چور رہتا کہ تمام ارکین سلطنت
اوسکی نظروں میں ہیچ تھے۔ کوتوال تک کو یہ قدرت نہ تھی کہ اوس کے نوکر پر ہاتھ ڈالتا۔ اور نہ
کسی عدالت کی یہ مجال تھی گو اوس نے اس زمانے میں ظلم سے ہاتھ روک لیا تھا لیکن شرارت سے
باز نہیں آتا تھا ایک دن نصیر الدین حیدر کی سواری درگاہ حضرت عباس کی طرف جاتی تھی غلام
مرتضیٰ محواب کے ساتھ مکان سے نکلکر دروازے پر نہ آسکا برآمدے سے آداب و مجرے کی
رسم ادا کی۔ چونکہ یہ صورت شان وعظمت شاہی کے خلاف تھی اسلئے آغا مرزا کے حکم سے مکان
کا دالان اور برآمدہ منہدم ہو کر خاک میں ملا دیا گیا۔

بادشاہ کا رزیڈنٹ کے سامنے اپنی زبان سے منا جان کی نسبت اپنا نطفہ ہونے سے انکار کرنا

منا جان کے بادشاہ کا نطفہ ہونے نہ ہونے کے متعلق تے ابتدا سے تحقیقات ہو رہی تھی
عہدہ رزیڈنسی کرنیل جان لو نے انقطاع قبول نہ کیا منتظم الدولہ نے ۲۔ فروری ۱۸۳۲ء مطابق
۱۲ شعبان ۱۲۴۷ ہجری کو تاج الدین حسین خان کے سامنے کرنیل جان لو سے کہا کہ سابق
جو کچھ میں نے کیوان جاہ اور منا جان کے باب میں کہا تھا وہ بادشاہ کی جانب سے تھا اب بادشاہ
کی طرف سے خاص کر اونکی حکم سے کہتا ہوں کہ بادشاہ نے اپنے دل میں یہ بات ٹھان لی تھی کہ تمام
ملک میں شائع کریں کہ کیوان جاہ اور فریدون بخت اونکے نطفے سے نہیں ہیں اور یہ بھی عزم
صمیم کرلیا تھا کہ ان دونوں کو اپنے محل سے نکلوا دیں اور اونکے رہنے کو دوسری جگہ

مکان مناسب مرحمت کریں ریذیڈنٹ نے کہا کہ سابق تو آپ بھی اس باب میں اپنا اشتباہ ظاہر کرتے تھے اور اب ایسا کہتے ہیں منتظم الدولہ نے جواب دیا کہ اوس وقت بھی محل اشتباہ نہ تھا لیکن چونکہ حضور کی جانب سے اوس کے گذارش کرنے کے لئے میں مامور نہ تھا اسلئے بطریق اشتباہ کے میں نے بیان کیا تھا اور حال یہ ہے کہ ایک روز جناب نصیر الدین حیدر اپنی ولیعہدی کے ایام میں محل کے اندر گئے تو دیکھا کہ میاں فضل علی فریدون بخت کی والدہ کے ساتھ حرکات نامناسب کر رہا ہے جناب موصوف نے طیش میں آکر چاہا کہ دونوں کو قتل کریں کہ میاں فضل علی خوف کے مارے وہاں سے بھاگ گیا اور بادشاہ بیگم نے اونکے قتل کے ارادے سے روک دیا آخر کار جناب موصوف برہم ہو کر محل سے اوٹھ کر معتمد الدولہ کے مکان میں چلے گئے اور تین دن وہاں رہے مگر بادشاہ کے حکم سے پھر محل میں چلے گئے بعد اس کے پھر محل چھوڑ کر چند روز حسن باغ میں مقیم رہے۔ بیگم صاحبہ نے ان دنوں بہت کوشش کی کہ نصیر الدین حیدر فریدون بخت کی ماں کے ساتھ موافقت کر لیں اور اوس مدت تک حاملہ ظاہر کیا تھا تاکہ فضل علی کی حرکات نامناسب کو ۲۶ ماہ گذر گئے اور فریدون بخت عرصہ وجود میں نہ آیا اور اس مدت کے اندر جناب ولیعہد نے کبھی فریدون بخت کی ماں کی صورت نہ دیکھی اور کیوان جاہ کے معاملے میں منتظم الدولہ نے ظاہر کیا کہ جناب بادشاہ کو اوس کو ولیعہد مقرر کرنے سے بہت شرم آتی ہے اور اب بیگم صاحبہ بادشاہ سے بسبب اسکے کہ شاہان کو اپنے ہمراہ ضیافت میں کہ سرکار عالی میں ۱۱ جنوری ۱۸۳۷ء مطابق ۷ شعبان ۱۲۵۲ ہجری کو واقع ہوئی تھی نہ لے گئے بہت رنج رکھتے ہیں بلکہ اون کا خیال ہے کہ نہ لیجانا بسبب میرے ہوا ہے اسلئے مجھ سے بہت ناراض ہیں اور جب بادشاہ نے فرمایا کہ یہ امر خاص میرے حکم سے ہوا ہے تو اونکو یقین نہ آیا اور بیگم موصوف نے تمام شہر میں مشہور کر دیا کہ منتظم الدولہ دو گھڑی سے زیادہ زندہ نہ رہیگا اور معتمد الدولہ کو خبر بھیجی کہ لکھنؤ آنے کے تیار رہیں۔ چنانچہ اس خبر کو لیجانے والا دریائے گنگا پر گرفتار ہوا اور ابتک قید ہے اور اس بات کا اپنی زبان سے اقرار کرتا ہے اب بادشاہ کو منظور ہے کہ بیگم صاحبہ لکھنؤ سے چلی جاویں اور دوسری جگہ سکونت اختیار کر لیں۔ بلکہ منظور ہے کہ فیض آباد میں جا کر رہیں ریذیڈنٹ نے یہ تمام بیان ۳ فروری مطابق غرہ رمضان سنہ مذکور کو گورنر جنرل کو لکھ بھیجا۔ گورنر جنرل نے اس امر کی مزید تحقیق کے لئے ریذیڈنٹ کو حکم دیا کہ تم بادشاہ سے ملکر اپنے زبانی اسکی تصدیق کرو۔ چنانچہ ۹ فروری مطابق ۷ رمضان سنہ مذکور کو بعد تناول حاضری کے بادشاہ اور ریذیڈنٹ اور منتظم الدولہ خلوت میں گئے اور تھوڑی سی گفتگو کے بعد بادشاہ نے نہایت حجاب کے ساتھ فرمایا کہ بیس دن کے عرصے میں رمضان ختم ہو جائیگا اور معمول ہے کہ فریدون بخت اور کیوان جاہ شان و شوکت کے ساتھ عیدگاہ

کو جاتے ہین اب یہ رسم موقوف کی گئی - رزیڈنٹ نے کہا کہ ہم کو اس سے کیا سروکار ہے حضور کو اختیار
ہے - مگر اس ارادے کا سبب بیان فرمایا جاوے - بیان کرنے کے لئے بادشاہ نے منتظم الدولہ کی طرف
اشارہ کیا - رزیڈنٹ نے کہا کہ یہ اور گورنر جنرل بہادر حضور کے دوست ہین جو کچھ ہو خود اپنی زبان مبارک سے
حضور ارشاد فرماوین - اور منتظم الدولہ نے بھی یہی اصرار کیا اوسوقت صاف الفاظ مین بادشاہ نے کہا کہ
ہم آپ کو اپنا دوست سمجھتے ہین - درحقیقت قصہ یہ ہے کہ فریدون بخت اور کیوان جاہ دونون مین سے
کوئی بھی میرا بیٹا نہین ہے اور مین آپسے یہ حال اسلئے بیان کرتا ہون کہ آپ گورنر جنرل کو لکھیں اور جو
شہر مین مشہور ہے کہ دونون میرے بیٹے ہین یہ افواہ محض غلط ہے اور اس شہرت کا سبب رشوت اور
عالی ہمتی ہے ملکہ زمانیہ ایک لاکھ روپیہ میرے خاص خاص آدمیون کو دیتی تھی کہ بادشاہ کو کیوان جاہ کی
فرزندی کے لئے ترغیب دین اسی طرح میر فضل علی اور سکھ چین فریدون بخت کے لئے ایسے ایسے کام کرتے تھے
مین خوب جانتا ہون اور والدہ بھی جانتی تھے کہ فریدون بخت میرا بیٹا نہین ہے - اور جو کچھ حال
فریدون بخت کی ماں اور میر فضل علی کی بدفعلی کا اور نیز اوس کے ۱۲۰۰ کے عہد فریدون بخت کا بیٹا ہونا
منتظم الدولہ نے بیان کیا تھا - بادشاہ نے زبان سے اوسکی تصدیق کی اور کہا کہ سابق مین عہد و اقرار بادشاہ
ہمکو بیٹے والا ہونا کیونکہ [illegible] کے لئے ہمکو فرزندی کے اقبال کے واسطے تخویف کرتے تھے اسلئے
مجبوراً قبول کر لیا تھا - لیکن اب وقت بہت اچھا ہے اور نائب [illegible] ہمارے [illegible] فائدے [illegible]
بدل [illegible] اور راستی و درستی کے سوا کوئی [illegible] ہے - الغرض بادشاہ نے [illegible]
کے ساتھ [illegible] مین شریک ہوتے تھے بہت [illegible] ندامت ظاہر کی اور فرمایا کہ اب ہمنے دل مین عہد
کر لیا ہے کہ سوا سیدھے راہ راست کے [illegible] نہ جاوینگے اور صاحب رزیڈنٹ کی بہت سی خوشامد کرکے استدعا کی
کہ گورنر جنرل کو لکھیں کہ سابق مین بادشاہ اون [illegible] اختیار مین تھے [illegible] آدمیون کی تخویف و ترغیب
آکر ویسا ظاہر کیا تھا - رزیڈنٹ نے بادشاہ کی بہت کچھ تسلی و تشفی کرکے فرمایا کہ اکثر آدمی ابتدا سے جوانی مین
راہ راست پر نہین چل سکتے ہین - لیکن اب حضور بفضل الہی جوان اور بالغ ہو گئے ہین مناسب ہے کہ خلائق کی
بہبودی اور [illegible] راستی و درستی کے ساتھ انتظام کاروبار ریاست مین مصروف ہو جاوین
ورنہ تمام ریاست کا کام [illegible] ہو جاویگا اور بادشاہ نے ایک خط [illegible] مین [illegible] کا بیان تھا رزیڈنٹ
کے پاس بھیجا - چنانچہ رزیڈنٹ نے بادشاہ کی استدعا کے مطابق تمام کیفیت گورنر جنرل کو لکھی اور وقت
[illegible] کے [illegible] انگریزی [illegible] حکم دیا کہ آئندہ سے شاہان اودھ [illegible] نہ کیا کرین -
گورنر جنرل نے جواب دیا کہ اس مضمون کو خلق مین مشتہر کر دیا جاوے - چنانچہ [illegible] اودھ مین اس مضمون کے

اشتہار جابجا چسپاں ہوئے اور سوقت سے ولیعہدی اور شاہزادگی کا لفظ اون کے نام سے محکوک ہوا۔ لیکن بادشاہ بیگم نے محبت کی وجہ سے اس مضمون کے سد باب میں اکثر نکتہ چینیاں کیں اور مناجان کو اپنے پاس سے روانہ کیا۔

اشتہار درباب فریدون بخت عرف مناجان

اشتہار کی عبارت یہ ہے چون جناب والدہ صاحبہ آن طفل معروف بہ مناجان را کہ موسوم بہ محمد مہدی و ملقب بہ فریدون بخت کردہ اند از قریب زمان تولد پروردہ و از بطن یک آسامی مشہور نمودہ اند و منسوب بہ فرزندی ما بدولت ساختہ بودند بارہا گفتہ شد کہ این معنی خلاف ناموس و نام و ننگ این دودمان رفیع الشان موجب قباحت عظیم ست و جناب علیین مآب اعلیحضرت خلد مکان طاب ثراہ و جعل الجنۃ مثواہ نیز بعد تحقیقات و تفتیش تمام و دریافت حال واقعی ہرگز ثبوت این طفل را نسبت بحال خود قبول نفرمودہ چنانچہ ہر کہ مدد و ظاہر ست کہ جناب ممدوح خطاب شدند از ملقب بالقاب مخصوص فرزندان شاہ و حال آنکہ این طفل مجہول الحال را علاقہ با ما بدولت نسبت و تعلق نمے گردد کہ جناب ممدوحہ این طفل را چگونہ پیدا کردند احتمال قوی این ست کہ نمے کہ این طفل را از بطن او می گویند و دیگر خواہان بخانہ مفضل علی حجام رفتہ [illegible] کردہ شد این امر مسلم بار ثبات نہ رسید غالبا از نطفہ مفضل علی باشد یا بے قیدی از نطفہ دیگرے بہم رسانیدہ باشد این احتمال در صورتے ست کہ این طفل از بطن آن زن پیدا شدہ باشد الا چنانکہ مشہور است زن مذکور را کہ حاملہ بود در خانہ خود داشتہ بودند و ہرگاہ او وضع حمل کرد تولد از بطن زن مذکور شہرت دادند بارہا بدولت بخدمت بیگم صاحبہ و ہم جناب والد ماجد خلد مکان گفتہ بودیم کہ این طفل اجنبی را با ثبوت عدم علاقہ نسبت اعلیحضرت خلد مکان [illegible] مبطل نسب این مجہول النسب بودند و زیادہ از ینکہ [illegible] در آوانیکہ تکوین این طفل را بیگم صاحبہ موصوفہ مشہور کردہ بودند بہ بلوغ رسیدہ بود کہ احتمال ثبوت نسبت بجناب مکانے داشتہ باشد و قباحت و شناعت این امور بہ چنان ست کہ بر احدے مخفی باشد ناگزیر از ناچارش باریکبار اعلی سلطنت و حشمت اشرف الامرا نواب گورنر جنرل صاحب بہادر خلد اللہ ملکہ حفظ و حراست این سلطنت حالا و مآلا متعلق بذات بابرکات نواب ممدوح و والیان سرکار کمپنی انگریز بہادر ست آگہی دادہ شد و این معنی از رہ گذر یکتائی و حق پسندی و کفالت و حفاظت این ریاست مطبوع طبع دقیقہ سنج نواب معظم الیہ افتاد در جواب اطلاع از بطلان نسبت بنوت آن طفل و اذعان این معنی رقمی

فرمودند مگر چون این امراز عمدہ امور ریاست و آگاہی خلائق ہم ازین معنی اشد ضرور
لہذا برائے اطلاع خاص و عام اشتہار ہذا از پیشگاہ جاہ و جلال صادر گردید تا جملہ منتسبان
این دولت عظمی و عمائد و امراء و جمیع ملازمان سرکار والا و رعایا و برایا این طفل را ازین دودمان
عالیشان اجنبی محض و مجہول النسب پندارند و کاسے اگر ہم تہمت نامبردہ نسبت بحضور اقدس
واسطے بخاطر راہ ندہند فقط

حکیم مہدی علیخان کی جزرسی سے متوسلان سلطنت بلکہ خود بادشاہ کے دل میں کدورت پیدا ہو جانا

شہر لکھنؤ میں امرا کے ہاں شادیوں میں جو سابق سے رنگین گھڑے مٹھائی اور میوے سے بھر کر مزدوروں کے سروں پر رکھکر دولہا کی طرف سے دولہن کے گھر برات کے وقت جاتے تھے تو مزدور راستے میں اسقدر دست اندازیاں کرتے تھے کہ میوہ اور مٹھائی بہت سی نکل جاتی تھی حکیم صاحب کو چونکہ ہر وقت کفایت و جزرسی مد نظر رہتی تھی انہوں نے مرزا حیدر فرزند نواب محمد تقی خان کے بیاہ میں یہ جدید انتظام کیا کہ مٹھائی اور میوہ وغیرہ وزن ہو کر بند اور نمبر لگا کر سرکاری معتمدی عروس کے مکان تک پہنچائیں اور خالی گھڑے کہ مطلب ان سے محض نمائش ہوتی ہے مزدوروں کے سروں پر حسب دستور جائیں۔ اور روشنی کے باب میں تجویز کہ تیل مٹی کے برتنوں میں رکھکر جو چراغوں میں بہتے ہیں روغن کبھی برتنوں میں جذب ہو کر نقصان ہوتا ہے اسلئے شہر کے بازاروں سے چھوٹی بڑی کپیں طلب کی جائیں۔ اسی طرح کارخانہ بادشاہی میں بھی کفایت مد نظر تھی۔ خاص بادشاہ کے لباس میں لگیوں کا تھان چالیس پچاس روپیہ کی قیمت سے کم صرف نہوتا تھا حکیم صاحب کی طرف سے دس پندرہ روپیہ کی قیمت سے زیادہ کے تھان کی اجازت نہ تھی۔ اور پارچہ جو دیکھے رومال جسکی قیمت دو تین روپئے گز سے کم نہوتی تھی موقوف ہو کر جا کے رومال جو ایک روپیہ کا کئی گز بکتا تھا بادشاہ کے لئے بننے لگے۔ دستور تھا کہ جو چیز بادشاہ ایک بار پہن لیتے تو وہ بدن سے اوتر کر انعام میں دیدیجاتی تھی۔ حکیم صاحب نے یہ رسم ترک کر کے یہ حکم دیا کہ جب تک بادشاہ کی پوشاک دس بیس بار دھل کر کام کی نہ رہ جائے توشک خانہ شاہی سے جدا ہو سکے - ایکبار بادشاہ نے حکم دیا کہ پانچ جوڑے طلائی کنگنوں کے فراشی خواصوں کے

لیئے تیار ہون حکیم صاحب نے نقرئی جو اکر اونپر طلائی ملمع کرا کے اوسپر جھوٹے نگینے جڑوا دیئے
اور بادشاہ کی محلات کی خواصون اور لونڈیون کے لیئے جو دوپٹے بادلے اور تمامی وغیرہ کے قیمتی
تیار ہوتے تھے وہ حکیم صاحب کی تجویز سے جھوٹے گوٹے اور بادلے سے تیار ہونے لگے اور اسی قسم
خرچ مین یہ تخفیف کی کہ اس مصرف کی رقم دو ثلث گہٹا دی اور جواہرات اور پشمینہ کی خریداری موقوف
کردی حکیم صاحب اکثر علانیہ یہ کہا کرتے تھے کہ بادشاہ سلامت چاہتے ہین کہ گہر اپنا برباد کرین اور مین
یہ چاہتا ہون کہ اسطرح انتظام کرون کہ زر نقد خزانے مین جمع ہو حکیم صاحب کی یہ جز رسیان بادشاہ
کی طبیعت کو ناگوار تہین اور ارباب سلطنت مسرت پسند تھے پس ایسے کفایت شعار وزیر کو ایسے عشرت پسند
اور سلطان و دربار مین کب ہو سکتا[١] رفتہ رفتہ محلات بادشاہی کی زبان شکایت دراز ہوئی اور عداوت
کی صورت پیدا ہونے لگی معتمد الدولہ بھی آفت روزگار تہے اونہون نے ایک ایسی تدبیر نکالی
جو اونکے فائدہ سے خالی نہی یعنی یہ کہ تمام معاملات ملک کو مستاجری کی صورت پر کردین چنانچہ
یہ بات قرار دی کہ نواب سعادت علیخان کے عہد مین سرکار کمپنی کو ملک کاٹ دینے کے بعد ایک
کروڑ تیس لاکھ روپیہ کا ملک سوائے ساتر اور کمپنیات کے باقی تہا یہ جمع اصلی قرار دیکر چون لاکھ
روپیہ سالانہ سپاہ سلطنت اور عاملون اور عملہ محالات کا خرچ مجرا دیکر اکاسی لاکھ روپیہ سالانہ
مصارف محالات اور کار خانہ سلطنت کے لیے مقرر کیا اور دوسرے سال سے اضافہ پانچ لاکھ
روپیہ سال چار سال تک کے لیے قبول کیا اور اس سے آگے کو پانچ برس تک یہی آخری جمع یعنی
ایک کروڑ اور ایک لاکھ سالانہ مقرر کر کے تولیت مہری اپنے بیٹے پوتے محمد علی خان کی طرف سے اپنی
ضمانت کے ساتھ دفتر شاہی مین داخل کر کے پٹہ مہری نصیر الدین حیدر کا لکہوا کر صورت مستاجری
تمام ملک اور فوج کی قرار دی ۔ مگر اس قسم کی مستاجری کو گورنر جنرل اور اونکی کونسل نے ناپسند کیا
اور یہ حکم دیا کہ ضابطہ قدیم کے خلاف تمام ملک کی مستاجری ایک آدمی پر قرار نہین پا سکتی حکیم
صاحب کا رنگ حکمت نہ جما ہاتھ ملکر رہگئے

حکیم مہدی علیخان کی معزولی اور اوسکی وجوہ و دلائل

ارکین سلطنت اور اہل محلات کا حکیم صاحب سے اختلاف اور جز رسیون کی وجہ سے منحرف تہا

[١] مستفاد از تاریخ ذکاء اللہ

دم تھا اونھوں نے اونکے کاموں میں خلل اندازیاں شروع کیں اور بادشاہ کے کان حکیم صاحب
کیطرف سے ایسے بھرے کہ وہ بیزار ہوگئے اور اونکے عزل کی فکر کرنے لگے تاج الدین حسین
خان بھی حکیم صاحب کی طرف سے مکدر تھے انھوں نے اون کا عزل وزارت پر اپنی سرفرازی
اور ترقی کا باعث سمجھکر بادشاہ سے عرض کیا کہ جو کچھ حضور کے مزاج میں آئے بلا تامل عمل فرمائیں
میں صاحب رزیڈنٹ سے اوس کا سند وابستہ کرا لونگا اندیشے کا مقام نہیں ہے بادشاہ نے
خوش ہوکر بختاور سنگھ کو حکیم مہدی علی خان کے نظربند کر لینے کا حکم دیا ابھی تک منتظم الدولہ
بیٹھ ہی کوٹھی میں قیام پذیر تھے - دفعتہً بھرے سے جا کر کھڑے ہوگئے اور ۷ ربیع الاول ۱۲۴۸
ہجری مطابق ماہ اگست ۱۸۳۲ء کو معزول ہوئے اب حکیم صاحب کی حکمت ساری ہو گئی -
کوئی علاج راس ورس نہ ہوسکا آخر مرزا حیدر کے ذریعہ سے جنکے سمدھیانے کا تازہ رشتہ
قائم ہوا تھا صاحب رزیڈنٹ کو اپنا مددگار بنایا لیکن بادشاہ نے رزیڈنٹ کے سوال کے
جواب میں منتظم الدولہ کی لمبی چوڑی شکایت کی اور کہا کہ منتظم الدولہ ہمارے مقرر کئے ہوئے
تھے نہ آپ کے دلائے ہوئے جو اس عہدے کو سونپے گئے تھے ایک اونھوں نے پہلا وعدہ یہ کیا تھا کہ لوگوں
کی جسقدر تنخواہیں چڑھی ہوئی ہیں وہ اپنے پاس سے چکا کر پھر بتدریج خزانہ شاہی سے وصول
کر لونگا مگر اونھوں نے برخلاف اپنے وعدے کے جسقدر چاہا روپیہ خزانہ عامرہ سے لیا -
اور وہ بھی تمام و کمال تقسیم نہیں کیا اور اپنی خوش انتظامی کو سرکار کمپنی میں شہرت دی -
دوسرے جو روپیہ معتمد الدولہ آغا میر کے ذمے باقی تھا اوس کے وصول کرنے کی ذمہ داری
اپنی ذات پر لی تھی معتمد الدولہ کانپور کو چلے گئے اور وہ روپیہ اونپر باقی رکھا - تیسرے
انتظامی کی یہ کیفیت ہے کہ علاوہ اوس مشاہرے کے جو معتمد الدولہ اور اعتماد الدولہ پاتے
تھے ہر سیکڑے پر پانچ روپیہ آمدنی مال پر لیتے ہیں اور اسی قدر تنخواہ ملازمان میں سے جسکا
حساب لاکھوں تک پہنچتا ہے رسوم کے نام سے لیتے ہیں اور دیانت کا یہ حال ہے کہ خود تو
رشوت لیتے نہیں مگر احمد علی خان اور ابو طالب خان و سید محمد خان وغیرہ اپنے لواحقین کو
چیرہ دست کر دیا ہے کہ اونھوں نے لاکھوں روپئے رشوت میں اہل شہر سے لئے اور منتظم الدولہ
ہمیشہ دیکھتے اور کچھ نہ کہتے - چوتھے ہمارے مصارف میں اسقدر جزرسی کی کہ ہم سو روپئے
کسی کو انعام کے طور پانچ روپئے دیتے اوسکو دیکر بھی بدنام کرتے - پانچویں ہم داماد کے شہر
اپنی جدا بانی سے ناراض رہتا - اور ہمارے ملازمت امور کی ترقی کی تمنا سے

دیکھتے تھے اور اونکی آبرو کا پاس نہیں کرتے تھے ۔ پس وہ کہ بہت سے آفات سے محفوظ ہوسکے
اس مقدمے میں گورنر جنرل کی اطلاع کے بغیر جو زیادہ اصرار نامناسب تھا رزیڈنٹ نے اسی بات پر
کفایت کی کہ ہم کو حکیم صاحب کے عزل و نصب سے کسی طرح کا کام نہیں ۔ مگر اونکی عزت و حرمت کی پاسداری
بنظر دوراندیشی ملحوظ خاطر عالی رہے ۔ آیندہ جو کچھ تجویز فرما کر تحریر کیا جاوے اوسکے مطابق گورنر جنرل
کو اطلاع دیجاوے ۔ تاج الدین حسین خان اس تقدیر میں تھے وزارت میسر ہاتھ لگے گی ۔ مگر یہ دولت
روشن الدولہ کو نصیب ہوئی ۔ اور سبحان علی خاں شریک مشورہ قرار دیے گئے اور عہدہ سفارت
رزیڈنسی تاج الدین حسین خان سے متعلق رہا ۔ ۱۲۴۸ ہجری میں جو خط حکیم مہدی علیخان کی معزولی
کے باب میں لکھکر گورنر جنرل کے ملاحظہ کے لیے رزیڈنٹ کے پاس بھیجا اوسکا ترجمہ یہ ہے۔

ترجمہ خط نصیر الدین حیدر دربارہ معزولی منتظم الدولہ

آپنے جو کچھ گفتگو منتظم الدولہ کی معزولی کے باب میں مگر حضور کے ساتھ کی اصلی تہ نہیں کہ اوس کا منشاء
صرف محبت و نیک اندیشی اس سرکار کے حق میں تھی ۔ لیکن آپ کو حقیقت حال سے آگاہی نہیں ہے
اور حضور کو ان امور میں سے اکثر کے بیان کرنے سے حجاب آتا ہے اور نہیں چاہتے کہ زبان پر اوسکا
ذکر آوے ۔ لیکن اب بضرورت مفصل لکھا جاتا ہے ۔

یہ بات تو ظاہر ہے کہ اس شخص کو ہمنے فرخ آباد سے محض اس وجہ سے بلایا تھا کہ اس ریاست کے ساتھ
اوس کے تعلقات قدیم سے چلے آتے ہیں ۔ اور مشار الیہ نے فقط اس سرکار سے ثروت اتنی پائی اور
اور ادنی درجہ سے مرتبہ اعلی کو پہنچا ہے ۔ اور قلمرو سرکار کمپنی میں بطور رئیس باشندوں کے سکونت
اختیار کر لینے کے سوا اور کسی قسم کا اوس سرکار سے توسل اور استحقاق نہیں رکھتا اور یہاں بھی بغیر توقع
شمول سرکار کمپنی کے آیا ہے ہمنے اسکی قابلیت پر خیال کر کے وزارت کے عہدہ پر سرفراز فرمایا اور بہر طرح کی
مہربانی اوس کے حق میں مرعی رکھی ۔ اور مختار کل کر دیا جسکا حال تمام خلائق پر ظاہر ہے لیکن بقدر
اسکے عناد و طینت کا حال زبان زد خلق تھا اور جو کچھ صاحبان رزیڈنٹ سابق مثل کرنیل کالنس صاحب
بہادر اور کرنیل جان بیلی صاحب بہادر دفتر رزیڈنسی کے جا بجا میں اسکی نسبت لکھ گئے ہیں اوس کا حال
ابتدا میں حضور کو بالکل معلوم نہ تھا ۔ یہ شخص ابتدا سے ریاست برباد کرنیکی فکر میں تھا اور چاہتا تھا کہ
کسی طور سے حضور کو بے اختیار کر دے ۔ چنانچہ اسی خیال سے حضور کی طرف سے ایک عہد نامہ
۱۸ ماہ جمادی الاول سنہ ۱۲۴۳ ہجری کو لکھوا کر اوس کے ذریعہ سے بادشاہی کی ختم کرنا چاہا تاکہ حضور کو

اوسکی معزولی کے باب مین کسی طرحکا اختیار باقی نرہے - لیکن نواب گورنر جنرل بہادر بالقابہ کی شفقت
والطاف کا بیان نہین ہوسکتا کہ انہون نے اوس کے ارادے کو سمجھکر اوس کے منصوبے مین آپنے
آپکو شریک نہ فرمایا اور یادداشت مشرح ملاقات بیس جنوری سنہ ۱۸۱۳ء دستخطی ریذیڈنٹ صاحب بہادر سکٹری
خاص مین یہ عبارت مندرج فرمائی لیکن باسوی بہادر موصوف باین شہنشاہ والا بفعل ذات مسعود ما
مقصود است نہ ایجاب جانب والا شدہ درآن شراکت و مداخلت بود بلکہ ہمہ آن وشمول آن کنارہ کش گردیدیم
ونہ از خود بعطائے خلعت فاخرہ بہ تقریب سرفرازی اوشان پرداختیم ونہ عطاے آن روپے
ایجاب ازان سامی مکان قبول کردہ ایم - اور سب سے بڑھکر یہ ہے کہ ۲۵ صفر سنہ ۱۲۲۸ ہجری کو ایک
خط مین حضور کی طرف سے مسٹر ماٹک (رنگل) صاحب بہادر کے نام عبارت نالائم لکھکر بھیجی جس سے
صاحب موصوف نہایت رنجیدہ خاطر اور غصے ہوے اور پھر اوس کے لکھنے کی تہمت [illegible]
کے سر پر رکھی اور کہا کہ میری اطلاع اور آگاہی کے بغیر انہون نے اپنی طرف سے ایسا لکھدیا ہے
اور تمام محلے کو معطل کردیا - حالانکہ اونکا صرف صاف کرنا تھا اس سے زیادہ اونکو کچھ مداخلت
نہ تھی جو کچھ یہ چاہتا تھا وہ لکھواکر جاری کرادیتا تھا - اور آپ کے دل مین یہ بات ہرگز نہین آتا ہے
کہ حضور کی طرف سے ایسا اختیار اس شخص کو کیون دیا گیا اسلئے کہ اوّلاً یہ امر کچھ حضور ہی پر موقوف
نہین سوائے اُن سلاطین کے جو بذات بادشاہ ہوتے ہین ایسے بادشاہ جو کہ باپ دادے سے وراثت
مین سلطنت پاتے ہین اور پوترون کے امیر ہوتے ہین کا دستور اکثر یہ کم ہوتا ہے دوسرے
لفظ بلفظ کاغذات کے ملاحظہ کو دیکھنا اور اوس کے حسن و قبح کو جانچنا بادشاہان ہندوستان کا کام کہان ہے
تیسرے جس کسی کو اپنا تجربہ کار صلاح کار اور خیرخواہ حضور کے مدار المہام اور مختار سلطنت بنایا
جاتا ہے تو اوسپر ضرور اعتماد کرنا پڑتا ہے - اور اوسکی طرف سے یہ اطمینان رہتا ہے کہ دولت خواہی
کے خلاف نہ کریگا - چنانچہ اگلے وقتون مین اکثر سلاطین اولوالعزم معتمدان خانہ زاد گذرے ہین لیکن
وہ کس طرح حضور کے نیک و بد کا امتحان اپنے ذمے کرسکتے تھے - اور مدار المہام اور کارگذار پر اعتماد
اور بھروسہ کرلینے کے سوا کیا چارہ تھا - خلاصہ یہ ہے کہ اس شخص نے تسلط اور رسوخ پیدا کرکے ایسا
کیا ہے کہ ابتدائے ابوالبشر آدم سے آجتک کارگذارون مین سے کسی نے ہرگز نہین کیا ہے یعنی
تمام ملک کا اجارہ اپنے نام پر تجویز کرکے بطور رشوت اور قبولیت کے اپنی طرف سے ایک عبارت
اختراع کرکے ایک مراسلہ غرہ ربیع الاول سنہ ۱۲۲۸ ہجری کو حضور کی جانب سے لکھواکر اوس
کی نقل اوس مراسلے کے ساتھ نواب گورنر جنرل کی اطلاع کے لئے قائم مقام صاحب ریذیڈنٹ کے

پاس بہیجی اور مطابق اوس کے نواب گورنر جنرل کے نام ایک بہ محبت نامہ لکہوا کر اپنے پاس رکہا جو رشوت کے
تہے جنکا اجمال و اسپر نہین کیا طرفہ کام کئے ہین کہ کسی نے بہی کانون سے نہ سُنے ہونگے **اول**
تمام ملک کی جمع جو قطع نظر حصول خام کے ایک کرور پینتیس ۳۵ لاکہہ تہی وقت تفویض ملک مفوضہ کے
اس مہاجن کے حصے مین بہی تہی کل اسّی لاکہہ روپیہ جمع اصل و اضافہ قرار دی اور آئندہ چار سال تک
پانچ پانچ لاکہہ روپیہ کا اضافہ لکہا پہر اسی آگے کو پانچ برس تک جمع مساوی رکہی اور اس طرح دس برس کے
لئے تمام ملک اپنے اجارے مین مقرر کر لیا پس ظاہر ہے کہ ہر سال لاکہون روپئے جمع عین المال سرکار
مین سے اپنے اور لڑکون کے لئے باقی رکہے **دوسرے** نہایت جوش تسلط مین آکر عبارت پٹہ
مین سرکار کی طرف سے یہ اقرار مندرج کیا کہ اگر نامبردہ مر جاتے تو اوس کا وارث بسبیل اس تحریر کے ملک
کا مالک ہوگا سبحان اللہ کیا دور اندیشیان ہین کہ اپنی موت کے بعد بہی حضور کی بے اختیاری اور
اپنے وارث کا تسلط ملحوظ رہا گویا اس ملک کو اپنی ملکیت موروثی سمجہہ لیا تہا **تیسرے**
عجیب جعل و فریب کیا کہ پچاس لاکہہ روپئے خزانہ قدیم سے تنخواہداران باقی کو دینے کے نام سے لے لئے
اور پہر نہایت دروغ اور کذب کی راہ سے یہ لکہوا دیا کہ یہ روپیہ اپنے پاس سے سرانجام کرکے سرکاری خرچ مین
لایا ہون۔ اور پہر اسقدر روپیون کو سود اور قبولیت کی تحریر پر قرضہ ٹہرا لیا جس سے ایک طرف تو ملک اوسکی
ملکیت ہو جاتا اور دوسری طرف اتنا بڑا قرضہ اوسکا بے سبب سرکار کے ذمے ہو جاتا اور اب اوس بات
کو یقین آگیا کہ حضور کو اوس کے جعل و فریب کی اطلاع ضرور ہو گئی حضور سے اوس نے یہ کہا تہا کہ تاایان
دولت کمپنی کی مرضی یہ ہے کہ اس ملک پر اپنا قبضہ کر لین پس یہ تدبیر سوچی ہے کہ اپنی ذمہ داری
دس برس تک کے لئے ظاہر کرے تا کہ ارکان سلطنت کمپنی کو اس عذر کی وجہ سے تقرب اور قبضے کا موقع
نہ ملے۔ اگرچہ اس بات کا حضور کے دل نے باور نہ کیا لیکن چونکہ عنان اختیار اوس کے ہاتہ مین سپرد کی تہی
مجبور سکوت کیا۔ مگر کیا شکر نواب گورنر جنرل کی لطف و عنایت کا ادا کیا جائے کہ جب صاحب قائم
مقام کی تحریر کے ذریعہ سے اس امر کی اطلاع ملی تو یکتا دلی اور اتحاد دوستانہ کے پاس و لحاظ سے اس بات کو قبول
نہ فرمایا اور ۱۱ جون ۱۸۳۲ع کو جیسا کہ صاحب قائم مقام رزیڈنٹ بہادر کے خط مورخہ ۱۵ محرم ۱۲۴۸ ہجری
سے مستفاد ہوتا ہے اس تمام کی نامنظوری کا ایک مراسلہ ساتہ تحریر فرمائی جس کے بعض فقرات یہ ہین
کہ القاب حضور کہ شاہ زود و قبول شدہ تا وقتیکہ کہ بالفعل صاحب ممدوح خود را از خرجیات و مستلزمات
آن بری نتوانند کرد صحیح از این جانب اطلاع سازد کہ سرکار کمپنی انگریز بہادر کاہے ضمانت اقرار و قبولیت وثیقہ الیہ
بالفعل از حضور پسندیدہ شدہ است منظور و مقبول نتواند فرمود پس گویا از سر نو اونہون نے یہ لکا

حضور کو دیا ورنہ اگر یہ امر قبول فرما لیتے تو چونکہ تحریر حضور کی مہری تھی حضور کو انکار کی کیا گنجایش
ہوتی اور در حقیقت سلطنت اس مدت کے لئے ہاتھ سے نکل جاتی - خلاصہ کلام یہ ہے
کہ یہ فعل جو حضور کو اوسکی طرف سے تنفر اور رنجیدگی پیدا ہو کر اوس کے عزل پر نوبت پہونچی اوسکے
یہی باعث ہیں (۱) بار بار نئے قضیے کو تازہ کر کے حضور سے از سر نو درخواست کی کہ اوسی تنخواہ اور اختیار
پر جب تک اوسکو نہ دیا جاویگا تب تک ملک کا انتظام نہیں ہو سکیگا - اور اپنی اس درخواست
کی قبولیت پر حضور کو آمادہ ہونے کے لئے مجبور کرتا تھا اور کہتا تھا کہ اب اہالیان سرکار کمپنی سے اجازت لینا
نہ مانگی جاوے گی اور جقدر اس بارہ میں حضور کی طرف سے دیر ہوتی تھی اوتنا ہی زیادہ وہ اصرار کرتا
اور پریشان بناتا تھا اور منع کرنے پر بھی نہیں مانتا تھا اور کوئی دن ایسا خالی نہیں جاتا کہ اس امر کا
ذکر نہ کرتا ہو اور اس گفتگو سے حضور کو صدمہ نہ پہونچتا ہو آپ غور فرمائیں کہ اگر فقط یہی امر ہوتا اور دوسرے
تصورات اوس سے سرزد نہ ہوتے تو کیا یہ قصور اوسکو معزول کرنے کے لئے کافی نہ تھا اور اوسکی معزولی
کے بغیر کیا کیا جاتا (۲) ایک عجیب و غریب مسودہ اپنے رسوم کی بابت نامبردہ نے وزارت میں
پیش کر کے حضور سے لکھوا لیا جسکی نقل اسکے ساتھ ہے کسی عہدہ کے رسوم کو کسی شخص نے
کبھی عالم میں نسلاً بعد نسل سنا ہے - پھر اس پر یہ کہ تسلط اور اقتدار کا ارادہ کونسا ہوگا اور یہ ذکر کہ
داخل و خارج ملک پر ملکیت دس روپیہ فیصدی ہوتا ہے اس ملک کی آمدنی سے حق وزارت قرار دیا
اس معاملے میں بھی نواب گورنر جنرل کا احسان کہاں تک بیان کیا جاوے کہ خارج سے منکر اس معاملے کی
نسبت اپنی کراہت تحریر کی جیسا کہ خط قائم مقام رزیڈنٹ بہادر سے جو ۲۳ محرم سنہ ۱۳۰۴ ہجری کا
لکھا ہوا تھا حضور کو واضح ہوا - اس شخص نے اس باب میں حیلے سے تامل کر کے صاحب قائم مقام
رزیڈنٹ بہادر کے سامنے اپنے لینے سے انکار کر دیا حالانکہ ہرگز دست بردار نہیں ہوا - اور اس میں
عجیب کام کیا ہے کہ تحریر رسوم میں لفظ سو سے مال سرکار لکھوا تا ہے حالانکہ جو کچھ ممالک سے
وصول ہوتا ہے در حقیقت وہ مال سرکار ہے نہ آسمان سے برستا ہے اور نہ زمین سے اگتا ہے
ایسا ظاہر کرتا تھا کہ رقم حد درجہ بلند تھا - جن حالات میں کہ اس روپیہ کے وصول ہونے کی گنجایش
نہ دیکھی تو اس سے علاقے کی جمع معین میں سے فیصدی پانچ روپیہ کے حساب سے مہاجر کے ایام رسوم قائم کیا
اور یہ جو ظاہر کرتا ہے کہ میں نے سرکار کا فائدہ کیا ہے محض فریب ہے کہ آمدنی کا زر کثیر اوس کے تصرف میں ہے
اور جو کچھ خزانہ سرکار میں جمع ہوا وہ تمام اپنے نام پر جمع کیا - اور اوسکے بیان کا جھوٹ ثابت ہونے
کیلئے اس رسوم کی زبان کی عبارت جسکی نقل اسکے ساتھ بھیجی جاتی ہے کافی ہے - آگے ...

کے نام پر جمع کرتا تو اس تحریر مین اپنا نام کیون لکھوا دیا ہے اور اب تک سند اوسکی کس لیئے حرز جان
سمجھ کر اپنے پاس رکھ چھوڑی ہی۔ اور یہ مختصر سی ریاست اسقدر گنجایش نہین رکھتی کہ کم و بیش
پندرہ لاکھ روپیہ سالیانہ مداخل مخارج کے رسوم کی بابت علاوہ اوسکے اقربا اور عزیزون کے
در یا ہے کے جو ایک لاکھ روپیہ سے متجاوز ہے اس شخص کو دیکر مدارالمہامی پر بحال رکھی (۳)
ایک ایسا غبن فاحش اور خیانت صریح کی ہے جو آجتک کسی اہلکار سابق و حال نے نہ کیا ہوگا
اور وہ یہ ہی کہ بائیس لاکھ سترہ ہزار ۸ سو چونسٹھ روپئے نقد خزانے سے لیکر متفرقہ کرکے ملا نیہ
اپنے مکان کو بھیجے اور سرکاری دفتر مین نوٹ کی خریداری کے نام پر لکھوا دیا اور عند التحقیق
معلوم ہوا کہ نوٹ ہرگز سرکار مین نہ پہنچا۔ اور اوس جواب سے کہ ان دنون استعفا کے وقت
دیا ہے معلوم ہوا کہ خاص اوس کا متصرف ہے اور جبکہ مدارالمہام سرکار ظاہر مین دیانت اور
استغنا و بے لوثی کا دعوے کرے اور حقیقت مین ایسا غلب بے اندازہ کرتا ہو تو اوس کے باقی
رکھنے مین بقاے خزانہ ناممکن ہے (۴) علاوہ ان تعلقات کے جو اوسپر ہماری طرف سے
سپرد تھے کلمات سخت و درست اس خاندان رفیع الشان کے اکثر منتسبین کے حق مین غائبانہ
اور سرکار کے ملازمون کے روبرو کہے اور جن لوگون کے سامنے کہے تھے اونکی زبانی بتواتر ثبوت
کو پہنچے جن لوگون نے وہ الفاظ سنے ہین وہ حلف کے ساتھ گواہی دینے کو موجود ہین۔ یہ بھی ایکبار
نامبردہ حیا و شرم کا پردہ اوٹھا کر بالمشافہ حضور کو بے محابا ایسے کلمات کہتا ہے کہ اون مین سے
بہت ہی کم آپ سے خلوت مین کہے گئے تھے۔ اور ظاہر ہے کہ ایسے کلمات محتاج اور غریب آدمی کی بھی غیرت
اپنے ہمسر سے سننا گوارا نہین کرسکتی نہ کہ ولی نعمت بلکہ والی ملک اور فرمانروا اوسکی برداشت کرے
اگر اوسکی پیرانہ سالی اور اس سرکار مین عزت یافتگی اور حضور کی مروت جبلی مانع ہوتی تو جیسے ہی
کہ اسطرح کے کلمات اوسکے منہ سے نکلے تھے اوسکو سزا دیجاتی۔ لیکن اوسوقت سے پہر کبھی اس
شخص کی صورت کا دیکھنا حضور کو گوارا نہین ہوا ہے چہ جائیکہ اوسکی حکمرانی تمام پر اور حضور کے
ساتھ شریک صحبت رہنا اور مجالست گوارا ہو اور اگر آپ کو اس سے تعجب پیدا ہو کہ اس شخص نے
کسطرح ایسے خطرناک اور نامستحسن کام کا اقدام کیا ہوگا۔ تو جو کچھ اوس نے بعض خطوط کے علی قدر ا
حضرت خلد مکان (شاہ زمن) کے حق مین طعن و تشنیع کے الفاظ لکھے تھے ہمین وہ اس جرم کے
صدور پر دلیل کافی ہین اپنے دفتر سے نکلوا کر دیکھ لین۔ پھر اوسکی اس جسارت کی استعجاب نہ ہوگا
(۵) اس قدر مسلم ہے کہ جو کوئی کسی ریاست کا مدارالمہام ہوتا ہے وہ ایسے نوسلین کو جو اپنے

اور خدمات دیتا ہے اور انکی پرورش کرتا ہے لیکن چونکہ رؤسا کی سرکار عموماً خلق کی پرورش کے
لئے ہوتی ہے اسلئے دوسرے آدمیوں کو بالکل محروم نہیں کیا جاتا۔ مگر اس شخص نے ہر ایک
واسطے خدمت پر صرف اپنے متوسلین کو مقرر کیا یہانتک کہ اس بات کا بھی روادار نہوا کہ قدیمی
نائی بھی اپنی خدمت پر بحال رہیں اونکو بڑے اصرار کے ساتھ حضور کی خدمت سے موقوف
کراکے اپنے حجام کو مقرر کیا۔ اور ظاہر ہے کہ اسطرح جو کوئی کسی پر احاطہ کرنے کا ارادہ کرتا ہے
تو یہ ایک قسم کی قید معنوی ہے۔ (۶) جو امر کہ موجب کمال نفرت حضور کا مشار الیہ سے
ہوا ہے وہ یہ ہے کہ گو سرکار گذار مختار ہوتا ہے۔ مگر حدود اور قصاص اور تعزیر کو قدیم الایام سے
آج کے دن تک کسی اہلکار نے بغیر حکم والی ملک کے کبھی جاری نہیں کیا ہے ایسے امور کے لئے
اول شرع کا حکم چاہیے۔ بعدہ والی ملک سے اجازت لینا چاہیئے اور یہ بھی ظاہر کہ کسی کو
تشہیر کرنا اور کسی کا منہ کالا کرنا اور گدہے پر چڑہانا خاصکر کسی شریف آدمی کے ساتھ ایسا کرنا
قتل کرنے سے بڑھکر ہے اس شخص کی مدارالمہامی کے عہد میں کہ بالطبع ظالم ہے یہ سزائیں ایسی
سہل ہوگئیں کہ ثقہ آدمیوں کو خفیف سے قصور پر تشہیر کرتا اونکا منہ کالا کرتا گدہے پر چڑہاتا
حضور کی طرف سے ایسی سزاؤں کی اجازت ملنا ایک طرف حضور پر اوسکا واقع ہونا نہایت
شاق تھا کئی بار اوسکو منع کیا گیا یہی جواب دیتا تھا کہ اگر میرے ہاتھ سے کام لینا منظور ہے
تو حضور ذرا بھی مداخلت نکریں کمال ناگواری کے ساتھ سکوت کیا جاتا تھا۔ چنانچہ گنگا دین
مسعودی کہ صرف اس قصور پر کہ اوس نے بطرف سرکار سے کو بحال آدمیوں کی فہرست میں لکھدیا
تھا جسکو ہرگز جعل نہیں قرار دیا جاسکتا منہ کالا کرکے گدہے پر چڑھوایا اور تمام شہر میں
تشہیر کرایا چنانچہ کسی شخص نے آپ سے بھی اسبات کی شکایت کی تھی اور آپ نے مجھ
سے استفسار کیا تھا۔ افسوس اوسکی نہ ہوئی روبکاری کو میں نہیں دیکھا جس سے ثابت ہو جاتا
کہ اس شخص نے ایک بیگناہ آدمی پر ایسا سخت جبر و ظلم کیا اور جس ظلم کا اوس نے عدل
نام رکھا تھا کاش اوس کا برتاؤ تمام آدمیوں کے ساتھ یکساں روا رکھتا۔ حالانکہ اپنے
متوسلین کے بڑے بڑے قصورات پر درگذر کرجاتا تھا۔ دیانند ان جو اوس کا نوکر رکھا ہوا
تھا اور اوسکو بخشی گری کا کلیۃً مالک کردیا تھا اور اوس نے ایسا کام کیا تھا کہ ابتداے عالم
کسی نے ایسا کام نہ کیا ہوگا یعنی قریب چار ہزار کے پیادہ و سوار غیر ملازم کی تنخواہ تغلب
کے ساتھ سرکار سے دلوایا کرتا تھا۔ اوسکو ایک دن بھی اپنے سامنے بلاکر ایک بات بھی

تھی ۔ اور اوس نے ایسی بڑی خیانت کی باز پرس نہ کی بلکہ دیا نہ بال کیے اقربا بدستور بخشی گری پر
ملازم ہیں اور داماد اوس کا داروغہ اخبار کے عہدے پر بدستور بحال ہے ۔ اسی طرح سابق کے
عاملوں میں سے جو کوئی اوس سے توسل رکھتا تھا جیسے بدھ سین خیر آباد کا عامل معزول اوس کا
کے لاکھوں روپیہ کا باقی دار ہے اوسکو اپنا مقرب و مصاحب بنا رکھا تھا اور جن کے ساتھ اوسکو
عناد تھا اونکے جرم حقیق کے بدون تدارک نہ کیا (۷) اوس سے بھی زیادہ مکروہ یہ ہے کہ منالال
ایک لائق اور ذی عزت آدمی بعض کجبحثیات کا پیدا اثر تھا اور یہ شخص جن سبب سے بھی کسیقدر عداوت
رکھتا تھا اسنے ایک چوڑی فروش کے اس گمان سے کہ چوری کا مال اوس کے گھر میں ہے اور چوری میں
شریک ہے چند کوڑے لگوائے تھے منالال نے اوس چوڑی فروش کی شکایت پر منالال کو اول
ننگا اور سر برہنہ کرا کے اوس چوڑی فروش کے ہاتھ سے اوسکی کمر اتنے کوڑے لگوائی کہ کئی کوڑے
ٹوٹ گئے اور پھر اس پر بھی اکتفا نہ کر کے اوس کو اسطرح تشہیر کرایا کہ اس شہر عظیم کے
ہر چبوترے کے سامنے لیجا کر کوڑے مارے تعجب اس بات کا ہے کہ وہ مر نہ گیا ۔ غور کا مقام ہے
کہ اگر منالال کے ہاتھ سے چوڑی فروش پر ظلم ہی ہو گیا تھا تب بھی ایسے افسر کی سزا ان احباب انگریز
بہادر کی عدالت میں بھی جو انصاف و عدالت کے لئے ضرب المثل ہے ایک بازاری شخص کے مقابلہ میں
بجز جرمانہ یا قید چند روزہ کی نہ تھی ۔ پس اگر ایسے ظالم کو خلق اللہ کے سر پر سالار رکھا جاتا تو احکم
الحاکمین کے دربار میں محکمہ جزا میں کیا جواب دیا جاتا (۸) یہ شخص بالطبع جعل کے ساتھ رغبت رکھتا
چنانچہ اوس کے جعل ساز ہونے سے عالی سرکار کمپنی انگریز بہادر پر مخفی نہوگا ۔ منجملہ اونکے ایک یہ ہے
کہ شمس الدولہ بہادر مغفور کی طرف سے ایک وصیت نامہ بنا کر بہ تاریخ ۲۵ ربیع الاول ۱۲۴۲
ہجری کے ساتھ صاحب قائمقام ریزیڈنٹ بہادر کو بھیجا اور آخر کار جناب صاحب ذوی بہادر معروف
کے جواب سے جو آپکے پرچہ بنام مرقومہ ۲ جمادی الاخری سنہ ۱۲۴۲ ہجری کے ذریعہ سے آیا عاجز ہو گیا
اور اصلاح جواب اوس کا سر انجام نہو سکا ۔ اور جبکہ مدار المہام نہایت جعلساز ہو اور ایسے کام میں جسمیں
اوسکی ذات کے لئے کچھ بھی فائدہ نہیں جعل کیا کہ کوئی کام اس سے زیادہ قبیح نہیں ہے تو جب اوسکو
اپنی ذات کے لئے ضرورت واقع ہو تو خدا جانے جعل کر کے ریاست اور ریاست کو کیا کچھ مضرت پہنچا
میں ایسے مدار المہام سے محفوظ رہنا کیونکر ہو سکتا ہے (۹) ایک ایسا امر ہے کہ اوسکے تصور سے
بدن کے رونگٹے کھڑے ہوتے ہیں کہ ایسے فعل کا عمل کرنا اسی شخص کا کام ہے دوسرے
کا کام نہیں تفصیل اوسکی یہ ہے کہ نصیر الدین حیدر سے درخواست کرتا تھا کہ مجھکو ناظم الملک سپہ دار

جنگ خطاب دینا چاہیے اوس کو جواب دیا گیا کہ ناظم الملک عبد المجید کا خطاب ہی اور تم کو اونہین نے
دینے مین جیسے اسلے مرتبے کو پہنچایا ہے پس یہ بے ادبی ہی یہ خطاب ہمکو دینا اور تمکو اوس کا لینا
زیبا نہین کیونکہ خلق مین تمہاری رسوائی کا موجب ہوگا اور سپہدار جنگ آجکل عموی نصیر الدولہ بہادر کا
خطاب ہے اور ابتدای عالم سے کبھی ایسا نہین ہوا کہ ایک سرکار سے دو آدمی اپنی زندگی مین ایک خطاب
کے ساتھ مخاطب کیے گئے ہون چونکہ اوسکی عادت یہ ہے کہ جب کوئی بات کہتا اوس سے پھر
پھرتا نہین ہمارا عذر نہ سنا۔ اور اپنی مہر بھی اس خطاب کے ساتھ کہدوائی اور سبب اس خطاب
کے طلب کرنے کا دوسرا تہا جو بیان آیندہ سے واضح ہوگا چونکہ حضور کو اس خطاب سے خلجان
عظیم تہا تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ شخص جب اس تعلقہ سے فرخ آباد کو چلا گیا تہا تو شرم و حیا کا پردہ
اوٹھا کر محمد اکبر بادشاہ دہلی سے یہ دو لفظ اپنے خطاب مین لیکر وہین سے مہر کہدوائی تھی یہان پہنچکر اس
کے اخفا کے لیے کہ حضرت آرامگاہ (نواب سعادت علیخان) کا خطاب منتقل ہوا ہے۔ یہ کیا
کہ اوس زمانے مین مارکوس آف ہسٹنگز صاحب بہادر بالقابہ راہ مین تھے اور الہ آباد تک پہنچ گئے تھے
موصی الیہ نے درخواست کی کہ حضرت خلد مکان (غازی الدین حیدر) کی طرف سے ایک خط گورنر
جنرل کے نام اوس کے بہیجنے کی بابت اوس کے حوالے کیا جاوے۔ مگر کرنیل جان بیلی صاحب بہادر
اوسکے فساد پر متوہم تھے اوس کا جانا موقوف کرادیا۔ اور جو خط اوس کے حوالے کیا گیا تہا وہ بستہ رہا
مگر اوس کے دماغ مین جو ہوا بھری ہوئی تھی اپنی شہرت و نیکی کے لیے اوسی مضمون کا ایک جعلی خط
لکہوایا۔ اور اوس مین اپنے مدح اور بلند رتبگی کے الفاظ درج کرائے۔ اور حضرت خلد مکان کی جعلی
مہر بھی لفافے پر ہوائی۔ اور اوس خط کو اکثر صاحبان انگریز بہادر کو دکہایا کرتا تہا۔ اور اسی پر اکتفا نکر کے
شہر فرخ آباد کی رجسٹری مین بھی اوسکی نقل داخل کرادی۔ اور مصداق اس قول کے کہ دروغ گو
را حافظہ نباشد یہان تک اپنے فخر و مباہات مین آیا کہ جہان اوسکا نام درج تہا لفظ ناظم الملک
سپہدار جنگ لکہوا دیا تہا اور یہ نہ سمجہا کہ اس سے زیادہ کونسا صریح جعل ہوگا۔ کیونکہ یہ ممکن
تہا کہ حضرت جنت مکان اپنا خطاب اپنی زندگی مین اوسکو دیدیتے اور نہ حضرت خلد مکان
اپنے باپ کے خطاب کو جن کو رحلت فرمائے ابھی کم و بیش دو ماہ کا عرصہ گذرا تہا اوسکو مرحمت
فرما سکتے تھے اور صدہا عرضیان اوسکی اس سرکار کے دفتر مین موجود ہین۔ اور ریذیڈنسی کے دفتر مین
بھی قطعات کثیر ہین۔ بلکہ دار الحکومت کلکتہ کے دفتر انشا مین بھی ہونگے۔ یہی منتظم الدولہ مہدی علیخان
بہادر اوسکی مہر مین کندہ ہے۔ علاوہ اسکے اگر پہلے سے یہ خطاب اوسکو حاصل ہوتا تو بعینہ

اسی خطاب کو اب حضور سے لینے کی کیا حاجت تھی پس صاف و صریح ثابت ہے کہ وہ خط جعلی ہے
اور اوس نے حضرت والد ماجد خلد مکان اور مارکوئس صاحب بہادر کو کاتب و مکتوب الیہ
قرار دیکر ایسے و عظیم الشان فرمانروا لاپنر جعل باندھا ہے۔ چنانچہ اتفاق سے خط مذکور کی نقل جو اوسکی
رسوائی اور تفضیح کا وثیقہ ہے صاحب رجسٹرار فرخ آباد کی دستخطی حضور میں پہنچی ہے جو لفافہ
ملفوف ہے پس اگر حضور کی جانب سے یہ دعوے کیا جاے تو اہالی سرکار کمپنی کو اس جعلساز کے
لیے سزا تجویز کرنا ہو ورنہ کم سے کم ایسے جعلساز آدمی سے حذر و پرہیز کرنا واجب ہوگا (۱۰) عمر رسیدہ
آدمی کی حرکات طفلانہ کے ذکر سے شرم آتی ہے۔ یہ شخص چار برس کی عمر کے ایک لڑکے کو
جو اسکے پوتے کا بیٹا ہے حضور میں لایا کرتا تھا اور ہم اوس پر مہربانی کرتے تھے یہانتک کہ اصرار
کے ساتھ کہنا شروع کیا کہ اس کو حضور اپنی فرزندی میں قبول فرمالیں تاکہ برکت کا موجب ہو۔
اور ہمیشہ حضور کے پاس رہے۔ گو کہ یہ خواہش اوسکی بے معنی تھی۔ مگر اوسکی عرض کو قبول کیا۔
اور اوس لڑکے کا رات دن حضور میں رہنا مقرر ہوا۔ اور اس شخص نے اوس لڑکے کے لیے سامان درست
کیا۔ اور ایک دن کہنے لگا کہ جبکہ یہ فرزندی کے نام کے ساتھ سرفراز ہوگیا ہے تو اس کے لئے
شاہزادگی کے سر انجام مقرر ہوجانے چاہئیں۔ اس جعل کی بات کے سننے سے تنفر اور تردد پیدا ہوا اور محقق
ہوگیا کہ بے شبہہ اس شخص نے اسطرح ریاست اپنے اور اپنی اولاد کے لیے حاصل کرنے کو بساط
بچھائی تھی اسلیئے چند روز کے عرصے میں اوس لڑکے کا رہنا اور اوسکی طرف التفات بھی موقوف کردیا
لا بد یہ خیال آپنے بھی سنا ہوگا اور آپ پر مخفی نہوگا کہ جو کچھ لکھا گیا ہے تو یہ مشار الیہ کی ایذا رسانی
کے لئے دیسے نہیں لکھا گیا ہے۔ بلکہ ہر ایک بات واقعی ہے اور انہیں سے اکثر باتوں کے
گواہ دونوں سرکاروں کے دفتر ہیں اور ان امورات کی سند کے لئے وفتروں کا غذات موجود ہیں
جن میں ہرگز اشتباہ کا محل نہیں ہے۔ اور ان عمورات میں سے علیحدہ علیحدہ ہر ایک مقدمہ مشار الیہ
کے عزل کے لیے کافی تھا چہ جائے کہ یہ جملہ مقدمہ جمع ہوں اور معہذا موصی الیہ کے مقدورات
کا حصر اسی قدر میں نہیں ہے۔ بلکہ کلیات امور البتہ لکھے گئے ہیں اور جزئیات کو بیان نہیں کیا گیا۔
لازما استحادیہ ہے کہ نقل اس خط کی مع ترجمہ لفظاً بالفظ کے اطلاع کے لیے نواب گورنر جنرل کی
خدمت کثیر الافادت میں روانہ کردیں۔ ۱۲۔ ربیع الاول ۱۲۴۸ھ ہجری
حسب وقت لارڈ بینٹنگ گورنر جنرل بہادر نے کوٹ کرا کبر آباد اور گوالیار میں داخل ہوے یہ خط رزیڈنٹ
نے اپنے ساتھ لیجا کرا ونکو ملاحظہ کرایا اونہوں نے منظور فرماکر جو جواب تحریر کیا وہ سننے کے قابل ہے۔

جواب خط از طرف گورنر جنرل بنام نصیر الدین حیدر بادشاہ اودہ

محبت نامہ الفت طراز معزولی مدار المہام سلطنت یعنی منتظم الدولہ بہادر کے باب مین وجوہ قویہ اور دلائل ساطعہ کے ساتھ موصول ہوکر مسرتون کا باعث ہوا اور اوس کے تمام مدارج کو نظر غور کے ساتھ دیکھا گیا۔ واقعی رائے صائب اوس عالی قدر کی نواب موصوف کے معزول کرنے کے باب مین بلحاظ ایسی حرکات ناملایم کے نہایت اچھی معلوم ہوئی دوستدار کو اس باب مین بسبب اتحاد قدیمی کے کوئی جاے گفتگو نہین۔ اپنی قلمرو مین جو کچھہ بہتر جانئین عمل مین لاوین مختار ہین۔ لیکن اوس سرکار کے کام مین تلون اور بے ثباتی ہونے کے خیال سے البتہ تاسف اور تحیر ہے۔ اور بعض وجوہ مندرجہ محبت نامہ پر حیرت ہے۔ وہ عالی قدر باوصف اسباب کے کہ ایسے آدمیونکی بد وضعی اور نمک حرامی کو چند آدمی اس مختاری کے عہد سپرد کر رہے ہین جانتے ہین اور پھر بھی اونکو سلطنت کے کامون مین اقلت کلی دید ہتے ہین اور معتمد بیے کے وقت ایسی مدح اور وصف جو اونکی شان کے لائق نہو لکھکر اس سرکار سے اجازت لیتے ہین اور پہر تھوڑے ہی عرصے کے بعد اوس شخص مختار کو کہ جس وصف کے ساتھ وہ متصف تھا اوس کے برعکس شمار کرکے اوسکی خرابی و بربادی مین کوشش کرتے ہین حالانکہ یہ باب داب سلطانی کے خلاف ہے بلکہ ایسی باتون سے بے انتظامی پیدا ہوتی ہے یہان سے تصور فرمانا چاہیے کہ اوس عالی قدر کے تخت سلطنت پر جلوس کرنے کے وقت سے نواب معتمد الدولہ مرحوم اور میر فضل علی مرحوم نے (جو باوجودیکہ ایسی نمک حرامی اور جعل سازیون سے بخلاف نواب معزول کے بری تھے) کیا کم رنج و ذلت اوٹھائی اور آخر کار اسی مخمصے مین خاک مین ملے اسیطرح منتظم الدولہ بہادر کا حال ایسا تھا کہ اس عالی قدر سے مخفی ہو کہ اب اوس سے لاعلمی بیان کرتے ہین اسلیے کہ قطع نظر اون تصورات کی ناشائستگی سے جو محبت نامے مین درج کیے ہین اخراج اوس کا اوس سرکار سے اوسکی بے اعتباری پر عین دلیل ہے پس اوسکی بے اعتمادی کے ثابت ہونے کی حالت مین اوسکے ملک پر مسلط کرنا اور اسقدر اختیار و اقتدار دینا خلاف عقل ہے اور جو اختیار کہ اوسکو حاصل تھا وہ محبت نامہ کے مضامین سے بخوبی ظاہر ہے کہ اوس نے شریف آدمیونکو تھوڑے سے مقدمہ پر باوجود اوس عالی قدر کے منع کرنے اور معتمد الدولہ شہید کے خلاف ہونے کے ذلیل تشہیر و تشدید کے باب مین کیا کیا نہ کیا

اور اوس مشفق کا کہنا نہ مانا اور اسی طرح اوس سرکار کے دوسرے کاموں میں جو کچھہ چاہا کیا پس اگر اوس عالی قدر کو اوس حیلے کے کاموں کی طرف سے لاعلمی تھی تو اوس کا اسقدر قصور کیا کم تھا کہ اوس مشفق کے حکم کو خیال میں نہ لایا بلکہ تمام تصورات سے بڑھکر اپنے والی کی نافرمانی ہے ایسی حالت میں کیوں اوسکو معزول نہ فرمایا۔ اگر اوسیوقت اوسکو معزول کر دیا جاتا تو یہ نوبت کمی جمع ملک اور خزانے کے تلف ہو جانے اور دوسری خرابیوں کی نہ پہنچتی تحقیق یہ بات اوس والا قدر کی کم توجہی سے ہے۔ ورنہ تاجدار آدمی کی کیا مجال ہو کہ اپنے والی کی رائے کے خلاف کرسکے بہر صورت وہ ستار کی خوشنودی اس میں ہی کہ اپنے کام کو اپنے اختیار میں رکھہ کر دوسرے کو جز وکلی کاموں میں دست انداز نہونے دیں۔

منتظم الدولہ کا انجام

سرکار بردازان سلطنت کو یہ بات دل سے منظور تھی کہ حکیم مہدی علی کو پورے طور پر دقت میں ڈالیں اور اونکا دامن محاسبے کے کانٹوں میں اولجھائیں اسواسطے لشکر سوار بھیجے کہ فقیر محمد خان کو بلایا۔ لیکن صاحب رزیڈنٹ نے مداخلت کی کہ حساب فہمی مستعدی کا کام ہے مرد سپاہی پیشہ کو اس سے کیا واسطہ حکیم مہدی علیخان مرزا کلو کی معرفت اس مرض مہلک کے چارہ جو ہوئے اور نواب قدسیہ محل سے جنکے ساختہ و پرداختہ تھے مدد چاہی اور دو لاکھہ روپئے کا نوٹ روشن الدولہ کو دیکر دوست محاسبے اپنا گریبان چھوڑا لیا۔ اور فرخ آباد کی راہ لی اور مرزا حیدر کو یہاں اپنی طرف سے جواب دہی کے لئے چھوڑا جب گنگا کے کنارے آبرو کے ساتھہ پہونچگئے۔ یہاں سے بادشاہ کو ایک عرضی کے ذریعے سے اون دو لاکھہ روپیونکے نوٹ کی کیفیت سے مطلع کر دیا۔ وہ نوٹ بادشاہ نے روشن الدولہ سے لیکر اپنے خزانے میں روپیہ داخل کیا۔ شیخ ناسخ نے پھر حکیم مہدی علی کے زوال کی تاریخ کہی نیا انداز ہے

افتادہ حکیم از مراتب ✲ تاریخ بطرز نو رقم کن ✲ ازجاے حکیم بیفت برگیر ✲ سر مرتبہ نصف نصف کم کن

(سنہ ۱۲۴۵ھ) جبکہ حکیم صاحب انگریزی عملداری میں چلے گئے تو جو کچھہ روپیہ اونکے پاس تھا اوسکو نہایت بھلے کاموں میں خرچ کرنا شروع کیا کوئی سائل اونکے دروازے سے محروم نہ جاتا تھا۔ اونکی بخشش وعطا میں کسی کے لئے تخصیص نہ تھی۔ کشمیر میں ایک قصبہ زلزلہ سے برباد ہوگیا تھا اوس کے آباد کرنے کے واسطے روپیہ دیدیا۔ اب وہ سرکار کمپنی سے باربار متقاضی ہوتے تھے کہ موافق عہدنامہ لارڈ ولزلی کے سرکار اودہ میں مداخلت کریں۔ مگر لارڈ بنٹنگ کے مکارم اخلاق ایسے نہ تھے کہ وہ یہ کام کرتے

تاج الدین حسین خان کا اخراج

تاج الدین حسین خان قدسیہ محل سے زیادہ رسوخ بہم پہنچا چکے تھے اسلئے روشن الدولہ کو اونکی اخراج کی فکر پیدا ہوئی مگر اسوقت یہ بھی فکر دامنگیر تھی کہ کہین عہدۂ سفارت ریذیڈنسی نجم الدولہ کو نہ مل جاے اسلئے تاج الدین حسین خان پر سازش کا الزام لگا کر اول اونپر بادشاہ کا عتاب نازل کیا اور اسوجہ سے وہ خانہ نشین ہو گئے ۔ اور منتظم الدولہ کے عہد وزارت مین جو الزامات حکیم نجم الدولہ کی نسبت فقیر محمد خان نے پیش کئے تھے اور اوسوقت نجم الدولہ حکیم صاحب سے بچ رہے تھے اسوقت مین وہی الزامات مزاج بادشاہ کے تکدر کا موجب ہوے لیکن اس خیال سے کہ ابھی حکیم صاحب کے معاملے کا زخم ہرا ہے کہین ایسا نہو نجم الدولہ کا عزل مرہم زنگاری کا کام کرے یعنی مبادا یہ کام ریذیڈنٹ کی راے کے خلاف واقع ہو اسلئے حکیم صاحب کی کشمکش مین نجم الدولہ کو مبتلا کرنے سے تامل فرمایا لیکن تاج الدین حسین خان اسوقت مین بادشاہ کی نظرون سے بالکل گر گئے ۔ اور اونہون نے یہ سمجھ لیا کہ اسبحان علیخان پر سر عناد مین کہین ایسا نہو کہ آبرو خاک کردین اسلئے اونہون نے یہ درخواست کی کہ اگر تعلقہ سلطانپور کے متعلق پچھلے زمانہ کی فارغخطی اور معافی نامہ عطا ہو جاے تو مین بڑی خوشی سے شہر لکھنؤ کا چھوڑنا منظور کرتا ہون لیکن روشن الدولہ کو اس امر مین پس و پیش تھا ناچار نواب قدسیہ محل کے ذریعہ سے اپنا دامن چھڑوانا چاہا اور جواہر خواجہ سرا کو بیس ہزار روپیہ دینا کہکر اپنا معاون بنایا اب ادہر روشن الدولہ اپنے احسان کا بار تاج الدین خان کے سر رکھتے تھے کہ مین تمکو فارغخطی دلاتا ہون اور ادہر جواہر خواجہ سرا اپنے عہد کا طلبگار رہتا ۔ آخرکار یہ معاملہ بادشاہ کے گوشگذار ہوا ۔ اونہون نے خواجہ سرا کو اجازت دی کہ جسوقت تاج الدین حسین خان یہان آوین اونکی کمر مین ہاتھ ڈالکر زر موعود وصول کر لے ۔ چنانچہ یہی صورت پیش ہوئی تین جا ۔ پہر کامل جواہر نے تاج الدین حسین خان کو ایک جگہ سے ہلنے نہ دیا ۔ روشن الدولہ نے اس بیس ہزار روپیہ کا ذمہ دار ہو کر تاج الدین حسین خان کو چھوڑایا وہ آبرو کے ساتھ اپنے گھر پہنچے ۔ فارغخطی مل چکی تھی ۔ عیال و اطفال اور اسباب و اموال اپنا لیکر سکندر کی طرف قدم اوٹھایا ۔ اور چھاونی کے انگریزون سے اتحاد کی وہ راہ و رسم پیدا کی کہ جو کچھ کونسل کلکتہ کی تجویز نصیر الدین حیدر بادشاہ کے حق مین قرار پاتی تھی اوس سے مطلع ہو جاتے تھے اور اس مضمون کو خفیہ لکھ بھیجتے

بذریعہ عرضداشت براتی خانم وغیرہ عورات محل کے توسط سے بادشاہ تک پہنچا سکتے تھے جسکی روک تھام میں روشن الدولہ کی عقل چکراتی تھی۔

بادشاہ کی بیگمات کا بیان

براتی خانم

یہ عورت زمینداران مضافات لکھنؤ کی اولاد سے تھی مرزا محمد مہدی عرف فریدون بخت بہادر مشہور منا جان کی ماں ہی بادشاہ بیگم نے جو نصیر الدین حیدر کی سوتیلی ماں ہیں اس عورت کو حسن میں یوسف ثانی دیکھکر زر کثیر صرف کرکے ڈولے کے طریق بہم پہنچایا تھا اور نصیر الدین حیدر کی شاہزادگی اور عروج شباب کی حالت میں وہ ڈولا انکو بخشا تھا۔ چنانچہ منا جان اس سے پیدا ہوا۔ اور یہ عورت عین جوانی میں دنیا سے گذری۔ افضل محل اسکا خطاب تھا۔ طلسم ہند سے اسیطرح مستفاد ہوتا ہے۔ مگر وقائع دلپذیر سے ثابت ہوتا ہے کہ منا جان کی ماں ایک کنیز تھی اور سکھ چین اوسکو کہتے تھے۔

ملکہ زمانیہ اور کیوان جاہ

اسکا نام حسینی خانم تھا ایک پٹھان کے نکاح میں تھی جو بنارس کا رہنے والا تھا حسینی خانم اور اوسکے دو بھائی وارث علی خان اور مصطفی خان دہلی کے باشندے تھے بنارس میں سکونت اختیار کرلی تھی۔ مرزا جوان بخت کے ادشاہ شاہ عالم بادشاہ کے بیٹے منصبداروں میں سے تھے۔ حسینی خانم انکے گھر میں روٹی کپڑے پر ایک مدت تک گذر اوقات بسر کی جب یہ شخص بھی حادثات سے مصائب میں مبتلا ہوا تو حسینی تباہی کی حالت میں لکھنؤ کو چلی گئی۔ اور ایک فیلبان کے گھر میں جو اوس سے محبت رکھتا تھا رہنے لگی۔ اس عورت کے ایک لڑکا اور ایک لڑکی فیلبان کے نطفے سے پیدا ہوئی۔ خدا کی شان دیکھئے کہ اسی زمانے میں افضل محل کے بطن سے نصیر الدین حیدر کے میاں منا جان پیدا ہوئے حسینی اوسکے دودھ پلانے کے لیے بادشاہ بیگم کے محل میں نوکر ہوئی۔ غازی الدین ضعیف ہو گئے تھے حسینی ادائے دلکش رکھتی تھی۔ نصیر الدین حیدر اوسوقت جوانی پر چڑھے ہوئے تھے

اونکی منظور نظر ہوئی پہلو گرم کیا۔ اب محل سے نکلنا محال تھا دو بیٹیاں ایک بیٹا ساتھ تھے
نصیر الدین حیدر سے محبت بڑھی معتمد الدولہ نے حسینی خانم کو اور خواصون سمیت نصیر الدین حیدر کے
ساتھ کیا بھی شاہزادگی کی حالت مین تھے حسن باغنیمت بھیجا۔ یہان صحبت کا رنگ خوب جما تھوڑا بہت
زیور عطا اس عطا ہوا جب نصیر الدین حیدر نے تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تو بی حسینی کو ملکہ
زمانی خطاب دیا اور بیٹیان سے جو اون سے حاملہ تھا اوسکو کیوان جاہ خطاب بخشا اور چھ لاکھ
روپئے کی جاگیر ملکہ زمانی کو دیگئی اور وہ خزانہ جو فیض آباد سے بہو بیگم والدہ آصف الدولہ
کی ضبطی ہو کر آیا تھا اور تیس لاکھ روپیہ سالانہ سے زیادہ تھا اور ایک علیحدہ کوٹھے مین
رکھا ہوا تھا یہ تمام خزانہ بی حسینی کی تحویل مین داخل ہوا۔ اسکے سوا وہ کئی لاکھ روپیہ بھی بی حسینی
ملکہ زمانی کو مرحمت ہوا جو تاج الدین حسین خان نے اپنے عہد نظامت مین غلام حسین چکلہ دار
سلطانپور کے متروکہ مین سے ضبط کر کے غازی الدین حیدر کے عہد مین بھیجا تھا۔ ملکہ
زمانی کا زمانہ عروج پر تھا ابھی تک بادشاہ کے بیٹے دوسرا محل مقرر نہین ہوا تھا بادشاہ نے
کیوان جاہ کو سپاہ کا جرنیل بنایا اقبال الدولہ اوسکی نیابت پر مامور ہوتے۔ اب ملکہ زمانی کا
بازار تجمل گرم ہوا انکے روز کشتیان مالا مال مروارید اور طرح طرح کے جواہرات بیش بہا سے لبریز
اور اشرفیون کی تھیلیان ہاتھیون پر لدی ہوئی اون کی تحویل مین داخل ہوتی تھین۔ وارث علیخان
اور فتح علیخان شریک دولت تھے بھائی مشہور ہوتے اونکو بادشاہ نے خلعت دیکر ملکہ زمانی
کی جاگیر کی نیابت پر مقرر کیا۔ وہان جاکر ان دونون شخصون نے امیرانہ ٹھاٹ جمایا۔ بالفعل
پالکی نالکی لیے بزم عشرت کو اسقدر رونق دی کہ سو سو طائفے کسبیون کے رات دن ہر وقت
حاضر رہتے تھے اور شراب کے ساغر اڑنے لگے ان کا دسترخوان بادشاہ کے دسترخوان کی
طرح چنا جاتا تھا۔ صد شالپوش رفقا کیاسے پر جمع ہوتے تھے۔ اور جس وقت وہ ہوادار پر
سوار ہوتے تھے تو رفقا ہمراہ پری پیکر ستارون کی طرح آس پاس جمع ہوتی تھین۔ اور رنڈیون کا غول
گھونگھٹ پہلو بہ پہلو ہوتا تھا۔ یہ سامان نعمت دیکھکر ناظرین قدرت خدا یاد کرتے تھے۔ اور
بادشاہ کی نظر شفقت صاحبان کی طرف سے پھر گئی اور اب کیوان جاہ کے مراتب ترقی پر تھے
ملکہ زمانی کی سواری کا یہ ٹھاٹھ ہوتا تھا کہ دو دو سو ہاتھی نقرئی اور طلائی ہودون اور کارچوبی

دیکھو محتشم خانی ۱۲ -

جھولوں سے آراستہ ساتھ ہوتے تھے اور بہت سی دو برجی رتھوں میں مغلانیاں اور خواصیں
ہمراہ ہوتی تھیں طلائی مرصع کار پنکھے جن میں بادلے کے جھلّے ہوتے تھے اور سونے کی
اور جواہر نگار چھتری اور پالکی نالکی سیم و زر میں غرق جلو میں چلتے تھے اور نقرئی طلاکار
سکھپال میں جو بالکل زربفت سے مزین ہوتا اوس میں ملکہ زمانیہ بیٹھی ہوتی تھی خواجہ سراؤں
اور شاگرد پیشوں کے ہجوم سے سواری کے آس پاس راستہ نہیں ملتا تھا۔ سلطنت کا جو کچھ
لوازمہ ہے وہ سب ملکہ زمانی کے محل میں مہیا تھا۔ باوجود اس رتبے کے حکیم مہدی بادشاہ
سے عرض کیا کرتے تھے کہ حضور کو ایک رذیل عورت کے ساتھ یہ گرمجوشیاں اور اوس کو اس
مرتبے پہنچانا زیبا نہیں غرض حکیم صاحب کی شعلہ زبانی نے ملکہ زمانیہ کی آتش محبت کو
بادشاہ کے دل میں سرد کر دیا اور اس میں ملکہ زمانیہ کا وقار کم ہو گیا مگر وہ خزانہ جو خزانہ قائم پر
نہاری تھا ہاتھ سے نہیں گیا فقط جاگیر ضبط ہو کر چودہ ہزار روپیہ مہینہ مقرر ہوا ۔ جس میں ہزار ر
ملکہ زمانیہ کی ذات کا تھا اور چودہ ہزار اوسکی ایک بیٹی کا تھا جو نواب ممتاز الدولہ مرزا حسین
علیخان نبیرہ نصیر الدولہ مرزا محمد علیخان ابن نواب سعادت علیخان کے ساتھ بیاہی گئی تھی
یہ بیاہ نصیر الدین حیدر نے کیا تھا۔ اور یہی ورثہ وثیقہ قرار پایا اور کئی برس کے بعد
کیوان جاہ وبا سے ہیضہ میں مر گیا۔ کربلائے تالکٹورہ میں جو امام باڑہ اس کے نام سے
مشہور ہے دفن ہوا۔

مخدرہ علیا ولایتی محل

مسٹر والٹر نام انگریز تاجر کے گھر میں ایک ہندوستانی عورت قوم اعلا رہتی تھی مسٹر والٹر کے نطفہ
سے اس عورت کے دو لڑکیاں پیدا ہوئیں جب وہ بالغ ہو گئیں تو والٹر انکو غازی الدین حیدر
بادشاہ اودھ کے پیشکش کے لئے لایا نصیر الدین حیدر کو ایام شاہزادگی سے انمیں سے ایک
لڑکی منظور نظر تھی لیکن غازی الدین حیدر کے خوف سے وصل کی صورت نہ تھی۔ اسکی
صورت بہت معمولی تھی۔ مگر وہاں کی مستورات اسے خوبصورت تصور کرتی تھیں۔ یہ لڑکی
تعلیم یافتہ تھی یعنی زبان انگریزی کے علاوہ اردو فارسی بھی اچھی طرح لکھ پڑھ لیتی تھی یہ
دونوں بہنیں جب اپنی ماں کے پاس رہتی تھیں تو اپنے گذارے کے لئے دوپٹے شرفا کے
زنانہ پوشاک کاڑھا کرتی تھیں۔ شکل و صورت دونوں کی واجبی تھی۔ اس سے اپنی نصیر الدین

حیدر کو بیچی تھی جو فریفتہ ہو گئے اور تخت نشینی کے بعد اوسکو مان سمیت طلب کیا اور نقد پچاس ہزار روپیہ اور لاکھون روپیہ کا سامان دیگر مخدرہ علیا خطاب دیا - تاج محل سے شادی ہونے سے پیشتر بادشاہ بہت چاہتے تھے - تاج محل کے آنے بعد بادشاہ کی طبیعت اسکی طرف سے پھر گئی اوسکی مان جیلے کانپور مین علی بخش میراثی سے تعلق رکھتی تھی جب اوسکی بیٹی بادشاہ کے محل مین داخل ہوئی نواب یہ علی بخش ولایتی محل کا باپ مشہور ہوا اور جبتہ میان گنج مین ولایتی محل کی جاگیر پر مسلط ہو گیا اور اسقدر صاحب امارت و ثروت ہوا کہ اوسکی عزیز داری کا شہر لکھنؤ مین شہرہ عام ہو گیا - اور نواب میرزا اوسکی اولاد سے تھے جنہون نے عالم پیری مین حسن جوانی دکھایا - جانکی طوائف جو لکھنؤ کی ایک کسبی تھی اوسکے گیسوے شبرنگ مین طایر دل پھنسا امیر مرزا اوسپر فریفتہ ہوتے اوس سے نکاح کیا مالزادی تھی خوب مال مارے - لاکھون روپیون کا جواہرات اور نقد اوسکی صحبت مین نواب نے بار دیا امیرانہ عظمت و شان کے ساتھ باپ کا نام روشن کیا - ولایتی محل کے لیے چھ ہزار روپیہ ماہوار وثیقہ قرار پایا تھا -

نواب تاج محل

بھجو نام طوائف ساکن حسینپور مند چوالوش وضع عورت تھی - وہ تین شخصون سے زیادہ ملاقات رکھتی تھی پہلے مرزا آغا باقر اور مرزا مہدی علی خان چکلہ دار کے ساتھ آشنائی تھی دوسرے بچو بیگ رسالہ دار محبوب خانی سے صحبت پیدا کی انکے علاوہ اور اکثر بہت پرستار اوس سے راہ و رسم رکھتے تھے - میر غلام حسین چکلہ دار سلطانپور بھی اوسکی ملاقات کی آرزو رکھتا تھا اور لاکھون روپیون کا اوس سے وعدہ کرتا تھا لیکن بامس فن اس شخص سے کسی رنگ آخر شکست نکالی گئی اس طوائف کے ایک لڑکی نہایت حسین تھی اوس کا نام حسینی تھا اور تعلیم یافتہ تھی جوانی پر چڑھی ہوئی تھی شادی کی محفلون مین اکثر ناچنے کو جایا کرتی تھی ایک عالم اوس کے جمال دلفریب پر شیدا تھا نصیر الدین حیدر کو دیکھ گئی - بادشاہ نے اوس سے نکاح کر لیا اور خورشید محل خطاب دیا - پھر ایک دن اپنا تاج شاہی اوس کے سر پر رکھدیا اور تاج محل خطاب عطا کیا ملکہ زمانی کی کرتی بازاری کی نگرانی کرتی صحبت سے بے سر کی بادشاہ کے مزاج مین بڑا دخل پایا اور حکومت شاہانہ کی ساتھ بسر کی ۱۲۴۳ھ مین تخت نشینی کی سالگرہ سے

جشن کی تقریب کے موقع پر ایک عالی خاندان انگریزی خاتون نے اس بیگم کو دیکھا تھا۔ اون کا بیان ہی کہ نواب تاج محل ایسی خوبصورت تھی کہ میں نے کبھی یا ہندوستان کیا انگلستان میں کبھی اس سے زیادہ خوبصورت عورت نہیں دیکھی اس کا سن قریب پندرہ برس کے ہوگا۔ ہاتھ پاؤں چھوٹے چھوٹے نازک ہیں اعضا کے تناسب کے علاوہ نقشہ ایسا سڈول کہ میں نے اس سے زیادہ دلاویز اور دلکش چہرہ نہیں دیکھا اسکی حرکات اور طرز نشست سے غایت درجہ کی سنجیدگی حیا پیدا ہوتی اور حجاب مترشح تھا پوشاک سرخ مخمل کی تھی اور بال بال میں موتی پروے ہوئے تھے۔ زلفیں شانوں پر بکھری ہوئی تھیں اور پیشانی پر ایک چھوٹا سا جھومر آویزاں تھا جس میں بڑے بڑے موتی اور زمرد جڑے ہوئے تھے کانوں میں بیشمار بالیاں تھیں جن میں بیشمار زمرد لعل اور موتی پڑے ہوئے تھے گلے میں متعدد موتیوں کی مالا تھی علاوہ اس کے ادھ کنٹھے تھے جو اسکی حسن کو دوبالا کرتے تھے۔ نتھ میں دو بڑے بڑے موتی اور درمیان میں ایک حسین زمرد آویزاں تھا شوہر اسقدر بیمار تھی کہ اسکی بیش قیمت ... معلوم ہوتے تھے اس میں شک نہیں کہ خود نورجہان بھی اس سے زیادہ حسین اور جمیل نہ تھی۔ اس بیگم کا تعلق ناجائز میر کلب حسین بن سید علی کے ساتھ ہوگیا تھا جو مجتہد العصر کے خاندان سے تھا اور ان دنوں اس کا شور و غل شہر لکھنؤ میں پھیل گیا اور میر کلب حسین گرفتار ہوکر نواب ناظر محلات شاہی کے حکم سے قید ہوئے۔ سزا یاب بھی ہوئے مگر دونوں کی الفت پکی تھی باہم مواصلات کی وہ سبیل نکالی کہ کسی کا خوف باقی نہ رہا دونوں کربلا کو بھاگ گئے اور وہاں باہم نکاح کرلیا اور مزے وصل کے اوڑانے لگے۔ تاج محل نے کربلا ہی میں بعد چند سال کے جمادی الاول سنہ ۱۳۰۰ ہجری مطابق سنہ ۱۸۸۳ء میں انتقال کیا۔

پھول محل

بیٹی رام ساہوکار لکھنؤ کی ساکن محلہ ... سونار کی ہمسری سے رسم آشنائی پیدا کرکے گھر میں رکھا ہوا تھا ایک بیٹی اور ایک بیٹا پیدا ہوئے بیٹی ماں کے انتقال کے بعد اوسکے بیٹے رام دیال نے جو ... تھا جو اسیر فرنگی کی بدولت نصیر الملک جعفر کے دربار تک رسائی پیدا کی اور اپنی اوس خوشگل بہن کو محل سلطانی میں داخل کردیا۔ بادشاہ نے پھول محل اوسکو خطاب دیا جسکا نام ... بازاری خوبصورت صورت دار تھی بادشاہ نے اوس کو بیگم بنا کر سلطان محل خطاب دیا تھا۔

ﷲ منقول از اردو اخبار مورخہ ۲ جنوری سنہ ۱۹۰۱ - ...

بادشاہ محل ۔ اور اس کا اولاد ہونے کے لئے فقرای اسلام و ہنود سے دعائیں لینا مصنوعی حمل کا نقش جمانا

یہ عورت بھی ایک کسبی تھی اور اس کا اصلی حسینی نام تھا ۔ اکثر ناچنے کے لئے بادشاہ کی حضور میں حاضر ہوا کرتی تھی اور اسکی ماں آغا محمد نام ایک ایرانی مغل سے میل جول رکھتی تھی حسینی کا ظہور اسی ایرانی کے نطفے سے تھا اس زمانے میں بادشاہ کو یہ آرزو ہوئی کہ کوئی وارث تاج و تخت کسی عورت سے پیدا ہو جائے ۔ کیونکہ وہ مناجات کی نسبت اپنے نطفے سے ہونے کا انکار کر چکے تھے فقرائے عظام اور سادات نامی سے دعا کے خواستگار رہتے تھے چنانچہ بعض باطنیں خاص اس کام کے لئے فقرائے اہل اسلام کے مسکنے اور فقرائے ہنود کی دھونیاں بھی ہوتی تھیں اور باطنیں ان لوگوں کی برکت سے رات دن فیض کا چشمہ آب رواں کی صورت جاری تھا نعمت دنیا کی اور غذائیں خوشگوار ہوتیں بہوگ اور شیرینیاں چڑھایا فریقین کے لئے مہیا تھے کسی نے طلسمی رنگ سحر و افسون کا جمایا ۔ اور کسی نے محراب فلک کی طرف دعا کا ہاتھ اٹھایا کہ آسمانی تائیدات بادشاہی کی صدف میں پڑ کر گوہر شاہوار کی صورت دکھائے حسینی جو بادشاہ کی منظور نظر تھی اسنے آغا محمد کی رسائی سے حمل کا مصنوعی نقش جمایا ۔ سو رد بادشاہی ہوئی اور اس کے لئے جداگانہ محل آراستہ ہوا ۔ بادشاہ محل خطاب پایا ۔ مگر پیچھے ان کی بیہ مصنوعی حملی مشہور ہوا کہ محل کی عورتوں نے وہ جادوگری کی کہ تا وقت کہ نو مہینے بچے کو پیٹ میں غائب کر دیا ۔ غرض یہ بادشاہ محل بھی تین ہزار روپیہ ماہوار کی وثیقہ دار تھی ۔

سرانند بیگم مخاطب قدسیہ محل

یہ عورت قوم ترک خاندان کو لند بیگ خاں کی اور سپاہیت پیشہ خاندان سے تھی جنکے باپ کا نام ... خاں تھا اور ان کا کنبہ مشہور تھا بسبب غربت کے محل میں بادشاہ بیگم کی نوکری کرنے آئی ۔ صورت اسکی بہت ہی دلربا تھی مگر غریب ... تھی ۔ بادشاہ کی آنکھ ... اور ... اسکی ... اور نفرت ... حضرت عشق نے گریبان کی طرف ہاتھ بڑھایا ۔ حکیم مہدی ... اس عورت کا ... سے ... کیا اور ... محل ... دی بادشاہ نے اس سے نکاح کر لیا ۔ اور ... معلوم ... ۔

دستار بند کی تھی حسن و جمال میں بے نظیر تھی بادشاہ کے عقد فاسد میں آئی۔ اور خطاب مخدرۂ
مہد علیا تھی لیکن وہاں ملکہ آفاق قدسیہ سلطان مریم بانو بیگم صاحبہ ہو۔ مگر شاہد قدسیہ محل کے ساتھ
ہوئی ابتدا میں تو اس عورت سے اور ماہ شاہ بیگم سے خوب میل رہا اور آخر کار تنازع اور رنجش
پیدا ہوگیا اور باہم نہایت تضحیک آمیز باتیں ایک دوسرے کو کہنے لگی۔ بادشاہ اس عورت نہایت
مفتون اور فریفتہ تھے۔ یہ عورت نہایت طبیعت اور سخی تھی۔ داروغہ آتو جی نے بیٹے
قادر علی خان کو اس کار خیر پر مقرر کر دیا تھا کہ پانچ ہزار روپیہ روز ہر صبح کو حسب غربا و مومنین کو تقسیم
ہو جاتا تھا۔ سب کھانے کی طرف ہاتھ بڑھاتے تھے اوسکی فیاضی سے غریبوں کی ہزاروں ناکتخدا
لڑکیاں بیاہی گئیں۔ اور جس شخص کی نسبت اوسکی مہربانی کا لفظ مشتمل تھا وہ دولت و ثروت
کو پہنچ گیا۔ اون میں سے ایک مظفر الدولہ حسین بیگ تھے کہ جن سے روشن الدولہ ہزار ہا بسبب
اور خوشامد سے ہمسری کے آرزو مند تھے۔ دوسروں کا حساب و شمار کیا۔ اور جملہ محلات شاہی
سوائے ملکہ زمانیہ اور مخدرۂ علیا کے قدسیہ محل کو نذریں گذرانیں۔ مگر ملکہ زمانی اور مخدرۂ علیا
برضامند نہ ہوئیں۔ ایک دن قدسیہ محل نے بادشاہ سے عرض کیا کہ میں نے پشمینہ خانہ نہیں دیکھا
حضرت نے حکم دیا کارپردازوں نے ایک خالی مکان زمین سے چھت تک سامان پشمینہ از قسم
فرش مسند تکیہ لحاف توشک وغیرہ قیمتی مثلاً لاکھ روپے سے بھر دیا۔ قدسیہ محل نے ایک لمحے میں
وہ تمام پشمینہ اپنے نوکروں کو بخشدیا تین برس کے اندر تین کرور روپے بقدر صرف کئے۔ قدسیہ
محل سے بڑھکر لکھنؤ میں کوئی بیگم سخاوت میں نام آور نہیں ہوئی۔

قدسیہ محل کا اپنے اگلے شوہر سے نطفہ بادشاہ کے نام سے بہم پہونچانا۔ اس حمل کے ساقط کر دینے کے اہتمام میں ایک مخلدارنی کا بادشاہ کے ہاتھ سے مقتول ہونا اس حمل حرام کا بھانڈا پھوٹنا قدسیہ محل کا خودکشی کرنا بادشاہ کا اوسکی ماتم میں لذت دنیا سے ہاتھ اوٹھانا

اب ایک واقعہ عجیب و غریب سنیے بادشاہ کو فرزند کی تمنا ہزار دل سے تھی اور آرزو جی قدسیہ محل
کی دل سے ہوا خواہ تھی اوس نے اس بات پر چاہا کہ نطفہ کسی اور شخص کا بادشاہ کے نام سے بہم
پہنچایا جائے لیکن قدسیہ محل کسی دوسرے شخص کی ملاقات پر رضامند نہوئی ناچار مرزا جھو بیگ
پہلا شوہر کو جو طلاق دیکر لکھنؤ سے بخوف گرفتاری کانپور کی طرف بھاگ گیا تھا روپیہ کا طمع دیکر
خفیہ طور سے طلب کیا۔ وہ نا آشنا شہر لکھنؤ آیا تو یہاں سے صندوق مقفل میں اور آلات تحائف
کا تھور کے ساتھ محل سرا میں پہنچا اور کئی مہینے تک پردے میں اپنا کام کیا۔ خدا کے حکم
سے حمل قائم ہوا لیکن بات کتنا چھپا تقدیر چھپتی نہیں گذرا یعنی وہ حمل فرزند نشانی کا ساقط ہوا
اور یہ تحقیق تمام پھیل گئی کہ پیاری نامی محلدارنی نے ملکہ زمانی کے کہنے سے سحر و جادو کر کے
حمل جاتا کیا۔ بادشاہ کو بہت غم و اندوہ ہوا اور اوس محلدارنی کا شمشیر غضب سے کام تمام
کر دیا۔ جب یہ اونکی تدبیر قسمت سے خالی گیا پھر آپ نے دوسری مرتبہ جھو بیگ کو کانپور سے
بلا کر اس خیال سے کہ یہ وہ راز فاش ہو نگ تعجب جانا جس سے بادشاہ نے کو بھی . لکھنؤ میں
قیام اختیار کیا۔ یہاں آتش حسرت فرزند سینے میں مشتعل تھی اور کلام جگر سوز یاس و ملال کے
زبان پر جاری تھے ایک دن ایک خواص خاص نے بادشاہ سے اپنی حفظ حیات اور حرمت
کی سوگند لیکر پہلی ساری کیفیت گوش گذار کی اور کہا کہ نوزائیدہ دائی اس معاملہ سے بخوبی واقف ہے
یہ بات سنتے ہی بادشاہ کو بہت غصہ آیا اور قدسیہ محل کی طرف سے بالکل توجہ پھیر لی اور دائی
کی طلبی کے لئے حکم دیا۔ قدسیہ پردازوں نے جب یہ دیکھا کہ اب راز فاش ہوتا ہے اوس دائی کو
پوشیدہ لکھنؤ سے کانپور کی طرف بھگا دیا۔ اور وہ ہاتھ نہ آئی۔ دریائے غم کی موج بادشاہ کے
سر سے گذر گئی۔ اور بادشاہ کو بے انتہا پریشانی اور اندوہ پیدا ہوا۔ ایک دن قدسیہ محل نے
بادشاہ کی خلوت گاہ میں آنے کا ارادہ کیا ارشاد ہوا کہ اب تجھکو مجھ سے کوئی کام نہیں اور نہ مجھکو تجھ سے
کوئی سروکار باقی ہے۔ قدسیہ محل نے عرض کیا کہ بیشک حضور سے یہ شبہ یہ بات عرض کرتی
کہ خدانخواستہ جس دن سے نگاہ حضور کی نگاہ میری طرف سے پھری اوسی روز زندہ نہوں گی
آخر حیات نذر محبت کر دونگی۔ یہ سنکر بادشاہ نے بے تکلف جواب دیا کہ بیشک کسی کو یہاں
جان نثار راہ محبت نہیں دیکھا جو سینہ آپکو ہلاک کرے۔ قدسیہ محل کے سر پر قضا کھیلی تھی
زہر منگا کر لوازم نوشی تمام کو جو خلیس تھی تفویض کیا۔ اور ادویات مسل آخری کر کے
پوشاک بدلکر حیات وصیت پر آمادہ ہوئی پچاس ہزار روپئے اور کئی ہزار اشرفیاں

توشہ خانہ مین موجود تہین اپنے بیٹے کو جو شہزادہ اول سی تہا بلاکر چار ہزار روپے دیکر کمال محبت کے ساتھ سینے سے لگایا اور پیار کرکے روئی اور کچہہ زر نقد اپنے نوکرون کو دیا اور یاس و حسرت کی باتین کہین خواصون نے بہت فہمایش کی لیکن اہل وانگیر تھی وہ پیا ہوا زہر (نورتی) خانم کے ہاتھ سے لیکر کہا لیا ۱۵ ربیع الثانی سنہ ۱۲۵۳ ہجری مطابق ۲۱ اگست سنہ ۱۸۳۷ء کو یہ واقعہ ظہور مین آیا جب یہ جانکاہ معاملہ محل مین گذرا اور استفراغ شروع ہوا بادشاہ کو کیفیت اسکی کہلی مرزا علی وغیرہ طبیبون اور روشن الدولہ کو طلب فرمایا لیکن قدسیہ محل نے جو جان سے سیر ہو چکی تھی معالجہ قبول نہ کیا۔ غرض اس کشمکش مین ان کا کام تمام ہو گیا۔ اور لاش کمال عزت کے ساتھ کربلا سے نو تعمیر واقع مکارم نگر مین دفن ہوئی۔ بادشاہ نے اس غم مین لباس ماتمی سیاہ رنگ کا پہنا اور لذت دنیای کنارہ کیا ایک مدت تک آنکھ شیشہ و ساغر سے نہ ملائی بلکہ فرط رنج و الم سے یہ کلمات زبان سے سرزد ہوتے تھے کہ مجھکو کسی کی صورت اچھی نہین معلوم ہوتی۔ غرض زندگی بھر اس غم کے ہاتھوں سے نجات نہ پائی۔

تاریخ وفات قدسیہ محل

حضرت قدسیہ بانوئے بیگم عالی صفات — شد بہ از دار فنا سوی جنان ناگاہ رفت
تیرہ و تار از پی تاریخ شد ماتمش — گوئیا تیرہ زمین از برج گردون ماہ رفت
سال تاریخ وفاتش زد رقم کلک خیال — حیف بلقیس زمن پہلوی سلیمان جاہ رفت

عباسی محل

سید مظفر حسین خان جو کچہ دنون مختار الدولہ کی نیابت مین ممتاز رہے انکے فرزند شمس الدین خان نے ایک کسبی گھر مین ڈال لی تھی۔ اس کے بطن سے کئی لڑکیان پیدا ہوئین۔ انہین سے ایک نہایت حسین تھی وہ بادشاہ کی خدمت مین پیش ہوکر منظور نظر ہوئی زیادہ تحسین کرنا اسکی قسمت مین تہا۔ اصل عرف النسا اور عرف مین مشہور کہ عرفیت عباسی محل خطاب تہا۔

عورات مشمولہ محل جنکی تعداد سیکڑون تک پہونچی تھی اور اسامیہو لفظ کے ساتھ مشہور و معروف تہین

بادشاہ نے ایک عیش محل مقرر کیا تھا جسمیں سیکڑوں عورتیں جمع ہو گئی تھیں ان میں ایک گھلکن
بھی تھی جسکا خطاب **صاحبہ محل** تھا ایک کلاونت کی دو بیٹیاں تھیں انمیں سے
ایک کا خطاب **مہتاب محل** دوسری کا **آفتاب محل** تھا۔ اراذل قوم کی اور
بہت سی عورتیں اس محل میں داخل اور صاحب خطاب ہوئیں۔ جب یہ بات شہر اور علاقے میں شایع
ہوئی کہ بادشاہ کا مزاج نسوان پسند ہے۔ کسی پر بند نہیں تو جس کم آبرو کی بہن یا بیٹی خوبصورت
ہوتی وہ اپنی ترقی کی آرزو میں خوشی خوشی لاکر حاضر کرنا فخر سمجھتا۔ اور اکثر نیک چلن اور بد چلن عورتیں
دولت و حشمت کی تمنا میں ہزار زبان و دل سے مشتاق تھیں کہ بادشاہ کے محل تک کسی طرح رسائی
ہو۔ اور بہت عورتوں نے بادشاہ کے محل میں نوکر ہونے کی آرزو پر شوہروں کو جواب دیا۔ بادشاہی
خواجہ سرا اور کہاریاں ہوا کے گھوڑوں پر سوار کوچہ بکوچہ پھرتی تھیں۔ اور خوبصورت عورتوں کو زر و زیور
کی طمع دیکر عیش محل میں پہنچاتی تھیں۔ اگر ان کا کوئی وارث انکار کرتا تو گوشمالی کی نوبت آتی تھی
چھوٹی قوم والوں کا تو یہ حال تھا اور اب ارباب عزت کی آبرو پر آ بنی تھی اور الامان کا لفظ زبانوں پر
جاری تھا۔ بہتوں نے جلاے وطن اختیار کیا۔ شہر پر آفت طاری۔ اور یہ قاعدہ جاری تھا کہ جو عورت
عیش محل میں داخل ہونے کی امید پر دروازہ تک پہنچتی تو وہ عہدہ داروں پہرہ والوں اور دربانوں کے
زمرے میں قیام پذیر ہو کر راجہ درشن سنگھ کے حکم کی منتظر رہتی تھی۔ پہلے راجہ کا نائب اوس کے دیدار
سے دل خوش کرتا پھر اپنے کسی عہدہ دار کو سونپتا۔ اسی طرح زینہ بزینہ درجات طے کرتی ہوئی محل تک رسائی
کی صورت ظہور میں آتی تھی اور اکثر تمت بے نیل مرام سخت بدنام ہو کر جاتی تھیں اور بعض بدوضع
خراب حال دربانوں ہی سے الجھ کر رہ جاتی تھیں۔ بہت کم عورتیں خلوت خانہ شاہی تک پہنچکر آرزوے
دلی سے کامیاب ہوتی تھیں۔ اسپر بھی سیکڑوں عورتیں عیش محل میں داخل ہوئیں انمیں سے اکثر عورتیں
نہایت طرحدار تھیں جنکے دیکھنے سے زن مردہ کی بھوک و پیاس دور ہو۔ بادشاہ کی اس زن پرستی
نے وہ حشر برپا کیا کہ العظمۃ للہ۔ اور اس بدنامی نے یہانتک طول کھینچا کہ یہ خبریں صاحب رزیڈنٹ
تک پہنچیں اور ادھر سے تاکید و ممانعت شروع ہوئی۔

کنگال محل

قدسیہ محل کے انتقال کی وجہ سے بادشاہ کے دل کو ہجوم غم و الم نے وہ پریشان کیا کہ کسی طرح اونکو
عورات عیش محل کی طرف رغبت نہ تھی۔ اور رزیڈنٹ کے کلام نصیحت آمیز بھی کارگر ہوتے تھے

اور یہانتک وحشت بڑھی کہ اکثر اوقات جنگل میں سیر و شکار کے بہانے بسر کرتے تھے اور
کبھی فرح بخش وغیرہ سلطانی مکانوں میں رہتے تھے اسطرح غم غلط ہوتا تھا کہ قدسیہ محل کی یاد میں
کتاب وحشت کا سبق پڑھتے تھے ۔ اور کبھی بی بی پور اور کوٹھی دلکشا میں وہ خفقان جو گریبان گیر
تھا لئے پھرتا تھا عجب قلق اور بے لطفی میں صبح سے شام ہوتی تھی سلطنت کے کاموں کی طرف
ذرا میلان نہ تھا ۔ روشن الدولہ وغیرہ دریاے فکر و انتشار میں ڈوبے ہوئے تھے اور ہمیشہ منصوبے
باندھتے تھے کہ بادشاہ کو کسی گلبدن سرو قامت کے ساتھ مصروف کریں تاکہ یہ کاوشیں اون کے
دل سے دور ہوں اسلئے پہلے قدسیہ محل کی بہن کو جو صاحب شعور تھی تجویز کیا ۔ جب یہ کلام زبان پر آیا
اوسنے کنارہ کیا ۔ اور بادشاہ کی طبیعت بھی اوسکی طرف رجوع ہوئی ۔ اسلئے اوسکی شرطیں نا منظور
کیں روشن الدولہ نے اب دوسری تدبیر کی ایک ناکتخدا لڑکی کو جو باقر علیخان ابن سیف علی خان
سابق چکلہ دار روہیلکھنڈ کے نطفے سے تھی اپنی بیٹی قرار دیکر بڑے طمطراق کے ساتھ جشن شادی
کی آرایش کی جہیز کے سرانجام میں چودہ لاکھ روپیہ صرف ہوئے ۔ دولہن کا خطاب نواب ممتاز الزمانی شاہجہاں
بیگم مقرر ہوا ۔ اور اس تقریب کی بدولت باقر علیخان کے بازار نے رونق پائی اور اس ڈیوڑھی سے
سرکار شاہی پر حاوی ہوئے ۔ اور باقر علیخان کے بیٹے نے جو روشن الدولہ کا داماد تھا اور اس نازنین محل کا
بھائی تھا سراج الدولہ خطاب پایا ۔ اور علاقہ ہی کی تحصیلداری ہاتھ آئی اور بڑی قرار تنخواہیں دونوں
باپ بیٹوں کی سرکار شاہی سے قرار پائیں ان دنوں رتبہ اس محل کا اسقدر ترقی پر تھا کہ کوٹھی فرح بخش
سے آصف الدولہ کے محل تک اطلس کی بیچ کا ... پر بادشاہ کے ہمراہ سوار ہوتی ۔ اوسکی
ماں گنا خانم مرزا مہدی علی خان کی بیٹی تھی محل ہو چکی بیٹی کے ساتھ رہتی تھی اس کے مزاج سے
بیباکی کے ایام کی عادت نہیں نکلی تھی ۔ اسوجہ سے کارپردازی کی فکر میں بہت مصروف تھی
اور جمع روپیہ پر نظر تھی ۔ چنانچہ دو ہزار روپیہ انعام کے لئے ... تقسیم انعام کے لئے مرحمت ہوا تھا ۔
وہ صرف نہ کیا اور بادشاہ سے جو ... آتی تھیں سبھی ہوئی ... کو وہ ... سب ... کر
جمع رکھی تھی ۔ ایکدن بادشاہ نے شیرینی کی فرمایش کی گنا خانم نے بازار سے دو روپیہ کی
مٹھائی منگا دی ۔ جو بادشاہ نے چکھی نہ تھی ۔ یہ خبر سیاہ بادشاہ کے ... مزاج کا باعث
ہوئی آخر آشفتہ ہوتے ہوتے کچھ دنوں کے بعد ... رشتہ ... ہو گئی ۔ اور ایکدن خلوت میں بادشاہ
نے ... کیا ... انہوں نے دو ... حال دریافت کیا ۔ فرمایا کہ یہ عورت میرا گلا گھونٹتی
تھی ۔ ... سے ... میں پڑی ۔ اور کہاروں نے اوس بیگم کو خلوت سے

کشان کشان نکالکر باہر پہنچایا اوس شب ہی کو صحیح بادشاہ کی اوس ہجران نصیب کو نصیب ہوئی
اور کشکال محل نام قرار پایا۔

بادشاہ کا اپنی بیاہتا بی بی مریم بیگم المخاطب بہ سلطان بہو کی زندگی پر اوسکی حقیقی بہن کے حسن و جمال پر جو شوہر رکھتی فریفتہ ہو کر اوس سے نکاح چاہنا اور عفیفہ کے باپ مرزا سلیمان شکوہ کا اس امر کو نامنظور کرنا اسلئے اوسکا لکھنؤ سے خارج ہونا

شاہزادہ سلیمان شکوہ جو شاہ عالم ثانی کے بیٹے اور محمد اکبر ثانی کے بھائی تھے اونکی ایک بیٹی مریم بیگم نام نصیر الدین حیدر سے منسوب تھی اور ابھی اوس سے صحبت و وصلت ظہور میں نہ آئی تھی کہ اوسکی بہن ملکہ بیگم وارد لکھنؤ ہوئی - یہ بیگم مرزا سلیم بخت سے بیاہی تھی مگر یہ بخلاف مذہب شیعہ سنی کے زن و شوہر میں ناموافقت پیدا ہو کر علیحدگی ہو گئی تھی کیونکہ سلیمان شکوہ نے لکھنؤ کی بودوباش کی وجہ سے طریقہ اثنا عشری اختیار کیا تھا - اور اوس میں بہت غلو تھا اور اونکے تمام بیٹے اور بیٹیاں اسی رنگ میں ڈوبے ہوئے تھے - اور مرزا سلیمان بخت خلاف اونکے میر محمدی خلیفہ مولوی فخرالدین کے سلسلے بیعت رکھتے تھے - ہر چند اونہوں نے اپنا رنگ جمایا کہ اوس بیچارہ سنی صحت کو اپنی رنگ پر لاویں مگر اوس کوشش میں کامیاب نہوئے - آخرکار زن و شوہر میں نفاق پیدا ہوا - یہانتک کہ مرزا سلیم نے ملکہ بیگم کو اپنے پاس سے علیحدہ کرکے جانب لکھنؤ رخصت کیا - شہرہ حسن و جمال اوس بیگم کا عام ہو گیا تھا ملکہ بیگم ایک رات اپنے باپ کے گھر سے نصیر الدین حیدر کی دولتسرا کو اپنی بہن کی ملاقات کے لیے گئی - اتفاقاً حسن اوسکا بادشاہ کے منظور نظر ہوا - اور خواستگار عقد ہو

چونکہ یہ امر مرزا سلیمان شکوہ کے عادت شان تھا انکار کیا - اور روز بدبخت کے ذریعے سے یہ بات چاہی کہ ملکہ بیگم بادشاہی محلسرا سے چلی آوے - مگر یہ عقدہ حل نہوا - روزبدبخت نے کہا کہ تمکو بادشاہ کی محلسرا کا اندرون شہر ایسا ہے کہ کچھ نہیں ہو سکتا سلیمان شکوہ نے کہا کہ تم بلا کر دو اوسکا سوال تھا کہ بیگم سے شکایت کے ساتھ ملایا - اور اس معاملہ میں مدد چاہی - اوس نے لکھنؤ میں بادشاہ سے ملاقات کرکے محلسرا سے ملکہ بیگم کا رخصت ہونا چاہا - جہاں پناہ نے دیکھا کہ اب اسکا

استغاثہ کلکتے مین گورنر جنرل کی کونسل تک پہونچیگا مجبور ہوکر اجازت دی۔ کرنیل ڈیوڑھی پر جاکر ملکہ بیگم کو برضا خواہ بے ضابطہ سوار کروالا یا اب آتش قہر سلطانی مشتعل ہوئی۔ اور سلیمان شکوہ کے شہر سے نکل جانے کا حکم صادر ہوا۔ یہ ہزارون روپیہ کے قرضدار تھے۔ قدم نکالنا شہر سے سخت دشوار تہا اور قرضخواہون کو بادشاہ نے حکم دیدیا کہ زرقرضہ اپنا جسطرح چاہو لیلو اور شاہزادے کو حکم تہا کہ زر بالیائے لکھنؤ کا زرقرض جس صورت سے ہوسکے ادا کرو۔ اور وہ سات ہزار روپیہ مہینہ جو سعادت الدولہ کی بدولت مقرر ہوا تہا موقوف ہوا۔ ناچار کرنیل کالنز نے اپنی پاسداری حق کے لحاظ سے چالیس ہزار روپے نقد اپنے پاس سے دیکر زرقرضہ ادا کیا اور شکم اپنے کام کا کہالیا فقط ساہ بہاری لال کا روپیہ جو نامدر رقم تھی باقی رہا اور مرزا سلیمان شکوہ

فضل حسین کی زوجہ کا بادشاہ کے محل مین جانے کی خواہش کرنا اور شوہر کی بڑی کوشش سے میرمنشی ریذیڈنسی کی بدولت اس بلا کا اوسکے سر سے ٹلنا

جب شمس الدولہ نے بنارس مین قضا کی اونکی زوجہ حضرت بیگم بنت مرزا اپنا شوہر کے مال و اسباب پر قابض ہوئی جب شمس الدولہ کی اولاد عمر تمیز کو پہنچی بڑے بیٹے اقبال الدولہ لیق اور صاحب علم تہے وزارت لکھنؤ کی تمنا مین اونکے ساتھ کلکتے اور لندن تک پہنچے اور دوسرے بیٹے جنکا مزاج لاابالی تھا تہوڑے دنون مین بہت سا روپیہ خرچ کیا۔ آخرکار دونون بہائیون مین آتش نزاع بہڑکی۔ بنارس سے لکھنؤ مین آئے۔ فضل حسین علی ایک نہایت دانشمند آدمی بنارس کا رہنے والا اون کا رفیق تہا۔ مگر یہ شخص تماشبین تہا اسکی زوجہ نے کسی تقریب سے محل بادشاہی مین جانا چاہا اور رسم پیام جاری کی۔ نصیرالدین حیدر جو ہزاردل سے اسطرح کے پیام و سلام کے مشتاق تہے اوس کے طلبگار ہوئے فضل حسین نے التفات حسین خان میرمنشی ریذیڈنسی کی وساطت سے ہزار ہا خرابی اس رسوائی کو رفع کیا سو رسید لو بلا سے ولے بخیر گذشت

بادشاہ کی اتالیق کے بیٹے آغا میرزا کی کیفیت

بادشاہ کی انّا کی ثروت اس درجے کو پہنچی تھی کہ اوس کے داماد میر نوروز علی نے جناب عباس کی درگاہ کے قریب محلہ رستم نگر میں ایک عالیشان عمارت بنائی اور امام باڑہ کو لاکھوں روپے کے شیشہ و آلات وغیرہ سے سجایا۔ اس انّا کے بیٹے آغا مرزا کی سرکشی حکومت کے ساتھ اس نوبت پر تھی کہ حکیم مہدی علیخان کا رنگ پھیکا تھا۔ اسکی بے اعتدالی اور ستم شعاری نے خلق اللہ کو ایسا بے چین کیا کہ ریذیڈنٹ تک استغاثہ ہوا۔ اور اوس نے بادشاہ تک پہنچایا پھر بھی آغا مرزا اپنی ناشائستہ حرکات سے باز نہ آیا۔ اس کے معاملات میں کوتوال کی دال نہیں گلتی تھی اور عدالت کا عملہ اسکی شرارت سے عاجز تھا چونکہ بیس لاکھ روپے کا آدمی تھا نوروز علی نے حسب مقتضا کی کربلا تال کٹورہ میں ضریح کے قریب اوس کا مدفن تجویز ہوکر تکرار کی نوبت آئی وارثان خدا بخش نے ریذیڈنسی میں استغاثہ کیا مگر کچھ نہ چلی۔

بادشاہ کے مزاج میں آنوجی کی مداخلت

بخشن جو الفت جو راجہ جھاؤلال کے گھر میں پڑ گئی تھی اوس کی خواصوں میں سے ایک خواص آنوجی کہلاتی تھی اور پانڈے صاحب سے جو راجہ بالکشن کا بھائی تھا آنوجی کی آشنائی تھی اوس سے آنوجی کے دو بچے بھی پیدا ہوئے تھے جب جھاؤلال کا ستارہ اقبال گیا اور عیش کا رنگ عشرت زائل ہو کے خراب کیا تو آنوجی نے اشرف آباد کے ایک کایستھ کے ساتھ جو جھاؤلال کے رشتہ داروں میں سے تھا تعلق پیدا کر لیا اور ایک بچہ اس سے پیدا ہوا معتمد الدولہ آغا میر کی وزارت کے دوران میں روشن الدولہ سے جیسا اوس کا علاقہ متعلق تھا تو یہاں اون کے گھر اکثر معاش کے لیے آنے جانے لگی جس زمانہ میں نصیر الدین حیدر کو پھر مرض لاحق ہوا تو روشن الدولہ کی سفارش اور سعی سے آنوجی کو نصیر الدین کی دولت ملازمت نصیب ہوئی اور یہاں تک اسکو واقفیت حاصل کی بادشاہ کے مزاج میں بھی دخل پیدا کر لیا۔ چنانچہ بادشاہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ اگر آنوجی ایک لحظہ کو میرے پاس سے جدا ہوتی ہے تو تمام دن میرے تخفیف کی نا شدنی ہو جاتی ہے آنوجی نے رفتہ رفتہ مشوروں میں شریک ہو کر ملکی معاملات میں دخل پیدا کیا یہاں تک کہ روشن الدولہ کی وزارت اور سبحان علیخان کی نیابت اوس کے ذریعے سے قرار پائی تھی۔ آنوجی کے بیٹے سکندر اور علیخان نے نہایت عمدہ عمارات اور ایک عالیشان تالاب گنج میں بنوائی۔ قدم رسول محل کھیرا سے پانچ ہزار روپے روزینہ شخص موصوف کو تقسیم کرتا تھا۔ آخر جمعہ اوس کے دستخط

اور یہ بھی تواضع اور محبت کے ساتھ ہر ایک سے پیش آتا تھا دل میں لاکھہ وہ پولی کا آدمی مشہور تھا تمام امور شاہی کا حل و عقد اس سے متعلق تھا جس وقت راجہ لال جی انگریزی نوکری چھوڑ کر لکھنؤ میں آیا تو اوس نے بخشی گری کے لیے درخواست کی اور یہ بات لوگوں کے سامنے بیان کی کہ اگر یہ صورت ظہور میں نہ آئی تو روشن الدولہ کا منصب وزارت پر رہنا سخت دشوار ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ اوسکی زبان سے آتو جی کی پشت گری سے نکلا تھا اور وجہ اسکی یہ تھی کہ لال جی راجہ جھاؤلال کے خاندان میں سے تھا اور آتو جی کی آغوش تربیت میں پرورش پائی تھی - آتو جی کے خواص اور روزمرہ کار وہ مرتبہ بلند رکھتے تھے کہ عمائد شہر اونکی توجہ کے آرزومند تھے -

براتی خانم - جگنا خانم - نوروزی خانم کا رسوخ

براتی خانم قوم مغل سے ایک عورت تھی بادشاہ اسکو اپنی زبان سے دوا (یعنی پرورش کرنیوالی) کہا کرتے تھے - باورچیخانہ خاص سلطانی اس عورت سے متعلق تھا - جگنا خانم - اور نوروزی خانم براتی خانم کی پیشدستی میں تھیں انکی دولتمندی اور عزت بھی شایان شان تھی - براتی خانم کی دو بیٹیاں تھیں - ایک کی شادی مرزا ذاکر علی بیگ مغل کے ساتھ ہوئی تھی - اس تقریب شادی میں بادشاہ آپ شریک ہوے اور اکثر روپیہ سامان جہیز میں دیا - اور دوسری بیٹی شیخ علیجان سے بیاہی تھی جو ملا فقیر فضل حسین ٹانڈوی کے خاندان میں سے ایک بڑا آدمی تھا - براتی خانم کی یہ آبرو تھی کہ اکثر روشن الدولہ اپنے وزارت کی اصلاح کے لیے دریچہ اوس کے پاس جاتا تھا سانٹھہ ہزار روپیہ ہمیشہ مصارف خاصہ بادشاہی (خاص بادشاہ کا کھانا) براتی خانم کے ہاتھ سے صرف ہوتا تھا - اور بادشاہ کے دل میں اوس کا اعتبار و اعتماد تھا کہ خاصے پر اوسکی مہر لگتی تھی - براتی خانم کے دونوں داماد اور تیسرا بیٹا شیخ علیجان بیشتر مغل پرست اور لا ابالی مشرب تھے - انھوں نے بھی بڑی بڑی عمارتیں بنوائیں - جگنا خانم اور نوروزی خانم کے شوہر و اقربا بھی امیر کبیر تھے اور آنکھوں میں شراب نخوت کا نشہ چڑھا رہتا تھا - یہ لوگ علاوہ نمائشی اشیاء کے عشرہ محرم میں تعزیہ داری بھی دھوم دھام سے کرتے تھے -

کٹوری والی - آبخاصہ والی - حلوائیاں - مغلانیاں - خواصین اور اونکے بناؤ کے مصارف

بادشاہ کی چھلوری والی اور آب خاصہ والی بہی ہر ایک صاحب مرتبہ اور دولتمند تھی کہ اس رنگ دھنگ مین اکثر ارباب خاص چلتے تھے انکے سوا دو تین فرقے اور تھے ایک فرقہ حلب الیون کا تہا کہ دو دو سو تین تین سو روپیہ ماہوار تنخواہ تھی۔ کم سے کم پچاس روپیہ ماہوار سے کوئی کم تنخواہ دار نہ تھی اور رقومات انعام وغیرہ کی انتہا نہین اُنکا پُر تکلف لباس نہایت بیش قیمت ہوتا تھا کہ ایک ایک دوپٹہ چار چار ہزار روپیے مین تیار ہوتا تہا۔ خلاصہ یہ کہ کہ جس تکلف کی پوشاک اور نفاست کا زیور نصیر الدین حیدر کے محلات مین عورتون کے پاس تھا شاید نورجہان اور زیب النسا کو بھی وہ نصیب ہوا ہو ان حلب الیون کی تعداد پچاس تھی اور ہر ایک نوبت بنوبت رات کو چوکی صحبت بادشاہ مین منصب اور ہم پیالہ وہم نوالہ رہتی تھی سان گگنہ تون کا شہر مین وہ رنگ جما تہا کہ بڑے بڑے گھر کی عورتین محل کی نوکری کی آرزو مین ہزارون روپیے قرض لیکر نذرانے دیکر نوکری حاصل کرتی تھین۔ تریاران اسی وقت سے عبارت ہے۔ اور سوا حلب والیون کے دو فرقے عورتون کے اور تھے۔ ایک فرقہ مغلانیون کا اور دوسرا خواصون کا۔

گنگا ملاح اور دلجیت چھڑکاو کرنے والے اور شیودین بہاٹ کی دولتمندیاں اور عروج

گنگا نامی ملاح راجہ درشن سنگہ کی نیابت کے مرتبے کو پہونچ گیا تہا۔ اس شخص کو کارخانہ وزارت مین بڑی دخلت حاصل ہوگئی تہی۔ بادشاہ کی مہربانی روشن الدولہ کو پہونچاتا رہتا۔ دو تین لاکھ روپیہ سے زیادہ اسکی دولت کا شمار رہتا تہا۔ اور اس کے علاوہ ہزارون روپیہ کی عمارت تیار کرائی تھی۔ تین سو گہوڑے واسطے سرکار شاہی اسکے حکم کے نوکر تھے کہ سواری پر چھڑکاو کرتے رہتے اگر دہول بجاتے تھے۔ ان مین سے دلجیت نام ایک نے بڑی ترقی کرکے وہ آبرو حاصل کی کہ نصیر الدین حیدر کے عہد مین دو سو ملاح اور لوبان دان شاہی کی، دو سو دو سو والی تہا ... جنکے ساز مرصع اور نیلے ... طلائی و نقرئی تھے۔ او کئی لاکھ روپیے اوس کے مکان سے ضبط ہو کر سرکار شاہی مین داخل ہوئے۔ شیو دین خلیلی قوم بہاٹ ایک گانون کا رہنے والا بادشاہ کے حضور مین ترقی پاکر منصب داری کو پہونچ گیا اور اوس کو یہ عروج حاصل ہوا کہ تیس تیس چالیس چالیس لاکھ روپیے کے ملک کے ناظم اور نکیلا اسکی حمایت کے تحت مین رہتے تھے

راجہ درشن سنگھ کورمی کا زور شور

راجہ درشن سنگھہ نالب جنگ قوم کا کوری تھا نواب سعادت علی خان کی اردلی مین رہتا تھا حکیم مہدی علی خان کی وزارت کے زمانے مین اوس کا وہ رنگ چمکا کہ بادشاہ کے مزاج مین بخوبی جگہہ پائی۔ ڈیوڑہیون کا انتظام اور چوکی پہرہ خاص کی نگرانی اوس سے متعلق تھی۔ خائن اور دزدی پیشہ آدمیون کا بندوبست بھی اوس کے سپرد تہا۔ بہت سے زمیندارون سے گنجایشی علاقہ مستاجری مین اپنے متعلقین کو دلاتے۔ عالی شان ناظمون کی یہ قدرت نہ تھی کہ اون کے دیہات متعلقہ مین دست اندازی کرتے اور اہل دفتر کو مقدور نہ تہا کہ سرکاری جمع طلب کرتے۔ گویا وہ تمام دیہات زرخیز اوس کی جاگیر مین تھے۔ جو کچہہ دل مین آیا دست برداشتہ دیدیا۔ روشن الدولہ نے اپنی وزارت کے دنون مین اوس کے ہاتہ سے ایک دم آرام نہین پایا نظارۂ غضب سلطانی مشہور تہا اوس کا حلیہ یہ تہا۔ سیہ فام۔ بلند قامت زشت صورت۔ غیور طبع۔ بیمروت لیکن باوجود اس کے اپنے کارِ عہدہ مین عدالت اور انتظام جاری رکھنے مین اورون سے بہتر تہا۔ خدمات شاہی مین اتنی جانفشانی کرتا تھا کہ رات بھر مین دو چار گھڑی سے زیادہ نہ سوتا تھا۔ ہر وقت کمر بندھی رہتی تھی۔ اوتنی مہلت نہ تھی کہ ایک گھڑی کمر کھولتا۔ سالہا سال اوسی بیدار مغزی اور جانفشانی مین گذرے کہ اس رتبہ امارت کو پہنچا اوس سے بہتر لطف حکمرانی دوسرے کو نصیب نہوا۔

دھنیا کہاری کو فضل النسا خطاب اور چودہ پارچہ کا خلعت مع سپر و شمشیر ملنا۔ بادشاہ کا کئی چھریان قیمتی توڑ ڈالنا ہر ایک چھری کا دھنیا کے بدلے چھوانا اوس کا بادشاہ کے ہاتہہ سے لے بہاگنا اور اسطرح سب چھریان کہو لیجاتا۔ دلوی کہاری کے عروج کا یہانتک ترقی کرنا کہ روشن الدولہ کا اپنی وزارت کے استحکام کے لئے اوس سے آشنائی کر لینا۔ چار پانسو پری پیکر عورتوں کے غول کا بادشاہ کی سواری کے جلو مین چلا کرنا دہنیا کی وجہہ سے فقیر محمد خان اور درشن سنگھہ کا ذلت اٹھانا

دھنیا مہری اور دلوی مہری۔ یہ دو کہاریان چہوٹی بڑی مشہور تہین۔ دھنیا کہاری دو سو کہاریون کی افسر تھی۔ بادشاہی ڈیوڑھی کی نظارت اور نوا سعوت و غیرہ کو سزا دینا اہل محل کو ہدایت کرنا اوس سے متعلق تہا۔ اور

محلات اوس کے سپرد تھے - افضل النسا خانم خطاب تھا - اور چودہ پارچہ کا خلعت مع سپر و شمشیر بادشاہ نے
اوس کو دیا تھا - جب اس کو پورا عروج حاصل ہوگیا تو عالی شان عمارات اور مساجد اور امام باڑے کی تیاری
شروع کی - اور ایک قطعہ زمین فقیر محمد خان سے اپنے واسطے طلب کیا - اونہوں نے ٹکا سا جواب انکار کے
ساتھ دیا - دھنیا نے بادشاہ تک اس معاملے کو پہنچایا - بادشاہ نے ترش ہو کر فرمایا کہ فقیر محمد خان کس کا نوکر ہے
اوس کو شہر سے نکالو - مگر روشن الدولہ نے جو دیکھا کہ دھنیا چاہتی ہے کہ فقیر محمد خان کی کمائی میں ڈالکر چٹنی کرے
اونکو لاکھوں روپیوں کا مستاجر قرار دیکر حکم اخراج منسوخ کیا - آخر اس تقریب میں کچھ دنوں کے بعد مجبور ہو کر مرزا گنج
کی طرف رخصت کیا - یہ قدر و منزلت ایک ذلیل کہاری کی روشن الدولہ اور فقیر محمد خان کے مقابلے میں تصور کرنا چاہیے
خان مذکور بھی اسقدر افسردہ دل اور شکستہ خاطر لکھنؤ سے گئے کہ کارخانے میں جسقدر مرغ وغیرہ اور بیگرون
روپے کا غلہ تھا بارکشی کی دقت کی وجہ سے محتاجوں کو دیدیا - جب سبحان علی خان نے دیکھا کہ دھنیا کا رنگ بخوبی جما
تو اوس کے ہاتھوں سے راجہ درشن سنگھ کو پامال کرلینے کی فکر کی - اور اوس کے کان بھر کر آمادہ کیا ایک دن دھنیا
نے کچھ کہا نذر آئمہ کا بادشاہی محلات میں بھیجا - درشن سنگھ نے مخالفت کی - دھنیا نے آشفتہ ہو کر بہت لعنت
ملامت کی اور بادشاہ نے بھی دھنیا کی طرفداری کی - راجہ درشن سنگھ سبحان علی خان کی عزت کا دشمن جانی بنگیا -
دھنیا مہری بادشاہ کے انعام و اکرام سے اسقدر مالامال ہوئی کہ بیان سے باہر ہے - اوس دادو دہش کا ایک نمونہ
یہ ہے کہ ایک دن بادشاہ نے ایک چوبی چھڑی سے عالم نشاط میں آہستہ آہستہ دھنیا کو مارا اوس شوخ چالاک نے
عرض کیا کہ اگر یہ چھڑی موتیوں کی ہوتی تو آبرو کا باعث تھی - بادشاہ نے حکم دیا کہ اسقدر چھڑیاں آبدار موتیوں کی تیار ہوں
چنانچہ کئی چھڑیاں بنیں - ہر ایک چھڑی کا طول میں گز بھر سے زیادہ اور دور میں دو انگشت سے کم نہ تھی - اور بڑے بڑے
آبدار موتیوں کی لڑیاں گندھکر ہر ایک چھڑی ان سے بنی تھی - دس بیس مثقال سے کوئی موتی وزن میں کم نہ تھا
جو چھڑی بادشاہ اوس مہری کے چھواتے وہ چالاکی کے ساتھ شوخی حسن و ادا دکھا کر بادشاہ کے ہاتھ میں سے
لیجاتی تھی - چنانچہ اسطرح کئی جواہر نگار چھڑیاں اوس کے ہاتھ آئیں - اور ڈلوی کہاری بھی بادشاہ کی ایسی منظور
مہربانی تھی کہ روشن الدولہ نے اپنے تئیں منصب و آبرو وغیرہ کے لئے اوس سے آشنائی کرلی - چار پانسو عورتیں
پری پیکر خوبصورت ملازم سلطانی ان مہریوں کی ہمراہی میں تھیں - ایک سے ایک حسن و جمال میں غیرت آفتاب و ماہتاب تھی
سن و سال میں کوئی پری رخسار بیس پچیس برس سے زیادہ نہ تھی - یہ عورتیں پر تکلف پوشاکوں اور زیوروں سے آراستہ رہتی تھیں
ہر وقت عطر سے معطر ہوتی تھیں اکثر امرائے تماشبین ان دلفریبوں سے شب کو با آرام کرتے تھے - اور لکھنؤ کے
نوجوان طرحداران پر مرتے تھے - شہر کی طرحدار رنڈیوں کا بازار ٹھنڈا ہوگیا تھا - یہ سب عورتیں بادشاہ کی سواری کے
ساتھ رہتی تھیں جسوقت اس حسن و تجمل کے ساتھ سلیمان جاہ کی سواری ہوادار پر تخت سلیمان کی طرح روش بروش

جالی تھی ۔ اوس حلبے کے دیکھنے والون کو عالم قاف نظر آتا تھا ۔

مکّا درزی

مکّا نام ایک درزی حیدر آباد کا رہنے والا بادشاہی لباس سیا کرتا تھا اور محلات شاہی کی فرمائشیات بھی اوس سے متعلق تھی تین لاکھ روپئے سالانہ سے زیادہ اس کارخانے کا صرف تھا ۔ ملک مین سے اسقدر آمدنی کی جائداد اوس کو دیدی گئی تھی ۔ اور کبھی خزانے سے زر نقد اوس کو ملتا تھا ۔ نہایت سخی آدمی تھا ۔ گومتی کے پار ناکہ کربلا کے قریب عمارات عالی تیار کرائی تھین ۔ اور کٹرہ تعمیر کیا ۔ اور مکّا گنج جو اوس زمانے مین نہایت آباد تھا ۔ بنایا مسجد اور سراے بھی بنوائی مسافرون کو خواہ ہندو ہون یا مسلمان اس سراے مین کھانا تقسیم ہوتا ۔ اکثر دیہاتی طوائفون کے ڈیرے اس سراے مین پڑے رہتے تھے ۔ لاکھون روپیون کا آدمی تھا اوس کے نوکر چاکر خوش و خرم نعلین بجاتے تھے ۔

نواب سعادت علیخان کے جمع کئے ہوئے خزانے کا نصیر الدین حیدر کی بے پروائی سے برباد ہوجانا

نواب سعادت علیخان نے نقد چودہ کرور روپئے سے زیادہ جمع کئے تھے اور کہا کرتے تھے کہ چند کوڑیان روز بیچ سپاہ کے ایک دن کے چنے کھانے کے لئے جمع کی ہین ۔ یہ تمام روپیہ رائیگان خرچون مین صرف ہوا کہ نہ متاع آخرت ہاتھ آئی اور نہ دنیا کا کام بنا ۔ نواب سعادت علی خان نے ایک کرور روپئے جلال الدولہ کی ماں خاص محل کے پاس کسی مصلحت سے رکھ دئے تھے ۔ اور ایک کرور روپئے شمس الدولہ کے سپرد کئے تھے اور چوراسی لاکھ روپئے نواب نصیر الدولہ کے تفویض کئے تھے ۔ اور دو کرور روپئے خزانہ سپاہ مین جمع رکھی تھی اور آٹھ کرور روپئے خزانہ عامرہ مین رکھے تھے جسکے کوٹھے پر مہر لگی ہوتی تھی غازی الدین حیدر کے وقت مین اوس مین سے بہت سا روپیہ صرف ہو کر تخمینًا ساڑھے چھ کرور روپئے خزانے مین باقی تھے ۔ وہ نصیر الدین حیدر کے ہاتھون سے اسطرح خرچ ہوئے کہ ابتدائے جلوس مین دو کرور روپئے کے قریب خرچ مین آئے اون مین سے نقد باون لاکھ روپئے تو معتمد الدولہ آغا میر کو اور تین لاکھ روپئے سبحان علی خان کو عطا کئے تھے اور میر فضل علی خان اعتماد الدولہ کی معرفت رنگ محل کے تنقیہ کے لئے کرور روپئے اور خود اعتماد الدولہ کے تنقیہ کے واسطے چوبیس لاکھ روپئے پیش کئے تھے اور بارہ لاکھ چالیس ہزار روپئے ملکہ زمانیہ وغیرہ کے

وثائق کی بابت دیے گئے تھے اور یہ وثائق کے روپے اعتماد الدولہ کے عہد وزارت میں رکیٹ صاحب رزیڈنٹ کے ذریعہ سے سرکار کمپنی میں داخل ہوئے تھے ۔ اور منتظم الدولہ حکیم مہدی علیخان نے اپنی وزارت کے زمانے میں ایکبار بائیس لاکھ ستر ہزار آٹھ سو چھپن روپیہ لونٹ کی خریداری کے نام سے نکلوالیے اور ایکبار پچاس لاکھ روپیے سپاہ کی تنخواہ بیباق کرنے کے واسطے خزانے میں سے لیے ایکہ باقی ارباب نشاط پر صرف ہوئے۔

نواب روشن الدولہ وزیر اعظم کے انتظامات

۱۴ جمادی الاخرے ۱۲۴۸ ہجری مطابق ماہ نومبر ۱۸۳۲ء کو روشن الدولہ وزیر ہوئے ۔ ان کا نام محمد حسین خان اور عرف مرزا تھا اور خطاب روشن الدولہ منیر الملک محمد حسین خان بہادر قایم جنگ ہے ۔ اور اشرف علیخان ابن بندہ علیخان ثانی کے بیٹے ہیں نسب ان کا مادری اور پدری دونوں واسطوں سے علی مردان خان فیروز جنگ تک پہنچتا ہے ۔ جنکو شاہجہان کے عہد میں امیر الامرائی کا منصب حاصل تھا ابتدا میں وہ شاہ عباس ماضی کے سردار تھے اور شاہ کی طرف سے قندھار کے گورنر تھے شاہ صفی سے نمک حرامی کر کے قلعہ شاہ جہان شاہنشاہ ہندوستان کے نوکروں کے سپرد کر کے شاہ جہان کے پاس چلے آئے ۔ ہشت ہزاری منصب پایا گو ایران میں خاندان صفویہ کے ساتھ نمک حرامی کی ۔ مگر ہندوستان میں اپنی دانائی اور وفاداری اور انتظامی لیاقت کی وجہ سے تمام امرا پر فوقیت لیگئے تھے یہانتک کہ بادشاہ اونکو مخاطبات میں یار وفادار فرماتے تھے ۱۰۶۸ ہجری میں انتقال کیا ۔ روشن الدولہ معتمد الدولہ آغا میر کے سمدھی تھے غازی الدین حیدر کے عہد میں جنگلہ بسواڑہ کے ناظم تھے ۔ جب منتظم الدولہ حکیم مہدی علیخان کو نصیر الدین حیدر نے معزول و مقید کیا تو روشن الدولہ نے خلعت و قلمدان وزارت پایا ابتدا سے عہد وزارت میں روشن الدولہ کی طبیعت احتیاط پسند تھی اور صاحب رزیڈنٹ اور صاحبان کونسل کلکتہ کی رضا جوئی منظر رہتی تھی ۔ روشن الدولہ نے اپنی وزارت کے استحکام کے لئے اور گورنر جنرل کے یہاں ناموری حاصل کرنے کی غرض سے یہ تدبیر کی کہ مولوی اکرام حسین کو جو ان دنوں رخصت لیکر اپنے وطن میں آئے ہوئے تھے اونکے بیٹے میرن کی معرفت بلایا اور کلکتے کی سفارت کا عہدہ اونکے سپرد کیا ۔ یہ مولوی صاحب کپتان بنسن کے بڑے دوست تھے اور کپتان صاحب کو گورنر جنرل کی خدمت میں بہت تقرب حاصل تھا ۔ جب مولوی اکرام حسین کلکتے میں پہنچے تو گورنر جنرل نے سفارت مذکور پر اونکی تعیینات کی وجہ سے بہ نظر مصلحت منظور فرمائی ۔ مولوی صاحب نے کپتان کی معرفت گورنر جنرل کے کان میں بادشاہ اور وزیر کے محامد ڈالکر دونوں جہان روشن الدولہ کے انتظام کی تعریف میں حاصل کر کے لکھنؤ کو پہنچیں

منشی التفات حسین میر منشی رزیڈنسی کو چونکہ رزیڈنٹ کے مزاج میں زیادہ مداخلت تھی روشن الدولہ نے میر منشی
کی رضا جوئی کی غرض سے رسول آباد کے علاقے کی اصلی جمع میں سے ستر اسی ہزار روپئے کمی کاغذوں میں
کمی کر کے غلام حسین خان برادر منشی مذکور کی مستاجری میں دیدیا یہ علاقہ روشن الدولہ کے آخر عہد تک ان لوگوں کے پاس رہا
اور مولوی غلام نبی کشمیری کو جو سابق میں مرزا جنگلی صاحب فرزند نواب شجاع الدولہ کی طرف سے کچہری رزیڈنسی
میں دکانوں اور عمارات کے مقدمات میں پیروی کے لئے آمد و رفت رکھتا تھا روشن الدولہ نے منشی التفات
حسین خان اور مسٹر ... صاحب اسسٹنٹ رزیڈنٹ کی سفارش کی وجہ سے پہلے عمارت کوٹھی رزیڈنسی
کی داروغگی پر مقرر کیا اور دو سو روپئے ماہوار تنخواہ کر دی۔ پھر پانسو روپیہ مقرر کر دیے اور عہدہ سفارت
رزیڈنسی کا خلعت ملا یا خان مذکور نے عہدہ سفارت کو جو تنزل پذیر تھا خوب مستحکم کر دیا جب روشن الدولہ
کی وزارت کو تھوڑی استقلال حاصل ہو گیا تو جرنیلی کا خلعت اپنے بڑے بیٹے مرزا محمد حسن کو دیا۔ اور اودھ کی
نیابت برابر راجہ لال جی آنوجی کی سفارش سے مقرر ہوا اور سبحان علی خان کے ہاتھ میں وزارت کے تمام کاموں کا
حل و عقد تھا۔ مرزا محمد حسن جرنیل کی ماں کو بادشاہ نے خلعت اور سکھپال دیا۔ مرزا حاجی صاحب نیابت
کے لئے خیالی پلاؤ پکا رہے تھے جس وقت روشن الدولہ کو یہ امر تحقیق ہوا کہ محلات کے ذریعہ سے ......
نیابت کا سوال و جواب ہو رہا ہے تو روشن الدولہ نے منتظر حفظ ما تقدم مرزا حاجی صاحب کو حکم دیا کہ محمد
کے ساتھ کانپور کو چلے جائیں یعنی اب دوسری بار ان کا اخراج شہر سے ہوا۔ اور جو لوگ روشن الدولہ کے
رفیق قدیم تھے انکو بڑے بڑے کام ملے چنانچہ منشی جھنگا نام ایک قصباتی آدمی کو جو سابق میں سرکاری
مال کے غبن کرنے کی علت میں ملزم ہوا تھا خانساماں بنایا۔ اور شیخ ہدایت علی اور جعفر علی کو دیوان خانے
کا داروغہ کیا اور میر شبیہ علی کو جو ایک مسخرہ آدمی تھا اور دوسروں کی نقالی کو علی قدر مراتب بخوبی بڑی
تمیز ہونے کے ساتھ کارخانوں پر مامور کیا اور روشن الدولہ کے بھائیوں کا دو دو تین تین سو روپیہ دینا
مقرر ہوا اور روشن الدولہ نے امیر مرزا اپنے قریبی رشتہ دار کو نواب گنج کا علاقہ تفویض کیا اور شیخ احمد بخش
اور مولوی کرامت علی اور منشی ظہیر الدین اور شاہ قطب اعظم اور حکیم میر الو وغیرہ بھی عمدہ عمدہ مناصب سے
فیضیاب ہوئے اسوقت امور سلطنت کے انتظام میں تنزل اور وزارت کے معاملات میں ترقی نصیب
عہد منتظم الدولہ کے تھی اور عدالت العالیہ کا کام شرف الدین خان رفیق مسٹر لوسم پر جو سبحان علی خان سے
اتحاد رکھتا تھا بدستور بحال رہا اور شہر کی کوتوالی مستفا بیگ کے مرنے کے بعد علی رضا بیگ کے نام قرار پائی
اور روزنامچہ کی تحویل جو خزانہ سلطانی سے پائی سے آتی تھی اور انگریزی نوٹوں کی خرید و فروخت اور
نیلام خانہ اور وزارت سرکاری کی ... مظفر حسین خان بن سبحان علی خان سے ہوا اور علاقہ بیچ

اور تھا نجات محالات کی خدمت سبحان علی خان کے پاس خاطرست نورالدین حسین خان بن قطب الدین
حسین خان سے جو اپنے باپ سے آزردہ ہو کر چلے آئے تھے متعلق ہوئی اور پانسو روپیہ تنخواہ مقرر ہوئی
اور چکلہ سلطانپور راجہ بختاور سنگھ المخاطب راجہ بہادر کے پاس رہا اور کچھہ دولت مند خان سے ابتدا
سے اس علاقے میں خاک ویرانی اور ابتدا میں امانی کا طریق جاری تھا بعد اس کے اس نظامت
پر احسان حسین خان ولد سبحان علی خان مقرر ہوئے اور روشن الدولہ کے آخر عہد وزارت تک انکی
تبدیلی ظہور میں نہ آئی احسان حسین خان کی نیابت میں کبھی خادم حسین خان مامور ہوئے اور کبھی
قطب الدین حسین خان - گو احسان حسین خان کی خصوصیت روشن الدولہ کے ساتھ اسبات کی مقتضی
نہ تھی کہ اس نظامت سے وہ جدا ہوں مگر ایک عجیب سانحہ روبکار ہوا کہ احسان حسین خان اور ایک زمیندار
کے درمیان جنگ ہوئی - زمیندار مذکور شکست پاکر انگریزی حکومت کی سرحد میں چلا آیا فوج شاہی نے
اوس کا تعاقب نہ چھوڑا اتفاق وقت سے بعض انگریزی رعایا اس سپاہ کے ہاتھوں پامال ہوئی اس
مواخذے میں اوس علاقے کی حکومت دوسرے کے نام پر تبدیل ہوئی - مگر روشن الدولہ کی خدمت میں
اون کا اقتدار ترقی پکڑ رہا تھا چنانچہ علاقونکی مستاجری اور امانی پر احسان حسین خان کی تجویز سے عامل
مقرر ہونے لگے - عزل ونصب بالکل اونکے قابو میں تھا -

روشن الدولہ وزیر اعظم اور اونکے صلاح کارونکی وجہہ سے سلطنت کے سرکام میں تباہی پڑنا خزانے میں ملک کی آمدنی جمع نہونا بلکہ خزانے سے روپیہ نکلتے نکلتے اوسکا خالی ہو جانا تحصیل زر کے لئے دولتمندونکو عہد دینا

آمدنی ملک کا خزانے میں داخل ہونا موقوف ہوا معتمد الدولہ آغا میر کے عہد کا نقشہ پھر قایم ہو گیا -
کبھی ظفر الدولہ بادشاہ کے کان کھولتے تھے - وہ ایک روز تاکید باقی اور تشخیص ظاہری صورت
ظہور میں آتی تھی - باقی نہ ملتی - آخر کار خزانہ عامرہ زر نقد سے خالی ہوا - بادشاہ کے مصارف کی
کثرت نے روشن الدولہ کو تنگ پکڑا اور روشن الدولہ کے اخراجات بھی بڑھے ہوئے تھے - ملک آمدنی
کفایت کرتی - آخر کار خرابی کی صورتیں پیدا ہونے لگیں - معقول اور دولتمند لوگوں کے لئے عہدہ

خدمتین اور معقول عہدے تجویز ہونے لگے تاکہ ان سے نذرانہ یا پیشکش کے طور پر روپیہ ہاتھ لگے
یا کچھ ترمن کی راہ کہلے۔ اس تقریب مین کئی شخص دربار مین حاضر ہوئے چنانچہ سکھ چند کا غذ دالہ
ہلایا گیا۔ یہ شخص دلی کا رہنے والا تہا۔ اس سے قبل شاہ دلی کا خزانچی تہا۔ اسکو ظاہر مین سونے
کی چڑیا سمجھکر دو ایک نظامتون کی پوتہ داری کا خلعت دیا وہان تہیلیون مین روپیہ نہتہا۔ تیر ندبیر
نشانے پر نہ پہنچا اسلئے کچھ دنون کے بعد معزول ہوکر دلی کو چلا گیا۔ اسیطرح کئی صورتین بناکر نکالی گئین
اور زر نقد ہاتھ نہ لگا۔ مگر درمیانی آدمیونکے پو بارے تھے۔ اونکے کچھ نہ کچھ ہاتھ لگ ہی جاتا تہا۔

راجہ درشن سنگہہ اور مہاراجہ میوہ رام کا ملک کی واصلباقی کا کاغذ بناکر بادشاہ کو دکہانا اور ملک کی ویرانی و خستہ حالی اونکے ذہن نشین کرنا بادشاہ کا روشن الدولہ کی گرفتاری کا منصوبہ باندہنا اونکو خبر ہوجانا۔ بادشاہ سے عفو قصور کرانا درشن سنگہہ اور اوس کے عملے پر افشاے راز کیوجہ سے

بادشاہی عتاب نازل ہونا

روشن الدولہ کے عہد وزارت اور سبحان علی خان کے میٹون کی ترقی کے زمانے مین دفتر مال کا نقشہ
بالکل ماند ہوگیا۔ اوسوقت مین اس سررشتہ کا نام سررشتہ دیوانی تہا۔ مہاراجہ میوہ رام نے حکیم مہدی علیخان
منتظم الدولہ کے عہد وزارت مین عہدہ دیوانی سے استعفا دیدیا تہا۔ اور اونکی جگہہ راجہ بالکرشن کام کرتے تھے
اب روشن الدولہ کے عہد مین میوہ رام دوبارہ کام کرنے لگے۔ اور احسان حسین خان نے یہ کیا کہ حساب
معدبات ملک کے واسطے جو شرطین ناظمون سے ٹہیرتی تہین اونکے مخفی رکہنے کی غرض سے مستعدیان
دفتر دیوانی کو بالکل بیکار سا کر رکھا تہا۔ بقدر ضرورت مطلع کرتے تھے اور باقی عقیدہ اپنا حق مقرر کیا تہا
اگر مہاراجہ میوہ رام کبھی واصلباقی کا کاغذ بادشاہ کو دکہاتے تھے تو روشن الدولہ کی رائے کے خلاف
ہوتا تہا۔ اور ظفر الدولہ بادشاہ کے کانون مین باتین ڈالتے تھے۔ مگر اونکی طرف توجہ نہوتی تہی۔
راجہ درشن سنگہہ غالب جنگ کا بادشاہ کے ساتھ بازار صحبت گرم تہا اور رات دن کی حاضری تہی

ایسے ہی سرکشون کا تدارک اور باقی دارونکی تنبیہ اور مستاجرون کا مقید کرنا اوس سے متعلق تھا یہ شخص وقت
اور موقع پاکر جو کچھہ دلمین آتا تھا بے تکلف بادشاہ کے گوش گذار کرتا تھا اس وجہہ روشن الدولہ کی
آنکھون مین خار کی طرح کھٹکتا تھا - اوس کی بیخکنی کی فکرمین ہمیشہ لگے رہتے تھے - مگر کوئی تدبیر کارگر
ہوتی تھی - مہاراجہ سیوہ رام بھی اس فکر مین تھے کہ بادشاہ کو سلطنت کے کامون کیطرف متوجہ کرین چنانچہ
سیوہ رام اور غالب جنگ نے ملک کی واصلباقی کا کاغذ تیار کیا - اس سے یہ بات ظاہر ہوتی تھی کہ
عاملون کی خودسری اور سبحان علی خان کے بیٹون کو صاحب اختیار ہونے سے ملک کی آمدنی بالکل
خرابی مین آگئی تھی - اور روشن الدولہ کے کثرت مداخلت سے مال سرکاری خرابیان پیدا ہوئین -
یہ کاغذ بادشاہ کو دکھایا وہ بے انتہا غصے ہوئے اور روشن الدولہ کی ناکردہ کاری اور کفیدہ سازش
سے سرکاری مال کا منضم کرنا اونپر ثابت ہوگیا - غالب جنگ کو حکم دیا کہ تلنگون کے چند پہرے تیار رکھو
جو کچھہ ہمارا حکم نافذ ہوگا تعمیل کرو - غالب جنگ نے اپنے نائب تہوراج کے ذریعے پلٹنون کے افسرون
کو بادشاہ کے حکم سے مطلع کیا - تہوراج نے اپنے کارندے بھوانی داروغہ کو تعمیل کے لئے حکم دیا - یہ
بھوانی روشن الدولہ سے میل رکھتا تھا - اس نے مخفی جاکر اونکے کان کھولے اور اوس راز نہان سے
مطلع کیا - روشن الدولہ کو سبحان علی خان سے یہ بات بخوبی ذہن نشین ہوئی اور یقین کامل ہوا کہ یہ تمام
انتظام اوس شخص کی گرفتاری کا ہے - روشن الدولہ نے اوسی وقت یہ تدبیر کی کہ بادشاہ کے پاس آئے
اور سر سے شملہ اوتار کر بادشاہ کے قدمون پر رکھدیا - اور عرض کی کہ خانہ زاد صمصام الدولہ اور منتظم الدولہ
کی طرح نہین ہے کہ انگریزون سے میل ملاپ رکھے - بہر حال حضرت کا خانہ زاد ہے وابستہ ہون نظربندی
کے لئے پہرون کی احتیاج نہین - اگر حکم ہو تو اپنے ہاتھون سے پاؤن مین زنجیر پہنکر در دولت پر
محبوس رہون - جان و عزت دونون حضور پر نثار ہین - بادشاہ نے فرمایا کہ تم کو اس معاملے سے کیونکر
خبر ہوئی روشن الدولہ نے حال سلسلہ وار جس طرح گذشتہ ہوا تھا بیان کیا - [illegible] کس کا تھا
اور کس کے سر جاتی ہے - بادشاہ کو یقین کامل ہوگیا کہ غالب جنگ نے ہمارا راز افشا کردیا فوراً
حکم دیا کہ بھوانی اور گنگا شہر سے ابھی نکلوا دئے جاوین - اور غالب جنگ کو طوق و زنجیر پہنا کر قید کردیا تھا
اور اوس کا تمام اثاثالبیت ضبط ہوا - چنانچہ یہ سب واقعات بخوبی ظہور مین آئے تھا - غالب جنگ ذلت کے
ساتھ راجہ تیجا اور [illegible] کے سپرد ہوکر قید بلا ہوا - اب مہاراجہ سیوہ رام نے دیکھا کہ غالب جنگ نے
اپنے ہاتھون قسمت کی کہائی اپنی حفظ آبرو کے لئے ناچار ایک دن بروز پنجشنبہ [illegible]
کی معرفت زیارت کربلا سے معلی کے لئے رخصت بادشاہ سے لیکر منزل مقصود کی طرف

عجلت کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اب ظفر الدولہ پر لغزیاں باقی رہیں۔

بادشاہ کا سیر و شکار کے لئے لکھنؤ سے باہر قدم رکھنا روشن الدولہ کا نہایت مکاری کے ساتھ ظفر الدولہ کو زک پہونچانا

نصیر الدین حیدر نے بہرائچ کیطرف سیر و شکار کے واسطے سفر کا ارادہ کیا لیکن صاحب رزیڈنٹ نے شدت تمازت آفتاب کی وجہ سے اس سفر دراز کی صلاح نہ دی اسلئے لکھنؤ کے قریب قریب سفر کیا۔

دکھیت راجپوت جس کا کچھ حال پہلے لکھا گیا ہے اور فی الحال غالب جنگ کی خدمات انجام دیتا تھا۔ بادشاہ کا گذر اوسکی سکونت کے گاؤں میں ہوا اوسکی ماں بہن بادشاہ کی خدمت میں حاضر ہوئیں اور شکرانہ میں پیش کیا۔ بادشاہ نے اونکو خلعت عطا کئے۔ اور اوسکا لایا ہوا کھانا نوش فرمایا اس سفر میں ایک دن ظفر الدولہ نے روشن الدولہ کو کہلا بھیجا کہ نواب سعادت علیخاں کے عہد سے یہ رسم مقرر ہے کہ جب سفر پیش آتا ہے تو انگریزی تلنگوں کے پہرے فرح بخش میں آجاتے ہیں۔ روشن الدولہ تو چاہتے ہی تھے سبحان علی خاں کے مشورے کے موافق ظفر الدولہ کو یہ جواب دیا کہ آپ اس مضمون کی تحریر بھیجدیجئے تاکہ انتظام ہو جائے۔ ظفر الدولہ نے کہ انجام کار سے غافل تھے حسب ضابطہ درخواست بھیجی روشن الدولہ نے وہ درخواست بادشاہ کے ملاحظہ تک پہونچائی اور یہ پر آشوب مضمون بیان کیا کہ مجھے وقت خواہ کو ہر طرح منظور ہے کہ مداخلت انگریزی اس سرکار میں ہو اور رفتہ رفتہ نمک خوار جو خانہ زادی کا دم بھرتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ انگریزی پہرے چوکی فرح بخش کے اندر محلات شاہی کی ڈیوڑھیوں تک رہیں اور دشمنان حضور انکی نظر بند رہیں۔ اور محل کی خبریں بے تکلف صاحب رزیڈنٹ تک پہونچایا کریں۔ مکان کیا تھا ایذا رسا ہوئے ہیں۔ بادشاہ نے ظفر الدولہ کو بلا کر دریافت کیا کہ یہ تحریر تمہاری ہے۔ انہوں نے اقرار کیا۔

بادشاہ انکی طرف سے دلمیں بہت کبیدہ ہوئے اور حکم دیا کہ دربار میں نہ آیا کریں۔ اب مجال نہ تھی کہ ظفر الدولہ بے طلب قدم در دولت کیطرف اوٹھاتے۔ جب یہ صورت ظہور میں آئی دس بیس دن کے بعد روشن الدولہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ جو کچھ زر نقد کی سرکار میں ضرورت ہوتی ہے وہ ملک کے ذریعہ سے بطور قرض کے خزانہ عامرہ سے لیا جاتا ہے۔ پھر حسب سہولت خزانہ داخل خزانے میں جمع کرا دیتا ہے۔ فی الحال راہ سفر میں جو روپیہ شاگرد پیشہ کی تقسیم میں صرف ہوا اوس کے واسطے پندرہ لاکھ روپئے ظفر الدولہ سے دلائے جائیں

آمدنی ملک سے ادا کرو دیگی بادشاہ نے ستر لاکھ روپے ظفر الدولہ سے طلب کیے اونہون نے چند روز کی مہلت لیکر خزانے کا جائزہ لیا اور کاغذات درست کر کے خالی صندوق جو سر بمہر تھے دکہا دیے - اور ایک حوض جس مین بہرا رہنے کے پندرہ سولہ لاکھ روپے کے حساب جمع خرچ مین باقی تھے اوس کا کاغذ ملاحظہ مین گذرانا اور عرض کیا کہ نواب سعادت علی خان کا جمع کیا ہوا تمام خزانہ معتمد الدولہ آغا میر کی نیابت کے زمانے سے اس شہر دولت تک خرچ ہو گیا اور آمدنی ملک مین سے ایک حبہ خزانے مین داخل نہوا اب خالی صندوقون اور کنجیون کی حفاظت سے کیا فائدہ جس شخص کے لیے حکم عالی ہو اوس کے سپرد کر دون - بادشاہ نے یہ مضمون روشن الدولہ سے بیان کیا - اونہون نے جواب دیا کہ یہ بیان ظفر الدولہ کا صحیح نہین - آخر کار بہوانی مہرا کو جو خزانے کا تحویلدار تہا بلا کر دریافت کیا اوس نے روشن الدولہ کے اشارے سے عرض کیا کہ خدا نہ کرے خزانے کی عندالمعلوم نہین کہ کس قدر روپیہ تہا اور کدہر کہان گیا لیکن اسقدر جانتا ہون کہ بے حکم سرکار ایک حبہ صرف نہین ہوا - اس بات سے بادشاہ ظفر الدولہ پر بہت خفا ہوئے اور قطعی حکم خانہ نشینی کا نافذ ہوا - جب ظفر الدولہ کی آمد و رفت دربار مین بند ہوئی تو روشن الدولہ نے چاہا کہ بادشاہ کی مہر بہی انسے لے لی جاوے - یہ عرض نامقبول ہوئی حکم ہوا کہ ضروری کاغذات اون کے پاس بہیجے جایا کرین کہ وہ حسب ضابطہ مہر لگا کر بہیجدیا کرین -

سبحان علی خان کنبوہ اور اونکے متوسلون کا عروج دولت - بادشاہ کی آزاد مزاجی اور بادشاہ کا روشن الدولہ کے بیٹے کے ساتھ وہ سلوک کرنا جس سے روشن الدولہ کا بے انتہا شرمساری اوٹہانا - اور روشن الدولہ کی تضحیک مین بادشاہ کا دوسرا طریقہ کوئی دقیقہ باقی نہ چھوڑنا

سبحان علیخان اور اون کے متوسلون کو وہ عروج حاصل ہوا کہ احسان حسین خان پسر سبحان علیخان دبیر منشی جلسے مین علانیہ یہ بات کہا کرتا تہا کہ بڑے سے بڑا شخص تمام سہم باتون مین حل کرسکتے ہین روشن الدولہ مین اتنی قابلیت نہ تہی کہ وہ سلطنت کے کامون کا بوجہ سنبہال سکتے - اسلئے اہل دربار سب کا فرض

سبحان علی خان کا مشورہ کام کرتا تھا اور چھوٹے کاموں میں احسان حسین خان کو مداخلت تھی آغاز وزارت میں روشن الدولہ کی طبیعت میں بادشاہ کی طرف سے کچھ خوف تھا اب ہمت کھل گئی اور بادشاہ کو آزادی کی وجہ سے اپنے ملازمون کی نسبت بے پروائی تھی مرزا محمد حسن پسر روشن الدولہ کے ساتھ اس طرح پیش آتے تھے کہ روشن الدولہ سر پر ہاتھ رکھکر زار زار روتے تھے ۔ بلکہ ترک وزارت منظور تھی اور رفقاے روشن الدولہ کی تصویر ایسی مضحکہ خیز وضع کے ساتھ تیار کرائی تھی کہ اوس کے دیکھنے سے روشن الدولہ کو تحقیر پیدا ہوتی تھی آخرکار وہ علانیہ جھوٹ اور جاسوسی کی تمام شہرت مشہور ہو کر وزارت کا منصب جاتا رہا آخر خداوند مذاکرے احسان حسین خان نے اپنی تدبیرون سے معاملہ بنا لیا گیا جو چاہتے تھے بلا تکلف ظہور میں لاتے تھے صاحب رزیڈنٹ نے قبلہ عالم کی سلطنت ہو کر بادشاہ و وزیر کو نصیحت کی لیکن کیا ہو سکتا تھا بعد برس کچھ نوبت پہنچی ہے رزیڈنٹ کہتے کہتے تنگ آ گئے ۔ روشن الدولہ کے رفقاے قدیم نے جو دیکھا کہ احسان حسین خان کا بازار نہایت گرم ہے ۔ آتش رشک و حسد میں جلکر حق الامکان خاک اوڑائی لیکن سبحان علی خان کی وجہ سے کچھ چل نہ سکی ۔

صاحب رزیڈنٹ کا بد انتظامی کی اصلاح کے لئے بادشاہ اور وزیر کو تاکید کرنا انتظام ملک کی ہدایت اور فوج کی تجویزات سپاہ کی ابتری کی کیفیت

صاحب رزیڈنٹ اور التفات حسین خان وزیر ۔ ۔ ۔ ۔ کو اکثر سمجھایا کرتے تھے اونہون نے کہا کہ سپاہ و عملہ کو جو اب تنخواہ زیادہ دیا جاتا ہے ۔ [illegible] سپاہی کی ضرورت نہین ہے اور یہ سپاہ لڑائی کے کام کی نہین تمام [illegible] بیکار ہین ۔ اور سپاہیون کے پاس نہ بندوق ہے نہ تلوار و دیگر [illegible] شاہی کے مصارف [illegible] اور اونکی کی کرائی جاتی ہے ۔ آخر حکیم مہدی علی خان جو نواب تھے وہ کس طرح بادشاہ کو [illegible] کر لیتے تھے ۔ [illegible] کا حال ہے [illegible] کے ہاتھ سے پریشان اور [illegible] ۔ [illegible] اور [illegible] کی بد نامی کا حال [illegible] ہوئی [illegible] بادشاہ کو نصیحت [illegible] روشن الدولہ سے بھی انتظام ملک کے [illegible] حکیم مہدی علی خان سے [illegible] صاحب رزیڈنٹ نے کہا کہ بادشاہ میری

نصیحت نہیں سنتے اسلیے مین - چاہتا ہون کہ بادشاہ کو مستاجری کے حیلے سے راہ پر لاؤن تاکہ سپاہ کی کمی کی صورت ظہور مین آئے پہر ملک کا بندوبست امانی کے طریق پر عمل مین آئے جس سے رعیت کی پریشانی رفع ہو آخر جمع مقبولہ حکیم مہدی علیخان پر دو لاکہ روپیہ اضافہ کرکے ترانوے لاکہہ روپیہ جمع قرار دیکر بادشاہ عرض کیا کہ حکیم مہدی علیخان نے پچاس لاکہ روپیہ حضور کو دینا کہا تھا مین سلطنت کا دولت خواہ ہون ساٹہ لاکہہ روپیہ حضور کے مصارف کے لئے حاضر کیا کرونگا - لیکن عزل و نصب عاملان کا اور سپاہ کی کمی بیشی میرے اختیار مین رہے - بادشاہ نے جواب دیا کہ سرکار کمپنی اس بات کو منظور نہین کرتی اور ریذیڈنٹ نے بہی معتمد الدولہ کی اس راے کو ناپسند کیا اور یہ جواب دیا کہ اگر مستاجری اس ملک کی کیفیت مناسب ہوتی تو سرکار کمپنی کے واسطے اس ملک کو اجارہ پر لیتی - اگر معتمد الدولہ اس سے بہتر کوئی اور تدبیر نکالین تو اونکے واسطے وظیفہ مقرر کیا جاوے - اور جس شخص کو وہ چاہین وہ بہی وظیفہ دار ہوسکتا ہے - جب یہ خیال خواب معتمد الدولہ کا باطل ہوا تو مجبور ہوکر فوجکی کمی کا حکم دیا - جبکہ اہالیان سے دیکہا کہ خلق اللہ کی گردن پر ظلم کی چہری پہرنا [illegible] واسطے ہوا اور معتمد الدولہ کو اسکا اندیشہ ہوا کہ علاوہ خلافات انگریزی یہ بادشاہ کے نوکرین اور کوئی [illegible] ولایت جا کر فریاد کا باعث ہوتے ہین جو شخص اونکی نظر روبرو بار بار نظر آئے اونکو موقوف کرین [illegible] خوب سے قائل کیے تھے - یہ فکر ہر طرف کا [illegible] ہو کر اور مجبور ہوکر ان انگریزون کے علاوہ کو دیکہا یہ صورت نکلوائی کہ یہان کی سپاہ کی کمی مناسب نہین چکلہ دارون کو حکم ہو کہ اپنی سپاہ متعینہ مین سے چہارم سپاہ برطرف کرین - چنانچہ فرمان شاہی چکلہ دارون کے نام جاری ہوگئے اور [illegible] سے واویلا بدعملی ہر طرف بلند ہوئی - آخر معتمد الدولہ نے صاحب رزیڈنٹ کو لکہا کہ کوئی انگریز [illegible] جو کسی فوج کا انتظام کرسکے طلب کیجیے - اور یہان کی سپاہ مین تخفیف کرنا ملک مین بدعملی کا باعث ہے - اس عرصے مین چکلہ دارون کی عرضیان بہی بادشاہ کی خدمت مین آئین کہ سپاہ کی کمی سے ملک مین بدامنی پہیلی ۔

عہدۂ سفارت کلکتہ کی موقوفی نصیر الدین حیدر کا جارج چہارم بادشاہ انگلستان کے پاس تحائف بہیجنا نصیر الدین حیدر کے ایک سفیر کا بوجہ بدچلنی کے لندن سے نکالا جانا

مولوی اکرام حسین بادشاہ کی طرف سے کلکتے مین سفارت پر مقرر تھے جب اونکے مربی کپتان پیٹن
ولایت کو چلے گئے نواب صاحب رزیڈنٹ کی تحریک سے گورنر جنرل نے لکھنو کے سفیر کا اپنے
پاس رہنا موقوف کیا - سبحان علی خان نے دیکھا کہ اس سفارت کے سلسلے کا منقطع ہونا اچھا نہین تو
انہون نے کرنیل ڈلوا صاحب فرانسیس کو بادشاہ کا سفیر بنا کر لندن کو بھیجنا تجویز کیا - اور مولوی اسمٰعیل
کو جنکے گہر مین ایک عیسائی عورت تھی اور اس سبب سے انگریزی زبان خوب جانتے تھے اس سفیر کی
ہمراہی مین مقرر کیا - اور تین لاکھ روپیہ کی قیمت کے تحائف جن مین خراسانی تلوار مع ساز و سامان
مرصع کے اور پلنگ مرصع کئی ہاتھی اور گینڈے وغیرہ تھے بادشاہ لندن کے لئے اون سفیرونکو دے
لیکن صاحب رزیڈنٹ نے ڈلوا صاحب کا سفیر بنانا نامنظور کیا اس وجہ سے ایک اور انگریز اس سفارت پر
مع اون تحائف کے مامور ہوئے جو لندن مین پہونچکر تحفے پیش کئے - ان سب تحفون مین سے صرف
حیوانات قبول ہوئے باقی واپس ہوئے - وہ انگریز تو وہین رہا اور مولوی اسمٰعیل اسوجہ سے لندن سے
نکالے گئے کہ ایک دن نشہ شراب مین ایک مس پر دست درازی کی تھی - مولوی اسماعیل حیدرآباد
مین پہنچکر مر گئے -

رزیڈنٹ کا اودھ کی بدانتظامی کی شکایات گورنر جنرل کو لکھنا ولنے بادشاہ کو انتظام ملکی کی طرف متوجہ ہونے کے لئے تاکید ہونا بہت سی عورتون کا محلات سلطانی سے مخبری کے شبہہ مین خارج ہونا

اودھ مین بدنظمی کا وہی حال چلا جاتا تھا جو پہلے تھا لہٰذا رزیڈنٹ نے متواتر یہان کی بدانتظامیون کی شکایات
گورنر جنرل کو لکھی - وہان سے کئی خط بادشاہ کے پاس آئے - اور گورنر جنرل بہادر بادشاہ کو سمجھاتے
سمجھاتے تھک گئے کہ ملک کا انتظام کرو - مگر وہان طبلہ سارنگی کی سریلی آوازون نے ان نغمون کا
اثر ہونے نہ دیا - گورنر جنرل اپنی ہی کہا کئے - ولیم بنٹنگ صاحب کے زمانے مین یہ نوبت پہونچی کہ کورٹ
ڈائرکٹرز نے بھی جنہون نے اس اصول پر دیوانی تھی کہ ہندوستانی ریاستون کے معاملات مین دخل نہ دیجیے
لیا جائے بلکہ گورنر جنرل کو لکھا کہ اودھ کی سلطنت کا اختیار کچھ دنون کے لئے گورنمنٹ خود لے لے

جس سے دنیا کی بیچاری خلقت امن و عافیت پائے - لارڈ ہٹنگ نے اس سبب سے کہ جانے
والے تھے یہ کام کرنا اپنی معتدل فطرتی اور صاف نیتی کے سبب سے پسند نہیں کیا بادشاہ کو لکھ بھیجا
کہ تمہارے ملک کا نہایت ابتر اور بدتر حال ہے ہوش سے کام کرو نہیں تو سرکار پر عہدنامے کی مطابق
فرض ہوگا کہ تمہارا ملک لے لے اور نواب کرناٹک و پیشوا کی طرح پنشن مقرر کردے سلطنت کے کاموں کی
خرابیوں نے حد سے زیادہ اشتہار پایا - تاج الدین حسین خان نے اپنے قاعدے کے موافق عرضداشت
عورات محل کی معرفت بھیجی - اور نوروزی خانم نے خاصہ کھلانے کے وقت بادشاہ کے ملاحظے میں گذرانی
بادشاہ نے پڑھکر روشن الدولہ کو اوسکے تمام مضمون سے مطلع کیا - اور نوروزی خانم کو خارج سے ساز و باز
رکھنے کی علت میں محلات سے نکالدیا - صاحب ریذیڈنٹ نے بھی روشن الدولہ کے تمام عملے کی شکایت بادشاہ
تک پہنچائی - بادشاہ نے سارے حال سے روشن الدولہ کو آگاہ کردیا - اونہوں نے یہ نیا فریب کا جال
بچھایا عرض کیا کہ اس تمام شکایات کا باعث حکیم مہدی علی خان اور تاج الدین حسین خان ہیں جو سلطانی محل
والیوں سے ساز کرکے یہاں کی پوست کندہ خبریں حاصل کرکے نکلنے کو کہتے ہیں اسلئے ان آسامیوں
کو حضور محل سے نکلوادیں - اس تقریب میں سو پچاس آسامیاں محل سے نکالی گئیں گویا دس پانچہزار روپیہ
ماہواری کی سوائے انعامات کی صورت تخفیف اس شکل سے ظہور میں آئی - مسٹر ونسنٹ نامی ایک انگریز
کی روانگی سفارت کے طور پر کلکتے کو قرار پائی - اور اس کو سفارت کے مقاصد کی درستی کے لئے تین لاکھ روپیہ
کے قریب خزانہ شاہی سے عنایت ہوئے - جب وہ روانہ ہوا اس کا بھائی یہاں رہتا تھا اس کی طرف سے
بادشاہ کا مزاج شراب خواری کے وقت کچھ مکدر ہوا - اسلئے سفارت کا معاملہ بھی درہم برہم ہوگیا درستی
کی صورت ظہور میں نہ آئی -

بادشاہ کا روشن الدولہ کے مکان پر اکثر جہان جانا - اور اونکی بی بی کا اپنی دلکش باتوں سے بادشاہ کے دل کو لبھائے رکھنا

اس زمانے میں حد سے زیادہ نصیر الدین حیدر کی مہربانی روشن الدولہ پر مبذول تھی اونکی حویلی پر اکثر
اوقات بادشاہ جاتے تھے - ایک بار شراب کے نشے میں کچھ ٹیڑھے سوار زینے کی راہ کوٹھے پر چڑھ گئے

روشن الدولہ اس روش سے کمال سنشدر تھے کہ ایسا نہو کہ فتنہ برپا ہو یا کوئی حادثہ ظہور میں آئے باہر کوٹھی میں بادشاہ کی نشست اونکے مزاج کے خلاف سمجھ کر زنانے میں اونکو بٹھاتے تھے وہاں ارباب نشاط کی صحبت گرم رہتی تھی حسینی طوائف جسکو روشن الدولہ نے اپنے گھر میں ڈال لیا تھا اور مرزا محمد حسن نام روشن الدولہ کا بھتیجا اوسکے بطن سے تھا جسکو روشن الدولہ نے تلنگہ سلطانی کا جرنیل بنایا تھا اور جرنیل کی ماں کو بادشاہ نے سرفراز محل کا خطاب دیا تھا۔ یہ طوائف بادشاہ کی خدمت میں حاضر رہکر اپنی رنگین باتوں سے بادشاہ کے مزاج کو لبھائے رکھتی تھی۔

دولتمندوں کے روپیہ لینے کے لئے نئی عدالتیں قایم ہونا روشن الدولہ اور اونکے رفیقوں کا اپنا اپنا روپیہ شہر سے باہر بھیجنے کی کوشش کرنا اور وزارت وحکومت کی بدنامی کے کاموں سے صحیح وسلامت نکل جانے کی فکروں میں مصروف ہونا

بادشاہ کی آنکھوں پر غفلت کے پردے پڑے ہوتے تھے کہ سر سواری بے نوا فقیر آزادانہ کلام جو بادشاہ کی غفلت پر دلالت کرتا تھا بے تکلف زبان پر لاتے تھے۔ اس مواخذہ میں شہر سے اونکے اخراج کا حکم نازل ہوا اکثر بیچارے شہر سے نکالے گئے۔ اور بہتوں نے لباس آزادی ترک کرکے دنیاوی صورت بدلکے شہر میں اپنا قیام غنیمت سمجھا۔ جب یہ صورتیں ظہور میں آچکیں تو صاحب رزیڈنٹ نے روشن الدولہ سے کہا کہ اگر تم سے انتظام ملک کی کوئی تدبیر نہیں ہو سکتی ہے تو ہم یہاں کا انتظام اپنے ہاتھ میں لیتے ہیں۔ اب روشن الدولہ اور اونکے خاص مشیروں میں یہ رائے قرار پائی کہ انجام سرکار کی فکر مناسب ہے جس طرح بنے روپیہ وصول کرنا چاہئے۔ اسلئے سولہ سترہ عدالتیں نا منظور کیں کوتوالی اور عدالت سابقہ کے عملے کو بالکل بیدخل کر دیا تھوڑے سے زمانے میں تمام شہر سنسان ہو گیا ساہوکاروں اور اہل دولت میں سے مستغیثوں اور اہل معاملہ کی تلاش شروع ہوئی اور انکے پچھلے حساب نکالکر خیمے میں سے اونکی تجویزیں شروع کیں۔ وا یہ بچے اونکو کے اور سرکار اور داروغہ وغیرہ عملے والے قدر معمولی رکھتی میں مصروف تھے۔ اور روشن الدولہ نے تقدم بالحفظ

کہ سے اپنی تمام نقدی میر باقر سوداگر کے پاس جو سبحان علی خاں کا دوست اور دیانت دار آدمی
تھا رکھ دی اور سبحان علی خاں آل اندیشی کی وجہ سے روشن الدولہ کو ایسے معاملے کی حفاظت کے
خواستگار ہوئے اور خود روشن الدولہ بھی اسی بات کی درخواست بادشاہ سے کرتے تھے روشن الدولہ کا
لاکھوں روپیوں کے نوٹ خرید کئے اور تجارت کی صورت باندھ کر آڑھت کا طریق نکالیں اور کلکتہ اور
کانپور میں نکالا روشن الدولہ نے ہر چند رسد پائی علاوہ کا بہت جو بہت کر گذشتہ کی خالی میں تھا جا کر
روپے پر جسے پاس اس نے کہا - اور وہاں اپنا کارندہ اور لو پتہ دار روانہ کیا - روشن الدولہ بات ان اس فکر
میں رہتے تھے کہ اگر کوئی دوست صادق ہاتھ آئے تو اس کے ذریعے سے تجارت پھیلائیں حسب اتفاق
یوسف علی خاں متوطن عظیم آباد لکھنؤ میں آئے جو نہایت ہی ملنسار اور ہوشیار آدمی تھے اور کچھ بیکار بھی
سکھ لشکر سے [illegible] ایک حکایت مشہور ہے کہ عظیم آباد کے علاقے میں کل عموم مسلمانوں پر
کہ قاضی اور مفتی [illegible] کرتے تھے اور کوئی اس سے بہتر نہ تھا یوسف علی خاں کی ملکیت میں
کئی ہزار تاڑی کے درخت جب ان کو یہ مسئلہ معلوم ہوا کہ [illegible] تاڑی حرام ہے تو سب کے
درخت کٹوا ڈالے - ہزاروں روپیہ سالانہ کی آمدنی میں فرق لگا یا [illegible]
درخت خرید کے کٹوا دئے - [illegible] یوسف علی خاں کے توسط سے روشن الدولہ
تک پہنچے اور بادشاہ کی سرکار سے خلعت فاخرہ پایا روشن الدولہ نے بادشاہ سے عرض کیا کہ [illegible]
میں معاملات کی درستی کے لئے [illegible] بادشاہ نے منظور کیا - روشن الدولہ نے کہا کہ [illegible]
اس کا روائی میں صرف کرنے کے [illegible] یوسف علی خاں کو [illegible]
اپنے قبضے میں لا کر وہ روپے یوسف علی خاں کو [illegible]
روشن الدولہ کے لئے خرید کرا دی ریاست کی بنا [illegible]
اور وہاں [illegible]
کے لئے روشن الدولہ نے تجویز کیا تھا [illegible] الہ آباد میں
انتقال کیا لیکن وہ روپیہ جو [illegible] روشن الدولہ کو [illegible] ہاتھ آیا -

بادشاہ کی محرم شہدائے کربلا کی ماتم داری اور اس کا خرچ
بے انتہا اور عجیب و غریب [illegible] بارہ اماموں کے نام
[illegible]

کی ولادت کے دن بادشاہ کا زچہ بننا اور مصنوعی بچہ بنایا جانا اور بادشاہ کا اپنے آپ کو بتصنع دردِزہ اور حیض و نفاس میں مبتلا کرنا اور سیدۃ النسا اور علی شیر خدا کے پتلے تیار کر کے اونکے باہم نکاح پڑھانا اور علی ہذا دوسرے ائمہ کا بھی - بادشاہ کا سو پچاس تعزیے اپنے سر پر رکھکے ننگے پاؤں پہنچانا - خود بھی مرثیہ خوانی کرنا - بارہ اماموں کی مواصلت کے لئے بارہ اچھوتیاں تیار کرنا اور اونکو ائمہ کے نام کی موسوم کی جانا

بادشاہ اپنے آپ کو ہزار جان سے شیدائے حضرت ائمہ علیہم السلام ظاہر کرتے تھے اور وہ وہ حرکات خلاف عقل میں لاتے تھے جو کبھی اگلے مومنوں سے باوجود حصول اقتدار و ثروت کے ظہور میں نہیں آئیں اور ایسی ایام ریاست میں جو کہ یہاں سے بگاڑ ہو گئے تو وہ اُن رسم کو ادا کرنے لگے جو اونکی بانی اور کرتی ہیں نہ کہ ان باتوں پر اور اضافہ کیا یہانتک کہ شاگرد استاد سے بڑھ گیا - اور بادشاہ بیگم کے گیارہ ازواج ائمہ اطہار کے علاوہ تھے جن میں کہ ہر ایک کی پوشاک ہزار بارہ سو روپیہ سے کم میں نہ بنتی ہوگی تھی اور اونکے سوا دوسرے ائمہ کے واسطے بھی اچھوتیاں جمع کیں جیسے حضرت قاسم اور حضرت عباس وغیرہ کے لئے اور جب کسی امام کی ولادت کا دن آتا تو بادشاہ بیگم آنکو حاملہ عورتوں کی طرح بتصنع دردِزہ اور نفاس وغیرہ میں مبتلا کرتے اور بچے کی جگہ ایک مصنوعی بچہ بادشاہ کے سامنے رکھدیجاتی اور بادشاہ خود بھی زچہ خانے میں رہتے اور خدمت کرنیوالی عورتیں اوسی طرح کے کھانے تیار کرتیں جو حاملہ عورتوں کو دئے جاتے ہیں - اور بادشاہ یہ سب چیزیں کھاتے - اور اوس مدت میں کوئی شخص بادشاہ سے مس نہ کرسکتا اور خوشی کا جلسہ ہوتا تھا اور حور مقدس صورتیں زچہ کے دنوں میں مقرر تھیں وہ چھٹی کے دن تک نہایت تکلف کے ساتھ ادا ہوتی تھیں - اور جب چلہ پورا ہوتا تو بادشاہ زچہ خانوں کی طرح غسل

کرتے اور ایک پرستار اوس مصنوعی بچے کو ہاتھوں میں لیکر ایک کونے میں کھڑی ہوتی اور دوسری عورتیں
پانی کے چند سبو جو وہاں بہا دیتیں اور اس کو بچے کا غسل قرار دیا جاتا۔ رات کے وقت بادشاہ
زنانہ آرائش و پیرایش کے ساتھ بچہ کو گود میں لیکر لنگڑاتے ہوئے زچہ عورتوں کی طرح صحن مکان میں
نکلتے تاکہ آسمان کے تاروں کو دیکھیں اسطرح چھٹی ہوتی پھر اوس بچے کو ایک سنہری مسہری میں لٹاکر
دست بستہ آداب بجا لاکر نذر دکہاتے ۔ پھر ہزاروں خوان کہانے کے جن میں نمکین اور میٹھے ہر قسم کے کہانے
بڑے تکلف کے ہوتے اور انواع طرح کے میوے بھی رکھے ہوتے وہاں لاکر ان پر فاتحہ پڑھی جاتی
اور خاص خاص جگہوں میں حصے بھیجے جاتے اور جو عورتیں محلات میں نوکری پر رہتی ہیں اونکو بھی
دئے جاتے اور ائمہ اثنا عشر میں سے ہر ایک امام کی زوجہ کو حاملہ صورت بچے کی دی گئی تھی
اور دوسرے ائمہ کی زوجات کو نقرئی صورت دیگئی تھی اور جبکہ سوائے ائمہ اثنا عشر کے دوسرے
کسی امام کی ولادت کا دن آتا تو اوسکی زوجہ خود بطور معمولی زچہ خانے میں جاتی اور وہی مراسم ادا
کئے جاتے جو بادشاہ کے ساتھ کئے جاتے تھے اور اصطلاح میں اس رسم کو اچھوتہ کہتے تھے جب ان
اچھوتے سے فراغت حاصل ہوتی تو بادشاہ لباس زنانہ زیب قامت فرماکر جواہر نگار محافہ (میانہ)
میں سوار ہوتے اور سیوان اور حلووں کے خوان ہمراہ لیتے اور پیادہ و سوار کی فوج بھی ساتھ ہوتی ۔
اور کمال جلوا اور جاہ و جلال کے ساتھ سواری شہر میں گشت کرتی ۔ اور بعد اس کے دولت خانے
میں واپس داخل ہوتی اور اچھوتے کے لئے کوئی خاص میعاد مقرر نہ تھی کبھی ہفتہ کبھی عشرہ کبھی اس سے
بھی زیادہ اوس میں بسر ہوتے ۔ عبد الاحد بن مولوی محمد فائق جنہنے متابان کے حالات میں
فارسی زبان میں ایک کتاب موسوم بہ وقائع دلپذیر لکھی ہے اور جس سے ہمنے یہ حالات اخذ کئے ہیں
وہ کہتا ہے کہ اس زمانہ سلطنت میں اس رسم نے ایسی اشاعت پائی ہے کہ اکثر شہر کی عورتیں چھوٹی
سے لقب سے ملقب ہیں بلکہ اسی علامت سے پہچانی جاتی ہیں ۔ اور اون کے خاندان کے مردوں نے تقاضا
کی راہ سے رذالت کو لذت سے بدل ڈالا ہے ۔ اور عورتوں کی طرح بات چیت کرتے ہیں اور ویسی ہی
اطوار میں رہتے ہیں اور وہی ائمہ کی تاریخیں کتب تواریخ سے نکالکر بادشاہ اون دنوں میں رسوم ساچق
اور حنا بندی ادا کرتے ۔ چنانچہ بادشاہ کی ایک خاص خادمہ عورت عبد الاحد سے بیان کرتی تھی کہ یکم محرم کو
کہ دن نکاح سیدۃ النساء ہے مسہری زرنگار پر زیور طلا اور جواہر بیش بہا سے دو پیکر تیار کرائے
جاتے کہ دیکھتے ہی یہ گمان ہوتا تھا کہ یہ دو انسان لیٹے ہوئے ہیں اون میں سے ایک کو جناب امیر المومنین
علی اور دوسرے کو بی بی فاطمہ قرار دیتے اور اونکا نکاح پڑھایا جاتا ۔ اور بادشاہ اونکو خندہ دکھاتے

اور تھوڑی دیر سامنے دست بستہ کھڑے رہتے ۔ پھر میوون اور حلوون اور عمدہ عمدہ کھانون کے خوان سامنے
آتے تھے اور ان پر فاتحہ پڑھا کر تمام محل کے آدمیون کو تقسیم کرائے جاتے تھے ۔ بادشاہ بیگم نے نصیر الدین
حیدر کی پہلے سال مسند نشینی مین حکم دیا کہ تمام ساکنان سلطنت سیہ پوشی اور عزاداری کی رسم عمل مین لایا
کرین اور چہلم تک بیاہ و نکاح اور دیگر لوازم شادی کو ترک کر دیا کرین ورنہ سزا ہوگی ۔ چونکہ یہ رسم تکلیف سے
خالی نہ تھی اسلئے رزیڈنٹ کی طرف سے اس حکم کے نفاذ کی مخالفت آئی مگر بادشاہ بیگم نے
نہ مانا اور کہا کہ مین اپنی قیمت کے ایام مین اس امر کی نذر مانی تھی کسطرح اوسکے خلاف عمل مین لاؤن
آخر الامر بہزار حجت و قیل بادشاہ نے خود بدولت یہ قرار دیا کہ مین ایفاے نذر کے لئے خود جہانتک عزاداری کرتا
رہونگا اور وہ میرے بندگان خدا کو اختیار ہی ہماری طرف سے کسی پر جبر و تحکم نہین ہے ۔ خلاصہ یہ ہے کہ
بادشاہ بیگم کی تعلیم سے بادشاہ عمر بھر اپنے رسوم کے ادا کرنے مین اتنے منہمک رہے کہ انتظام مالی و ملکی
کی طرف ذرا توجہ نہ دلسکے ۔ بادشاہ نے ایک عالیشان مکان تعمیر کرایا جسمین بارہ حجرے نہایت شاندار
اور درجے رکھے گئے اور اس مکان کا نام **درگاہ دوازدہ امام** مشہور تھا ۔ حجتی شامیانے
زربفت کے پر تکلف جن مین آبدار موتیون کی جھالرین ۔ کلابتون اور بادلے سے لگی ہوئی تہین چاندی
کے ستون پر جنپر طلائی کام بنا استادہ تھے ۔ اور جہاڑ جنمین چالیس کنول شمعدار روشن ہوتے تھے سونے
کے کام کے نہایت خوشنما دلفگار رکھے گئے اور نفیس فرش اور قد آدم آئینے نصب کئے گئے اور ہر جگہ مرصع
سونے چاندی کی کھڑی کی گئی اور ہر امام کی ولادت کی تاریخ پر اوس امام کے نام پر تمام مکانون مین خوشی کا
جلسہ ہوتا تھا اسیطرح ہر امام کی شہادت اور وفات کی تاریخون مین حسب قاعدہ عزا کی مجلس برپا ہوتی
تھی اور ایک بارگاہ پھولونکی نہایت خوشنما تیار ہوتی تہی باغات سلطانی مین جتنے خوشبودار پھول پیدا
ہوتے وہ اور اونکے سوا بازارون کے پانچہزار روپے روز کے پھول عشرہ محرم تک مول آتے تھے
اور جہان خوشبودار پھول جتنے آدمیونکو بہی مشکل سے ملتے تھے اس بارگاہ کا طول سو قدم سے کم
نہین ہوتا تھا اور عرض پندرہ بیس قدم سے زیادہ ہوتا تھا ۔ اور کبھی طلائی و نقرئی منقش اور ستارون
اور بادلے کی جہالرین پھولونکی جگہہ کام مین لائی جاتی تہین عطریات سے وہ مکان بسایا جاتا تھا ۔
غرض ہر امام کی ولادت کی تقریب مین پہلے دن سے چہ دن تک برابر اور ہر امام کی وفات کے دنون مین کئی
روز تک اور سید الشہداء کے شہادت کے زمانہ مین تا چہلم تک بادشاہ نے اپنے اوپر یہ لازم کرلیا تھا کہ بنفس
نفیس مالکی خدمت ہزار جان و دل سے فرماتے تھے ۔ خواجہ سرا اور خواتین وغیرہ اکثر عورتین ان
تقریبون اور مجلسون مین شریک ہوتی تہین ۔ غلامزادان بیرونی کی رسائی وہانتک بہت کم تھی

زچہ خانون مین نفیس اور خوشگوار کہانے اور شربتیان اور عمدہ میوے اور پر تکلف پوشاکین صرف ہوتی تہین
اور وفات وشہادت کے دنون مین مرثیہ خوانی ہوتی اور شربت اور مٹہائی اور میوہ صرف ہوتا ان مصارف
مین چار پانچ لاکہہ روپیون سے کم خرچ نہوتے تھے بلکہ زیادہ تصور کرنا چاہیے اور بیگمات بہی ان تقریبون مین
آتی تہین ۔ بادشاہ کا اعتقاد ان کامون مین ایسے غلو کے ساتھہ تہا کہ محرم کی پہلی تاریخ کو سوچا مین تعزیے
دردولت سے مقام مسعود تک اپنے سر پر رکہہ کر پہنچاتے تھے ہر مرتبہ کی آمد و رفت مین کئی کوس مین
پیادہ پا طے ہوتی تھی ۔ اور یہ آنا جانا کنکریون کی زمین پر ہوتا تہا یہانتک کہ تلوون مین کنکریان
کانٹون کی طرح کہٹکتی تہین ۔ اور اس برہنہ پائی کی وجہ زبان مبارک سے یون ارشاد فرماتے تھے کہ حضرت
امام سجاد سے کربلا اور کوفے سے شام تک ننگے پاؤن زمین سے کی تپتی جنگلی کانٹے اونکے نازک تلوون مین
چبہتے تھے ۔ چونکہ مین بہی محب اون کا اور شیعہ مذہب ہون ۔ کیونکر تکلیف گوارا نکرون اور جیلتک فرش
زمین پر بیٹہتے تھے ۔ بادشاہ بیگم اور قدسیہ محل اور ملکہ زمانی وغیرہ جملہ بیگمات طلائی اور نقرئی طوق اور
زنجیرین بادشاہ کی گردن اور کمر اور پاؤن مین پہناتی تہین ۔ جنکی قیمت مین کئی سو روپیہ ہو جاتا تھا ۔
اور ایام مقررہ کے بعد یہ سب چاندی سونا انعام مین دیدیا جاتا تھا ۔ اور محرم کے دنون مین تمام راتین بیداری
مین کاٹتے تھے ۔ شام سے صبح تک محفل مین اکثر خود بدولت اور مکثر فوجدار مرثیہ خوانی و روضہ خوانی
کرتے رہتے تھے ۔ غرض چالیس دن بادشاہ کو روتے کٹتے تھے گو دختر زنبیرہ ہزار جان و دل سے شیدائی
تک چہلم تک تعزیہ رہتے تھے ۔ بہرحال آدہا سال رونے پیٹنے مین عزاداری کے ساتھ گذرتا تہا اور کسی
فرشتے کی بہی مجال نہ تہی کہ وہ کسی دنیا کے کام کا ذکر بادشاہ کے سامنے کر سکتا ۔ وزیر و مشیر کی یہ قدر
نہ تہی کہ مقدمات سلطنت مین لب ہلا سکین ۔ اگر کوئی سخت کام پیش آتا تہا تو بادشاہ ان مقامات مین
جہان اچہوتیان رہتی تہین گوشہ نشین ہوتے تھے اور اہل شہر کہتے تھے کہ حضرت چہوٹے مین نور افروز
ہین اور دربار قطعاً بند رہتا تہا ۔ مگر کوئی پہیتا ایسا ہوتا تہا کہ نصف ان مہامون مین بسر نہین ہوتا تہا ۔
آخر سید محمد صاحب مجتہد خلف مولوی دلدار علی صاحب نے نوبت کتاب بہیجا کہ اگر اس تقریب نواب مقتضیٰ
دہر کیف حاصل ہو اب مناسب ہے کہ ان لڑکیون کا نکاح مومنین کے ساتہہ کر دیا جاوے ہین تو ثواب
خدا مین داخل کر دیگا ۔

متفرق واقعات کا بیان

(۱) بادشاہ نے سنہ ۱۲۳۳ھ مین گورنمنٹ انگریزی کو تین لاکہہ روپیہ اس وعدہ سے پر قرض دی

کہ اس کا سود فیصدی چار روپے کے حساب سے یکم مئی ۱۸۲۳ء سے ساکین شہر لکھنؤ میں تقسیم ہوا کرے کل زر سود بارہ ہزار روپیہ سالانہ قرار پایا اور تقسیم اوس کی باقساط ایک ہزار روپیہ ماہوار مقرر ہوئی اس روپیہ کی نسبت عہدنامہ میں یہ لکھا گیا کہ زمانہ آیندہ میں کسی حاکم اودھ کے اختیار میں نہوگا کہ روپیہ واپس کرسکے یا کسی اور مطلب میں صرف کرے - بلکہ ہمیشہ یہ روپیہ شاہ حال کی یادگار میں تقسیم ہوا کرے - اور اس کا نام سخاوت نصیر الدین حیدر شاہ رکہا گیا -

(۲) لارڈ پادری ہیبر نے لکھنؤ میں آکر یہ تجویز کیا کہ جرنیل مارٹین کے پسماندہ روپیوں سے جسکی سود کی بابت ماہ بماہ سرکار کمپنی کو وثیقہ دینا پڑتا ہے اس شہر میں مدرسہ تیار ہو اور وہ روپیہ طالب علموں اور ہندوستانی مولویوں اور انگریزی پادریوں پر صرف کیا جاوے - چنانچہ یہ مدرسہ جرنیل مذکور کی کوٹھی اور عمارات نواح و لکشا میں مقرر ہوا - یہ جرنیل انگریزی تاجروں میں ایک نامی گرامی اور متمول آدمی تہا - نواب آصف الدولہ کے عہد میں تہا اس نے لکھنؤ میں دو کوٹھیاں تعمیر کرائی تہین - ایک کوٹھی شہر سے ملی ہوئی تہی - جسکو تیس ہزار روپیہ میں نواب سعادت علیخان نے مول لیکر اپنی عمارات میں ڈال لیا تہا - اور دوسری کوٹھی اوس جرنیل کی وصیت کے موجب سرکار کمپنی کی ضبطی میں آگئی تہی - بی بی پور میں جو کوٹھی مارٹین صاحب کے نام سے مشہور ہے اس کوٹھی کو جرنیل مذکور نے نواب آصف الدولہ کے واسطے بنوایا تہا - اس تاجر نے نواب آصف الدولہ کے ہاتھ فرنگستان کا لاکھوں روپے کا اسباب فروخت کیا تہا - اور اس تجارت کی بدولت بڑا مالدار آدمی بنگیا تہا - ایکدن نواب آصف الدولہ سے اوس نے یہ بات عرض کی کہ میں نے کوئی نایاب چیز حضور کے ہاتھ فروخت نہیں کی جسکی قیمت کروڑ روپیہ ہوتی - اب میں چاہتا ہوں کہ ایسی چیز مہیا کروں نواب نے کہا ہم ضرور مول لینگے - اسلئے اوس نے کوٹھی تیار کرائی - اور عمدہ عمدہ صنعتیں حکمت کے ساتھ اوس میں رکہیں اور نادر مقام تعمیر کیے جس سے رعد و برق و باران کی سیر حاصل ہو - اور ہواے مشرقی و مغربی و جنوبی و شمالی کو آنکہوں سے دیکہے - اور طوفان ہوا اور گرمی و سردی کا اندازہ نگاہ سے معلوم ہو - اسی طرح پانچ درجے اوس کوٹھی میں تیار کرائے کہ ہر مقام انواع تکلف سے آراستہ تہا یہ تیاری ابھی منزل مراد پر نہ پہنچی تھی کہ نواب آصف الدولہ کا انتقال ہوگیا اور تہوڑے دنوں کے بعد جرنیل مارٹین بھی مکان ہستی سے کوچ کرگیا اور مرنے کے وقت ہزار حسرتوں کے ساتھ ممبران کمیٹی کے سپرد کیا - اور انیس ۱۹ لاکہہ روپیہ نقد اپنا متروکہ چھوڑا جسکی آمدنی اوس کے متعلقین سرکار کمپنی سے وثیقہ یاب ہوتے -

(۳) جس سال یہ مدرسہ بنا اوسی سال ایک فرانسیسی عیسائی لکھنؤ میں آیا اور کہا کہ میں آسمان کیطرف چڑہ سکتا ہوں اس سے خاص و عام کو تعجب پیدا ہوا - اوس کو یہ منظور تہا کہ بادشاہ سے بہت کچہہ روپیہ حاصل

کرے - چنانچہ چودہ ہزار روپئے اوس کو بادشاہی خزانے سے عنایت ہوکر حکم ہوا کہ پہلے بطور نمونہ کوئی
بات بادشاہ کو دکہائے اوس نے ایک غبارہ درست کیا - تماشائی رزیڈنٹ وغیرہ کی کمپنی کو کوٹھی دلکشا مین
جمع ہوئے اوس نے غبارہ اوڑایا - اور خود اوس مین بیٹھ کر بہ آواز بلند یہ بات کہی کہ اگر کوئی اس وقت
میرے ساتھ اس مین بیٹھ کر چلے تو اوس کو ہزار روپئے دیتا ہون - جان اپنی کسکو گران تہی کسی کی ہمت
نہ پڑی اوس نے کئی دن کے کہانے کا سامان احتیاطاً اوس مین رکھ لیا تہا - اوسنے اندر گیس بہر کر اوس غبارہ
کو ایسا بلند کیا کہ وہ اپنے راکب سمیت سطح زمین سے آسمان کی جانب صعود کرتا ہوا کہ شرخ جلا اور کبوتر اون کی چوکی
پر جو سہوت پانچ چہ کوس کے فاصلہ پر ہے بیٹھ گیا تہا چونکہ آج ہوا چلی تہی اسلئے غبارے کے آسمان
کی طرف چڑہ جانے کے بعد پہر نظر نہ آیا کہتا تہا کہ ایسی سرد ہوا کہائی ہے کہ قوت حرکت باقی نہین -

نصیر الدین حیدر کی اپنی سوتیلی مان بادشاہ بیگم سے سخت مخالفت - بادشاہ کا بیگم کو نہایت ذلیل کرانا روشن الدولہ اور دوسرے کارپردازون کا آتش فساد ونفاق کو زیادہ بہڑکانا بیگم کے مکان کا محاصرہ کرا کے آب ودانہ بند کرانا بادشاہی ملازمون کا محل مین گہسنے کی کوشش کرنا محل کی عورتون کا مارا جانا - روشن الدولہ کا ایسی کارروائی کرنا جس سے بیگم کا انتہا درجے کی تکلیف اور مذلت اوٹھانا - بیگم کی جاگیر کا ضبط ہوجانا اور اونکا وقت ضرورت پر کام آنے کیلئے سپاہ بہرتی کرنا آخر کار رزیڈنٹ کا مداخلت کرنا

بادشاہ نے جب اپنی فضول خرچیوں سے تمام خزانے پر جھاڑو پھیر دی تو اپنا و انکو خرچ پورا کرنے کے لئے بالائی
روپیہ کی ضرورت ہوئی بادشاہ کو یہ گمان تھا کہ جس مکان میں بادشاہ بیگم رہتی ہیں اوس میں کوئی حوض
زر نقد سے لبریز نواب سعادت علیخان کے وقت کا دفینہ ہے اور غازی الدین حیدر نے جو کچھ اونکو عطا کیا تھا اوس
جاگیر کی آمدنی سے جسقدر وصول ہوتا ہے وہ مستزاد ہے اسلئے بیگم صاحبہ سے اوس مکان کا لے لینا مناسب تصور کیا
اسکے علاوہ بادشاہ بیگم سے اور بھی سبب سے بادشاہ کو ملال تھا (۱) بادشاہ بیگم کو اعتماد الدولہ پر نظر شفقت
تھی اور بادشاہ اونسے مکدر تھے (۲) جسوقت قدسیہ محل نے انتقال کیا تو نصیر الدین حیدر نے حکم دیا کہ محل کی
تمام بیگمات اور دوسری عورتیں اس ماتم داری میں چالیس دن تک سیاہ لباس پہنیں۔ مگر بادشاہ بیگم نے
سیاہ پوشی گوارا نہ کی اور بادشاہ سے کہا کہ سیاہ لباس پہننا حضرت امام حسین کے ماتم میں زیبا ہے دوسرے
غم میں سزاوار نہیں اور بادشاہ کو ہرگز کسی کے غم والم میں سیاہ پوشی شایاں نہیں بادشاہ بیگم کی یہ تقریر
سنکر اوچھی نے کہا کہ آتش بھی یہ آگ لگا دی کہ اگر بادشاہ سلامت بیگم صاحبہ کے بطن سے ہوتے تو بیشک
رنج و ملال میں حضور کی شریک ہوتیں۔ بادشاہ کا مزاج اس تقریر گرم سے اور برافروختہ کیا اور بادشاہ بیگم کو پیام دیا کہ
آپ جس مکان میں رہتی ہیں وہ خالی کر دیجئے۔ اور ۲۵ ہزار روپیہ ماہوار ہمسے لیا کیجئے۔ اونہوں نے جواب
دیا کہ یہ مکان میرے خسر نواب سعادت علیخان کا بنایا ہوا ہے تمہارا اوسمیں کچھ نہیں پہنچتا۔ اور غازی الدین
حیدر کہ میرے شوہر تھے اونہوں نے یہاں بٹھایا ہے۔ آخر اس نزاع لفظی کی نوبت نے طول کھینچا اور بادشاہ
نے مولوی غلام یحییٰ خان کی معرفت صاحب رزیڈنٹ کے سامنے یہ معاملہ پیش کیا اور اس تقریب میں دونوں طرف
سے روپیہ بھی خرچ ہوا لیکن صاحب رزیڈنٹ کو اس معاملہ میں توجہ نہ تھی اونہوں نے نہ بھی کسی مولوی صاحب کے
مشورے سے بادشاہ نے صاحب رزیڈنٹ کو یہ پیام دیا کہ اگر آپ ہماری طرفداری نہیں
فرماتے ہیں تو بیگم صاحبہ کی بھی طرفداری نہ فرمائیے جو کچھ مناسب سمجھیں گے اوسکو
سمجھ لیں گے۔ ان باتوں سے بیگم صاحبہ نے نارضامند ہو کر صاحب رزیڈنٹ
کو کہلایا کہ ہماری جاگیر کا عندیہ بادشاہ سے منگا دیجئے۔ اس نزاع کی کشمکش
میں مہینوں سے اور گل نالہ کہلایا کہ وہ بہن جو بخشی خواجہ سرا اسلئے بیگم صاحبہ کے
محل میں اس موقع سے بھاتے ہیں کہ بادشاہ سے عداوت کے وقت اون کو
پیشتر بقبضہ دیکھکر تصور کیا کہ بیگم صاحبہ انکو ہمیشہ تسلی کے واسطے اد
کیا ہے۔

(۳) بادشاہ اور بھی [illegible] بادشاہ نے پیاسا گیا ہوا پایا کہ ... بلوچیاہ بیگم

خطاب دیا محل کی چند عورتوں کو حکم دیا کہ ایک مگس رانی کرنے لگی اور ایک نے مورچھل ہلانا
شروع کیا اور ایک نے اوگالدان ہاتھ میں لیا اور ایک نے پنکھا جھلنا شروع کیا اور ایک نے
پاندان کی خدمت اختیار کی اور اس طرح وہ نوکرین اوس عورت کے ساتھ ہوئیں اور یہ مشہور کیا
کہ بادشاہ بیگم صاحبہ تشریف لاتی ہین اسطرح بیگم صاحبہ کے افعال کی نقلین اوتاری جاتی
تہین۔ بادشاہ اور محل کی عورتین قہقہا مارکر ہنستی تہین حالانکہ رونے کا مقام تہا جب ان حرکات
سے بہی مدعا حاصل نہوا تو بادشاہ نے بادشاہ بیگم کو پیام دیا کہ مرزا فریدون بخت عرف منا جان کو
اوسکی ماں کیسے پاس ہمارے بہیجدین۔ اونہون نے جواب دیا کہ جسوقت غازی الدین حیدر نے
مجہے [illegible] تہا تو نصیحت کر دیا تہا۔ اب فریدون بخت کی مفارقت کسطرح گوارا کرون کیونکہ اوسکو
جیتا [illegible] بادشاہ نے اپنے نوکرون کو حکم دیدیا کہ کوئی بادشاہ بیگم کی اطاعت کرے
اور بری بری باتین اونکو کہا کرین۔ چنانچہ افضل چوبدار اونکی ڈیوڑہی پر نامناسب الفاظ بے تکلف
کہا کرتا تہا جنکو سنکر بیگم صاحبہ رنجیدہ ہوتی تہین اور بادشاہ خوش ہوتے تہے ان باتون کی بدولت
چوبدار مذکور معزول کر دیا گیا آخر کار روشن الدولہ رزیڈنٹ کے حکم سے اصلاح کے درپے ہو
کبہی بیگم صاحبہ کی ڈیوڑہی پر جاتے تہے اور کبہی مرزا محمد علی خان ابن نوازش علی خان
ابن سالارجنگ کو اور کبہی عبدالباقی خان ابن عبدالرحمن خان قندہاری کو جو صاحب الرائے
تہا بہیجا کرتے تہے اور خوف دلاتے تہے۔ لیکن بادشاہ بیگم یہی جواب دیتی تہین [illegible]
[illegible] کی نصیحت نہ سمجہی تو دوسرا کیا مان [illegible] اپنی [illegible]
[illegible] سرزنش اچہی نہین ہے۔ یہ معاملہ [illegible]
[illegible] صاحب [illegible] عزت کلکتے کی طرف [illegible] بیگم [illegible]
مشہور کیا کہ صاحب رزیڈنٹ [illegible] یہ خبر سنکر بادشاہ بہت [illegible]
ہوتے [illegible] الدولہ [illegible] کلا [illegible]
[illegible] جب رزیڈنٹ [illegible] بادشاہ کا دل ہاتہہ مین لیا اور وہان سے اونکو فرح بخش
مین لائے [illegible] بادشاہ بیگم [illegible] کہلا بہیجا کہ بادشاہ بیٹا نادان ہے اور آپ دانشمند ہین
فرزند کی دلداری واجب ہے اسلئے مناسب ہے کہ آپ اوس مکان سے اوٹھکر جو مکان آپکے لئے [illegible]
ہو وہان قیام فرمائیے۔ بیگم صاحبہ [illegible] دیا کہ مجہکو قصر بادشاہی جو میری جاگیر ہے [illegible]
لیکن [illegible] بادشاہ [illegible] کی تہی وہ صورت قرار نہ پائی۔ بادشاہ نے جو بستی [illegible]

ریذیڈنٹ کی اتنی پاسداری باقی تھی تو راجہ درشن سنگھ غالب جنگ کو بادشاہ نے حکم دیا کہ جسطرح
بن پڑے بلا رد و رعایت قانون تعظیم وتکریم کے بادشاہ بیگم کا مکان خالی کرالے راجہ نے حسب الحکم
بادشاہ اول تھوڑے سپاہی بیگم کے مکان کے آس پاس کھڑے کئے آخر راجہ شیودین سنگھ
کو اپنی طرف سے جمعیت کثیر کے ساتھ مامور کیا راجہ مذکور نے کشن چند بہودی وغیرہ گیارہ ملازمان
بیگم صاحبہ کو قید کرکے ٹیڑھی کوٹھی میں بھیجدیا اور ۲۲ ذیحجہ ۱۲۵۳ ہجری مطابق ۱۹ ماہ اپریل ۱۸۳۷ء
کو بیگم کے مکان کا محاصرہ کیا آب ودانہ بند کردیا بیگم صاحبہ نے بھی اپنے چند خاص برداروں کو جمع کرکے
دروازے سے پیوستہ کردیا بیگم کے ہاں دو پلٹنیں نوکر تھیں جن کا درماہہ تو خواجہ سرا ادا لیتے تھے
اور آدمی اونمیں نہیں رکھتے تھے جب ایسے وقت میں بیگم کو ان سپاہیوں کی ضرورت واقع ہوئی
نشان نہ پایا سمجھ گئیں کہ غلام اونکی تنخواہ سرکار سے آپ لے لیا کرتے تھے۔ چونکہ ایسے موقع پر
خواجہ سراؤں سے باز پرس کرنا دانائی سے بعید تھا اسلئے خاموش ہو رہیں الغرض راجہ مذکور نے
پانچ سیڑھیاں مضبوط دیوار باغ سے جو بیگم کے محل کے متصل تھا بندھوا دیں اور سپاہیوں کو
حکم دیا کہ اوپر چڑھکر محل کو گرا دیں۔ بیگم بھی یہ حال معلوم ہوتے ہی مع مغلانیوں اور خدمتگاروں کے
محل سے نکلکر بادشاہی آدمیوں پر اینٹ اور پتھر اور لکڑیاں برسانے لگیں یہانتک کہ وہ لوگ آگے
نکلے اور دروازے تک اون کا تعاقب کیا۔ اس حالت میں راجہ مذکور اور بادشاہ کا چیلا ماہر علی اینٹ
سے مجروح ہوئے اور بیگم اپنے محل کو لوٹ گئیں۔ آخر کار راجہ نے ان سپاہیوں کو حکم دیا کہ ادب
ولحاظ کو ترک کرکے بے تحاشا محل میں گھس پڑو۔ اس درمیان میں کسی نے محل کے اندر سے بندوق
سر کردی اسوجہ سے لڑائی شروع ہوگئی اور طرفین سے بندوق چلنے لگی چار چھ تیر و بندوقیں
ماری گئیں اور ظالم سنگھ صوبہ دار اور ایک سپاہی فوج شاہی کا اور ایک راہ رو بیگم کے سپاہیوں کی
گولیوں سے زخمی ہوئے اور ابراہیم بیگ خاص بردار اور ایک تیسپ اور چند عورتیں بیگم کی طرف
کی چیت پر تھے تیر و بندوق سے کام آگئے۔ اس شورش کی وجہ سے بازار کی دوکانیں بند
ہوگئیں۔ بادشاہ نے یہ خبر سنتے ہی حکم دیا کہ ایک توپخانہ بھیجا کر لگا دو اور علی رضا بیگ کوتوال
کو حکم دیا کہ بازار کے دوکانداروں کو تسلی وتشفی کردو کہ دوکانیں بند نہ کریں۔ اس اثنا میں بیگم
صاحبہ جدال وقتال اور تشنگی وگرسنگی سے جان بلب ہوکر باغ کی جانب سے دروازہ ...
زحمہ انہا اشتر میں تشریف لائیں۔ اور راجہ مذکور سے امان چاہی۔ اونہوں نے مقتولوں کی لاشیں
دریا گومتی میں بہادیں اور روشن الدولہ نے حاضر ہوکر عرض کی کہ بیگم صاحبہ اور انکے ...

خواہش ظاہر کی ہے کہ الماس باغ میں جو الماس علیخان کا بنایا ہوا تھا چلی جاتی ہیں یہ باغ
پہلے سے بیگم صاحبہ کی سکونت کے لئے تجویز ہوچکا تھا بادشاہ نے حکم دیا کہ فوراً سواریاں بھیجدی
جائیں چنانچہ پچاس رتھ اور ستر میانے بھیجدئے گئے اور کوتوال کو حکم دیا کہ تھانوں کی دو کمپنیاں
الماس باغ میں بھیجدے - پہروں رہے بیگم صاحبہ مع فریدون بخت کے سکھپال میں سوار ہوکر چلی گئیں
اور سہیلیاں اور خواصیں میانوں اور رتھوں میں سوار ہوکر گئیں اور پانچ چھ زنخی عورتوں کو ہمراہ
لے گئیں اور اونکے ساتھ مادھو سنگھ کا رسالہ اور دو کمپنیاں نجیبوں کی تھیں - پیاس کی کثرت سے
بیگم صاحبہ نے راستے میں پانی مانگا - چونکہ مکان برسوں سے بے مرمت پڑا تھا نہ وہاں روشنی
کا سامان تھا نہ فرش تھا اسلئے رات بھر بیگم صاحبہ سکھپال میں رہیں اور دوسری عورتیں بھی بے آرام
پڑی رہیں نہ کھانا ملا نہ کافی پانی - اور بیگم صاحبہ کے محل میں بادشاہ کے حکم سے فتح علی خان کپتان
نے قبضہ کرکے تمام کوٹھریوں میں قفل ڈالدئے اور اس کشمکش میں اکثر اسباب تلف ہوگیا
اور بعد اس کے بیگم صاحبہ کے تمام نوکر قید سے رہا ہوگئے - ایک دن شب کے وقت نصیر الدین
حیدر نشہ شراب کے عالم میں سوار ہوکر جوش محبت مادری میں بیگم صاحبہ کے پاس تنہا الماس باغ میں
پہنچے جو لوگ دروازے پر پہرے چوکی کے لئے مامور تھے اونہوں نے عدم شناسی کی وجہ سے
اونکو روکا جب معلوم ہوا کہ اس شخص سے بادشاہ آتے ہیں تو اندر جانے دیا - بادشاہ نے سلام
و نیاز کے بعد معذرت کی اور چاہا کہ اپنے ہمراہ محلات میں لیجائیں چونکہ رات کم تھی بادشاہ بیگم نے
کہا کہ اب رات تھوڑی باقی ہے - آپ یہاں استراحت کریں وقت صبح اگر منظور خدا ہے تو محل میں پہنچ
آئے گا - بادشاہ نے اسوقت سردی کی شکایت کی اور چاہا کہ آرام کریں بستر خواب پر دراز ہوگئے
بادشاہ بیگم نے شالی رضائی اوڑھا دی تاکہ سردی دفع ہو - چونکہ خدا کو کچھ اور ہی منظور تھا
بادشاہ نے اونکو یہ کہکر کہا کہ صبح کو سواری بھیجکر آپ کو بلا لونگا - اور خود سوار ہوکر تاج گنج میں تشریف لیگئے
وہاں روشن الدولہ موجود تھے اونکو اس ساری کیفیت سے مطلع کیا اونکو اور ہی فکر لگی ہوئی تھی
اونکے قریب کا ذکر آگے آئیگا - یہ سمجھا کہ بادشاہ بیگم سے زیادہ کوئی اور دوسرا بادشاہ کا محافظ
اور دلسوز نہیں ہے بادشاہ سے عرض کیا کہ حضرت دوبارہ کی مرتبہ ایسا کام نہ کریں خانہ زاد کو معلوم
ہوچکا ہے کہ بیگم صاحبہ حضرت کی جان کی دل سے دشمن ہیں فلاں فلاں اشخاص حضرت کے قتل پر
پیر ہمر کہاتے ہوئے ہیں لیکن خواجہ سرا نے سینہ سپر ہوکر اون کو صدمہ عظیم سے بچایا - یہ سنتے ہی
بادشاہ آگ ہوگئے اور اوس شالی رضائی کو کہ ابھی تک اوڑھے ہوئے تھے آگ میں جلا دیا اور

اوس خواجہ سرا کو جسکا روشن الدولہ نے نشان دیا تھا طلب کیا روشن الدولہ نے

کہ در پردہ بادشاہ کے جانی دشمن تھے خواجہ سرا کو نظارشہ کی طمع

سے راضی رضا مند کیا اور جن کی صورت شیشے میں اوتارا کہ اوس دیوانے نے اوس مضمون کو طلاقت

لسانی سے بادشاہ کے سامنے بیان کیا اور اسوجہ سے آتش نزاع جو شعلہ زن تھی نہ بجھی

بلکہ اور بھڑک اوٹھی اور یہ تشریف لیجانا بادشاہ کا بادشاہ بیگم کے پاس مصلحت سے خالی تھا

رزیڈنٹ کی زبان بندی کے واسطے یہ امر ظہور میں آیا تھا کہ باوجود عذر و معذرت کے بادشاہ

بیگم نے اپنی حق پروری کی الماس باغ سے واپس آنا قبول نہ کیا - جب بیگم صاحبہ پر اوس خواجہ سرا

غلام کی کیفیت کھلی جو قاتلوں کے ہاتھ سے بادشاہ کو بچانے والا بنا تھا نہایت دل شکستہ

اور پریشان خاطر ہوئیں - آخر کار بیگم صاحبہ کے بھانجے اور بھتیجے یعنی مرزا ذوالفقار علی اور

مرزا علی خان وغیرہ اپنے اہل و عیال کے ساتھ اور وہ اقربا جو مدت سے جدا تھے تمام یکدل

متفق ہو کر شاہ کے خوف اور غارتگری کے اندیشے سے الماس باغ کے دروازے پر سکونت

پذیر ہوئے - بیگم صاحبہ نے اپنی حفاظت کے لئے جدید سپاہ نوکر رکھنا چاہی - چنانچہ امام بخش سقہ

ساکن گنج ملازم اپنے کو فراہمی سپاہ کا حکم دیا اوس نے آٹھ نو ہزار کے قریب آدمی بھرتی کیے

اور انکی تنخواہ مقرر ہوا جنمیں ہر قسم کے بدمعاش دلیر اشتہاری اور راجپوت وغیرہ تھے

اور کھنڈی والی پلٹن ... سپاہیان بہرام ہمراہی فقیر محمد خان رسالہ دار لیے

جو سرکار شاہی سے موقوف ہوئے تھے بیگم کے ہاں نوکری کرلی اور انکے افسر موہن سنگھ اور لالا شاہ

راجپوت ... جو ... تھے انمیں سے مسلمانوں کو روٹیاں اور ایک پیالہ قلیہ

یا دال کا پیالہ اور ہندوؤں کو فی نفر سیر بھر آٹا اور دال ہر وقت ملتی تھی اور کہنے یہ وعدہ تھا کہ

عروج دولت کی ترقی کے دن تمہاری تنخواہیں مقرر ہو جاینگی - اور محل کے اندر بیگم صاحبہ کے

پاس بی بی معلاقی اور فرخندہ خانم اور امانی خانم وغیرہ کاربرداز تھیں بیگم صاحبہ جاگیر کا کاغذ بنا کر

تھیں مشورہ یاد کے لئے رزیڈنٹ کی بھی طالب تھیں اور صاحب رزیڈنٹ بادشاہ کے پاس خاطر

سے اس معاملے میں زیادہ مداخلت نہیں کرتے تھے - نہ خود بیگم صاحبہ کے پاس جا سکتے تھے -

نہ رزیڈنٹ بھیج سکتے تھے - کلکتے سے اس باب میں جواب ملنے کے منتظر تھے - اور جب رزیڈنٹ

روشن الدولہ سے بیگم صاحبہ کے بارے میں کچھ کہتے تھے تو وہ یہ جواب دیتے تھے کہ ... کا کام

کم سمجھتا ... اوس کا ظہور بیگم صاحبہ کی دوری کے بدون غیر ممکن ہے - اور جاگیر کے

باب مین جواب دیتے تھے کہ خرچ کی منہائی کے بعد جو کچھ قرار پائے بیگم صاحبہ اہلکاران سلطنت کے
ہاتھون سے لیا کرین ابھی یہ تکرار طے ہوئی تھی کہ روشن الدولہ کو اور دور کی سوجھی اور اپنے دلمین
سمجھے کہ یہ محاسبہ کاربردازی اعتماد الدولہ کی بہن فیض النسا مغلانی کی وجہ سے ہے اوسکو محل سے
نکلا چاہیے اگر یہ نہ نکلی تو بیگم صاحبہ کی جاگیر بحال مقرر ہو گا - اور ہماری جوڑ دبرد ضائع ہوگی -
اور جب تک وہ محل مین موجود ہی ہمیشہ ہر معاملے مین صاحب رزیڈنٹ سے جوابدہی پڑے گی
آخرانا جی کی تالیف قلوب کرکے اپنا شریک کیا اور فیض النسا کی بیٹی چھوٹی خانم کی معرفت سلسلہ
جنبانی ہوئی اونہون نے مغلانی کو پیام دیا کہ بادشاہ کو بیگم صاحبہ کی جدائی منظور نہین اور دشمن
اس بات پر زہر کہاتے ہوتے ہین کہ مان بیٹیون مین کسی طرح صفائی کی صورت نہو - اس سے
بادشاہ نے تمکو طلب فرمایا ہے کہ صفائی ہو جائے - بی مغلانی اصل معاملے سے غافل حسب
وعدہ سوار ہوکر در دولت پر پہنچی - یہان وام تزویر بچھا تہا ہی ابھی سواری اوتری نہتی کہ دربان نے
روشن الدولہ کے اشارے کے موافق منع کیا کہ بدون بادشاہ کے حکم کے یہان سواری کا اوترنا
محال ہے - اس تکرار مین وہ طول کھینچا کہ روشن الدولہ اور کہبوہون کے آدمی بلا کی صورت بیچے
اور کہاریون کو محل سے ملا کر پردہ سواری کا اوٹھایا اور مغلانی کو کشان کشان روشن الدولہ کے پاس
لے گئے اونہون نے پوچھا کہ تو در دولت پر کسواسطے آئی ہے اوس نے کہا کہ بادشاہ کی
طلبی کے موافق حاضر ہوئی ہون - روشن الدولہ نے اوسوقت جاکر بادشاہ کے کان مین
یہ منتر پہونکا کہ یہ لڑنے کی چڑیا دراصل بیگم صاحبہ کی عقل کی کنجی ہے - اس مکر و فریب کے ساتھ
ہاتھ آئی ہے - اور ہر صورت بندگان حضرت کے فائدے کی بات ہے - بادشاہ کے حکم سے
وہ تیرہ بخت کوٹھی نور بخش مین قید ہوئی اور آرام کے سامان بند ہوگئے - چند عرصے مین ہلیل
ہوگئی اور یہ خبر صاحب رزیڈنٹ کو پہنچی - اونہون نے روشن الدولہ سے فرمایا کہ یہ مغلانی
اسطرح مرگئی تو تمہارے حق مین اچھا نہو گا - ناچار عالم مجبوری مین کچھ اوس سے لیکر چھوڑ دیا
مغلانی کے فراق نے بیگم صاحبہ کی کمر ہمت توڑ دی تھی - وہ جب تک محل مین تھی اوسکی کارگذاری
کی وجہ سے نوبت فاقہ کی نہ آئی - اب فاقے پر فاقہ تہا کاربردازان سلطنت کچھ سنتے ہی
تھے اور شہر کے مہاجن بھی کچھ قرض نہین دے سکتے تھے - زیور اور جواہر اون کا جسکسی نے
مول لیا اوس کا کہر ضبط کیا گیا - غرض عجب بلا مین مبتلا تہین نہ جائے ماندن نہ پائے رفتن -
جنس فروشان اور جعلسازون کا بازار گرم تہا اور محل کے خواجہ سرا اپنے نہال بہ سے تھے

پھر چندہ جات مہروارے ملک کا غذ پر پہرین چہاپ کر کتابش کی امید مین خیر مینی کی صورت تقسیم
کرتے تھے تاکہ صاحب رزیڈنٹ کو بیگم کا مدد و معاون بناوین اور بیگم صاحبہ کے خیال مین
یہ بات تھی کہ ہمارے واقعات رزیڈنٹ تک پہنچتے ہین اکثر عیسائی گل تازہ کہلاتے تھے
کئی مہمون کو باغین بیگم صاحبہ کے پاس پہنچکر سبز باغ دکہلاتے وہ نہال ہو کر طلائی و
نقرئی اسباب انعام مین بخشتی تہین کہ انہین کیوجہ سے صاحب رزیڈنٹ تک میری پریشانی کا حال
پہنچکر یہ روز بد سر سے ٹل جاوے۔ مگر کسی کی کوشش سے کام نہ نکلا۔ والی سلطنت ایسے غافل
تھے کہ اون کو اس اجتماع کی جو بیگم صاحبہ کے پاس ہو گیا تہا وزا برو اہ نہوئی۔ جب ان لوگون نے
آس پاس کے باغات مین جا کر دست درازی شروع کی تو بادشاہ کو اخبار کے ذریعہ سے اس سپاہ کی
فراہمی کا حال معلوم ہوا بادشاہ نے بیگم کو حکم دیا کہ ان سب کو موقوف کر دینا چاہیے۔ بیگم نے جواب دیا
کہ مین بہرا سے لت دوڑ مین رہتی ہون چورون سے حفظ و حراست کے لئے یہ تمام آدمی نوکر رکھے ہین
بادشاہ کے حکم سے شہر مین منادی ہوئی کہ اگر کوئی بادشاہ بیگم کی نوکری کرے گا تو سزا پاوے گا۔
اور رزیڈنٹ کو بھی اس بات کی اطلاع کر دی گئی اور واسطے تدارک اور دفع فتنہ و فساد کے سپاہ
شاہی تعینات ہوئی۔ بادشاہ کی سپاہ نایابی تنخواہ کی وجہ سے پریشان اور بیدل ہو رہی تہی روشن
الدولہ نے اونکی تالیف قلوب کے واسطے جسطرح تنخواہ تقسیم کی تاکہ لڑائی کے وقت جانبازی
سے دریغ نہ کرین۔ سپاہی بیگم صاحبہ کو دعا دینے لگے کہ اونکی بدولت مدت دراز کے بعد تنخواہ ملنا
نصیب ہوئی۔ راجہ لال جی نائب جرنیل اور قیام الدولہ بہر شید اور فقیر محمد خان اور مسگیس صاحب
رسالون سمیت اور رابرٹ صاحب پلٹن اور توپخانہ کے ساتھ اور بالا گنج کا توپخانہ یہ سب نے
اوس طرف کے اس طرف جو الماس باغ کے پاس ہے اس سپاہ نے مورچے قایم کئے۔ اور
دوسری جانب بیگم صاحبہ کی سپاہ نے اپنے مورچے جمائے۔ اگرچہ صاحب رزیڈنٹ نے خانگی
معاملات ہونے کی وجہ سے ابتدا سے بیگم صاحبہ کے جھگڑون مین مداخلت نہین کی تھی۔ لیکن
یہ شکر والیان سلطنت کی غفلت پر افسوس کیا اور خیال کیا کہ یہ مناقشہ طول پکڑ کر سلطنت کی
بنیاد کو ہلا دیگا اسلئے خبر پہنچکر اصل کیفیت معلوم کی تو معلوم ہوا کہ سارا حال صحیح تہا۔ پہر آپ موقع
پر پہنچے تو سپاہ شاہی کو نہایت ضعیف اور حقیر حالت مین پایا۔ ساز و سامان بالکل پرانا ٹوٹا پھوٹا تہا۔
اور بیگم صاحبہ کی سپاہ کا تمام سامان درست اور آدمی بھی تنا ور قوی وجیہ تھے اندیشہ
کیا کہ شہر قریب ہے سپاہ کہین غارتگری پر تیار چل جاوے تو شہر لٹ جائیگا۔ اسلئے اجازت

سنہ ۱۲۵۲ ہجری مطابق ۲۵ ستمبر سنہ ۱۸۳۶ء کو اپنے میر منشی سید لطافت حسین خانکو بیگم کی
خدمت مین فہمایش کرنیکے اس صحبت کو موقوف کرنے کے لئے بھیجا وہ الماس باغ مین گئی بیگم پردہ
مین بیٹھین اور پردے کے اسطرف میر منشی کرسی پر بیٹھے اور رزیڈنٹ کی طرف سے سلام و نیاز
پہنچانے کے بعد کہا اگرچہ کہ امور خانگی ہونے کی وجہ سے جانبین کے معاملے مین دخل دینا
منظور نہ تھا لیکن جو شت طویل ہو گیا اور ریاست مین فساد ہونے کا احتمال ہے اور قریب ہے
کہ مخلوق پریشانی مین مبتلا ہو جائے اور سلطنت اودھ کی حفاظت و حراست دشمن بیرونی
و اندرونی سے سرکار دولتمدار کمپنی کے ذمے عہدنامو نکی وجہ سے ہے اسلئے طوعًا و کرہًا
مداخلت کی جاتی ہے - آپکو استقدر مسلح آدمی جو اون والی ملک کے نوکر رکھنا مناسب
نہ تھا بہتر یہ ہے کہ سب کو آپ برطرف کر دین اور بقدر ضرورت چار پانسو آدمی حفاظت و چوکسی
کے لئے رہنے دئے جائین - میری طرف سے آپکی خیر خواہی مین کوئی دقیقہ فرو گذاشت نہوگا
اور آپکا درماہہ برابر سرکار شاہی سے پہونچتا رہیگا - اور حفاظت اہالی سرکار کمپنی سے اچھی
طرح ہوگی اور گورنر جنرل کی خدمت مین یہ تمام حال لکھدیا جائیگا - اگر آپ میری گذارش پر عمل
نکرینگی تو سپاہیان انگریزی کی دو تین کمپنیان بھیجی جائینگی جو آپکی تمام جمعیت کو پریشان
کر دینگی اور اوسوقت آپکو پچھتانا فائدہ نہ بخشیگا - یہ بات سنکر بیگم صاحبہ اور دیگر زنان
[illegible] اور تمام خواصان کل زار زار رونے لگین - بیگم صاحبہ نے کہا کہ مجھکو صاحب رزیڈنٹ
کے حکم کی تعمیل مین عذر نہین اور ہر وقت مجھکو یہ منظور تھا کہ کسی نہ کسیطرح رزیڈنٹ صاحب
میرے معاملات مین مداخلت کرین تاکہ مین دشمنون کے شر سے امن پاؤن - اور سلیمان جاہ کی
جسطرح مینے تربیت اور پرورش کی ہے وہ رزیڈنٹ صاحب پر روشن ہے - مگر دشمنو نکے
بہکانیسے اونہون نے میری خرابی پر کمر باندھ لی ہے اب کلاس ویرانے مین رہتی ہون
شب و روز مستعد توہین اور تذلیل کے در پے ہین اور ہر روز ایک نیا پیغام بھیجتے ہین
ورنہ مجھکو استقدر آدمیونکے جمع کرنیکی کیا ضرورت تھی مجبور ہو کر حفاظت عزت کے لئے اتنی
جماعت فراہم کی ہے اگر رزیڈنٹ صاحب میری جاگیر جو میرے شوہر نے عطا کی تھی دلوا دین
تو وہان چلی جاؤن - میر منشی نے جواب دیا کہ ان اسباب کے واسطے رزیڈنٹ کی اجازت
ما مور نہین ہون تاکہ کچھ اسکا جواب دون اگر آپکو کچھ کہنا سننا ہے تو اپنا حال لکھکر
بھیجئے مین اونکے سامنے پیش کر دونگا - اور آپکے پاس جواب آجائیگا - اگرچہ اقرار و اتفاق

نہین کرسکتا مگر اتنی تنخواہ کہ زرا وقات کے لئے جو آپکی ذات اور نوکرون کے لئے کافی ہو
گورنر جنرل کی اجازت سے مقرر ہو جائے گی۔ بیگم صاحبہ نے کہا کہ مجھکو تو غرض جاگیر سے ہے
اور نوکرون کو مین ابھی موقوف کرنے کو تیار ہون لیکن عرصہ دراز سے اونکو جو کچھ ہوتی تنخواہ نہین
ملی ہے اونکے فساد کرنے کا اندیشہ ہے آجتک جو کچھ سونے چاندی کا اسباب تھا فروخت
کرتی رہی سرکار شاہی سے کچھ بھی نہ ملا اب دینے کو کچھ بھی میرے پاس نہین اگر تین لاکھ
روپے دلوادیے جاتے تو اونکی تنخواہین بیباق کرکے علیحدہ کردیا جائے۔ میر منشی نے
کہا کہ عرصہ دو سال سے اونکو کہان سے دیا گیا کہ اب برطرفی کے وقت یہ عذر کیا جاتا ہے
غرضکہ میر منشی نے بیگم صاحبہ کو اچھی طرح سمجھا کر ستم کے ساتھ موقوفی سپاہ کا وعدہ لیا۔
اور اونہون نے بھی منشی کے سامنے سپاہیونکو جوان سے ملاکر ہتھیار کھولدینے کا
حکم سنادیا۔ میر منشی وہان سے رزیڈنٹ کے پاس واپس آیا اور تمام حال بیان کیا۔
اور رزیڈنٹ نے اس کام مین مداخلت کی اجازت حاصل کرلی اور ایک لاکھ روپیہ
تقسیم تنخواہ کے لئے نقد اور پندرہ ہزار روپیہ ماہوار اونکے خرچ کے لئے بادشاہ کی استدعا
سے تجویز کیا اور تمام ... بادشاہی کو حکم سنادیا کہ بیگم صاحبہ کے کسی نوکر سے کوئی شخص
سیدھی کی مزاحمت نہ کرے جہان وہ چاہین بھرین چلین اور بیگم صاحبہ کو لکھا کہ آپکو پندرہ ہزار
روپیہ ماہوار ملا کرینگے اور ایک لاکھ روپیہ نقد دیا جائیگا بشرطیکہ آپ کل سپاہ علیحدہ کرکے صرف چار سو
آدمی اپنی حفاظت کے لئے رکھیں۔ بیگم صاحبہ نے پھر رزیڈنٹ کو درخواست دی کہ تین لاکھ روپیہ
کے بغیر کام نہین چلیگا اور پندرہ ہزار روپیہ میرے مصارف کو کافی ہونگے لیکن رزیڈنٹ نے
نہ مانا ناچار بیگم صاحبہ نے طوعاً و کرہاً رزیڈنٹ کے قول کو مان لیا اور ایک لاکھ روپیہ خزانہ بادشاہی
سے نکلکر بیگم صاحبہ کے پاس بھیجا گیا اور امداد خدا بخش چوبدارون کو حکم ہوا کہ اپنے سامنے سپاہ کو
تقسیم کراکر برطرف کرادین۔ بیگم صاحبہ نے چوبدارون کے روبرو اون روپیونمین سے بعض سپاہیون
کی تنخواہ دلواکر بظاہر اونکو برطرف کردیا۔ اور اونہین خفیہ کہدیا کہ تم ہمارے آدمی ہو اپنے مکانونمین
بیٹھے رہو۔ اور اپنے وکیل مرزا علی خان کی معرفت جو اونکے بھانجے تھے رزیڈنٹ کو کہلا بھیجا
کہ ایک لاکھ روپیہ تقسیم تنخواہ کے لئے کافی نہین اسلئے اور روپیہ دینا چاہئے۔ بہت سی لکھا پڑھی کے
بعد رزیڈنٹ ایک لاکھ روپیہ سے اور امداد کرنیکو راضی ہوئے۔ چنانچہ حسب الحکم شام کو ایک لاکھ روپیہ
مہر ہوئے کہ صبح کو بیگم صاحبہ کے ہان بھجوادیے جائینگے کہ رات مین بادشاہ کا انتقال ہوگیا

بادشاہ کی شکستہ حالی سلطنت کی ابتری - اور آخرکار بادشاہ کا اپنے متقربین کے ہاتھوں سے جان دینا

بادشاہ مہربان کی شکستہ خاطری رعایا کی پریشان حالی سے آخرکار برق قہر آسمانی حضرت ظل سبحانی پر لوٹی اور انکی جان پر آ بنی یعنی جب یہ صورتیں ظہور میں آئیں تو روشن الدولہ کو انگریزوں کے ساتھ موافقت پیدا ہو جانیکی وجہ سے استقلال حاصل ہو گیا - ہر ایک چھوٹا بڑا اطاعت کرنے لگا - ملک کی آمدنی میں کمی ہوئی - خزانہ خالی ہوا - بادشاہ کو اضطراب نے ہاتھوں ہاتھ لیا - اکثر عالم انتشار میں محل کے اندر عورتوں سے یہ فرمایا کرتے تھے کہ جو کچھ تمہاری منتوں میں ہو جلد جلد کھا پی لیلو اور عیش کرلو کیونکہ پھر سے ابد جوار کی روٹی اور باسی کی دال نصیب ہونا سخت مشکل ہے - نواب احمد علیخان الغا طلب بہ شمس الدولہ ابن نواب سعادت علیخان کے بیٹوں نے انگریزی افسروں سے تحریرات شروع کیں ہیں اور چاہتے ہیں کہ سلطنت اونکو ملجاوے - اسوجہ سے انکو یہ منظور ہے کہ ایک کوڑی خزانے میں باقی نرہے - اور روشن الدولہ اس فکر میں تھے کہ جسطرح بیگم صاحبہ کا اخراج ہوا اسیطرح بادشاہ کے اور بہوا خواہوں کا بھی اخراج ظہور میں آوے تاکہ پھر کوئی کانٹا باعث خلش کا باقی نرہے - آخر یہ نوبت پہنچی کہ ہر ایک جسکو بادشاہ دوا کہتے تھے اور بادر جیجا یہ خاص اطاعت اس سے متعلق تھا اور رنگ تھا قائم اور باقی اسباب پیش محل سے جو یہ رنگ عزت دیکھا سمجھیں کہ انکا سکارا بیرو پر باقی بہرے گا تو بیماری وغیرہ کا حیلہ کرکے گھر بیٹھ رہے اس عرصے میں گورنر جنرل نے متواتر اودھ کی بدانتظامی سے تنگ آنے کے لیے تاکید ہی اور پہرہ لیے بھی وقت کے وقت شکایت میں گورنر جنرل کو لکھے اور جب رزیڈنٹ وزیر پر تاکید کرتے وہ کہتے کہ مجھکو بادشاہ کے نزدیک مداخلت نہیں اگر اون سے کمی سپاہ کے بارے میں عرض کرتا ہوں تو فرماتے ہیں کہ میرے نوکروں کو کسواسطے برطرف کرتے ہو - اور ملازموں کو اگر کمی کرنا چاہتا ہوں تو فرماتے ہیں کہ نواب صفدر جنگ کے عہد سے یہاں تک یہی رسم جاری ہے آج کیونکر اوٹھادوں - قدیم سے خلاف لاکھوں روپیہ کا نقصان اوٹھایا کیا مذروا اور مصارف کفایت کی بابت زبان سے کچھ کہتا ہوں تو یہ جواب دیتے ہیں کہ تمکو کیا سروکار ہے کیا کام ہم جسکو چاہتے ہیں بخشتے ہیں - اور اگر تماشائی بنکر مہر سکوت لب پر لگاتا ہوں تو آپ بدنام کرتے ہیں اور اگر زیادہ سمجھایا کرتا ہوں

تو حکیم مہدی علیخان کی مانند مغضوب و معزول ہونے کا خوف ہے - اور آپ سے تدارک کی امید
نہیں - بہر صورت اس مرض سخت کا علاج منظور نظر ہے کہ اس طریق ایسا چاہئیے کہ بہر حالت
تک صورت نظر آئے لیکن اس شرط کہ آپ جان اور عزت کے محافظ ہیں اور عہد و پیمان کے
ساتھ ضمانت کریں - رزیڈنٹ نے یہ بات سنکر فقط یہ جواب دیا کہ جسمیں خلق کی بہبودی اور رعیت
کی خوشنودی ہو اور ریاست کا نام باقی رہے وہ تدبیر عمل میں لاؤ - بعد اس کے شرابدار
اور آبدار وغیرہ جو قوم مسلمان اور یہود اور نصاریٰ سے بادشاہ کے پاس ساقی گری کی خدمت
ممتاز تھے اس بات پر آمادہ ہو گئے کہ شراب مسموم بادشاہ کے استعمال میں لاویں لیکن یہ تدبیر کارگر
نہ ہوئی یہ معاملہ طشت از بام افتادہ کی مانند مشہور ہوا اور بدنامی کے اون لوگوں کی آبرو پر پانی پھرا
اور جب بادشاہ کو علاج سے صحت کامل ہوئی تو نہایت پر حواس ہوئے اور اب بادشاہ بہ بیچ بدخواہ
دوستنماؤں کی عداوت قلبی کی صورت کھلی حفظ جان کے واسطے چار چار روز برابر کھانے پینے کے
خوف سے ہاتھ نہیں ڈالتے تھے کہ شاید مسموم ہو عمارت کے منڈیروں اور پہرے کے تلنگوں سے
بھنی ہوئی جوار اور چنے لیکر اپنی جیب میں بھر رکھتے تھے اور اونکو کھا کر اسیطرح بہت اوقات بسر کرتے
تھے - اس وقت میں بھی جو شریف زادے تھے وہ عالم مجبوری میں کنارہ کش ہو گئے - فقط بدخواہ
رذیل اور کمینے لوگ باقی رہے اونمیں سے دو کہاریوں رضیا اور ڈولی نے بہت رفتہ رفتہ ارکان سلطنت
کے جادۂ اطاعت سے باہر نکلنے کی صحبت گرم رکھی - قضا سے کار بادشاہ کی بسبب شراب کی
کثرت اور برف کے استعمال سے ناسازی ہوئی اور استسقا پیدا ہو گیا - ہاتھ پاؤں میں ورم آ گیا -
ہر وقت لیٹے رہتے اور دست لینے پہنچے رہتے تھے اور بادشاہ بیگم علالت کا حال سنکر کبھی کبھی
خیر خیریت منگاتی تھیں - عیادت کے لئے آنیکا ارادہ بھی تھا - اور اونکی علالت کا حال سنکر
ہمیشہ رنج و الم میں مبتلا رہتی تھیں - اور اونکی بڑی آرزو یہ تھی کہ جاکر آخری دیدار نور دیدہ کا کروں
لیکن بادشاہ دیدہ و دانستہ چشم پوشی کرتے تھے اور صاحب رزیڈنٹ سے کہلا بھیجا کہ میں
بیگم صاحبہ سے ملاقات نہ کرونگا کہ وہ مجھکو بیمار و نزار دیکھکر خوش ہونگی - سہ شنبہ ربیع الثانی سنہ [illegible]
تک بھی اٹھنے بیٹھنے کی طاقت تھی اور اپنے پاؤں سے چلتے پھرتے تھے - اتفاقاً اسی شب
اتا جی کے یہاں سے کھانا آیا تھا اوسمیں قلیہ کلیجے کا پڑا ہوا بھی تھا - بادشاہ نے اوسکو کھایا
رات کے وقت جی کچھ بگڑا - اور دو قے آکر تنگی ہو گئی - اور بدن کے تمام رونگٹے کھڑے ہو گئے
کہ دم اوکھڑ گیا - اسکا بیان مختلف طور پر روایت کرتے ہیں - بعض کہتے ہیں کہ اس وقت بادشاہ

کا کام تمام ہوگیا اور بعض کہتے ہین کہ ابھی رشتہ حیات منقطع نہوا تھا کہ دھنیا مہری وغیرہ وہان کے حاضرین نے تربوز کے پانی مین زہر ملا کر بادشاہ کے حلق مین اوتارا تاکہ ٹھنڈے ہو جاوین - آخر نزع کی نوبت پہنچی - روشن الدولہ اور سبحان علی خان نے آکر پہلے نشتر سے پاؤن کی رگ ہفت اندام چھیڑی خون معلوم نہوا - نائی نے اپنا ہاتھ ناک پر رکھکر دیکھا ثابت ہوا کہ اسمین دم باقی نہین ہے - لیکن اسوقت بھی اوس شیر مردہ سے ان تیرہ دلون کا زہرہ پانی پانی تھا اوسکو سکتہ تصور کیا اونکا کام اول تمام کر چکی تھی - ۴ ربیع الثانی سنہ ۱۲۵۳ ہجری مطابق ۸ جولائی سنہ ۱۸۳۷ع بعد انقضاے چہار ساعت نجومی کے سنیچر کی رات مین طائر روح نے قفس تن خاکی سے پرواز کی چھبیس برس کی عمر مین تخت سلطنت پر جلوس فرمایا تھا اور دس برس حکمرانی کی چہہ کروڑ روپیے زیادہ جو خزانے مین جمع تھا اور جو امرات اور آمدنی ملک کا روپیہ سب صرف کیا [illegible] سلیمان جاہ لقب تھا مرنے کے بعد خلد منزل کہلاے - جب نصیر الدولہ اونکی جگہ مسند نشین ہو چکے تو اونکا جنازہ حسب آئین شاہانہ اوٹھا کر [illegible] سے نکالا [illegible] نگر مین جو گومتی کے پار اونہون نے تعمیر کرائی تھی اور جو تیار ہو چکی تھی مزار قدسیہ بیگم کے پاس مدفون ہوئے -

تاریخ وفات

بو نصیر قطب دین و سلیمان روزگار — در دار خلد رفت ازین دار بیمدار
سال وفات خواستم از عقل دقیقہ یاب — گفتا خرد کہ از فلک نجم کن شمار

دیگر

رفت شاہ جہان سلیمان جاہ — سوے جنت ز بارگاہ اودہ
ہاتفے گفت از سر افسوس — ہے ہے رفت بادشاہ اودہ

بادشاہ شعر بھی کہتے تھے - بادشاہ تخلص کرتے تھے - یہ اونکا کلام ہے

بلبل شیدا نے پوچھا گل سے یون فصل بہار — اے گل رعنا ترے دامن مین کیون لپٹے ہین خار
ہنس کے بولا یہ گران [illegible] یار کو — بار گل سے کہو تاکہ نہ جھکے بار بار
تیغ ابرو دیکھ کر [illegible] بادشاہ — لا فتی الا علی لا سیف الا ذوالفقار

مرزا محمد [illegible] الملقب بہ رفیع الدین حیدر عرف منا جان مخاطب بہ فریدون بخت کا بادشاہ بیگم زوجہ غازی الدین حیدر کی

بسینہ زوری سے نصیر الدین کی جگہ مسند نشین ہو جانا مگر صاحب رزیڈنٹ کا فوجی طاقت کے ساتھ دونوں کو گرفتار کرکے چنار گڈہ پہنچوا دینا

جس شب نصیر الدین حیدر بادشاہ اودہ کی حالت نزع ہوئی تو ظفر الدولہ نے بادشاہ بیگم کو اطلاع دی اونہوں نے رونا شروع کیا۔ اور مرزا علی خان کو صاحب رزیڈنٹ کے پاس بھیجکر پیام دیا کہ اب آپکو میری دوستی بادشاہ کے حق مین اور دشمنون کی دشمنی اونکی سلامتی ظاہر ہوئی یا اسکے وعدہ باقی ہے آپ میرے حق مین کیا فرماتے ہین اب مین بلا توقف آتی ہون پہہ ربیع الثانی سنہ ۱۲۵۳ ہجری کی شب کو بادشاہ کا مجلس مستی مین جام لبریز ہوا اگر اونہون نے منا جان کو جو افضل محل کے بطن سے تہا اپنی زندگی مین اپنا بیٹا بنایا تھا مگر پہر اوس سے انکار کردیا تھا اس سبب کرنیل لو رزیڈنٹ لکہنؤ نے نواب کے چچا نصیر الدولہ مرزا محمد علی خان کو جو نواب سعادت علیخان کے بیٹے تھے اونکی جانشینی کے واسطے منتخب کرکے شریعت اسلام کے موافق انگریزی فوج سے لگا کر اونکی مسند نشینی کے سارے سامان درست کردے۔ اور ایک خط افواج متعینہ کیپٹن پالٹون کی حاضری کے واسطے لکہا اور ایک نصیر الدولہ کے نام لکہکر اپنے اسسٹنٹ دوم اور سید التفات حسین خان میر منشی کو دیکر اونکے بلانے کے لئے بہیجا۔ ڈیڑہ پہر رات گئے یہ دونوں صاحب اونکے ان پہنچے اور مژدہ جلوس تخت سلطنت کا سنایا۔ ابہی پانچ گہڑی رات باقی ہوگی کہ نصیر الدولہ اپنے بڑے بیٹے مرزا محمد علی اور دو پوتون اور دامادون (محسن الدولہ اور منیر الدولہ) کو ساتھ لیکر کوٹھی فرح بخش مین سواری سے اوترے۔ رزیڈنٹ نے استقبال کرکے معانقہ کیا اور ساتھ لاکر ایک کمرے مین ٹہیرا دیا۔ اور کوٹھی فرح بخش کا یہ انتظام کیا کہ دو کمپنیان تلنگونکی اور دو توپین مقرر کردین اور انگریزی فوجکے گارد جابجا متعین کردے اور اس خیال سے کہ شوقت بادشاہ کی وفات کے صدمے سے جابجا محل مین شور ماتم برپا ہے صبح کے وقت تخت نشینی کی رسم ادا کی جائے گی آپ اپنی کوٹھی کو چلے گئے اور اپنے اول اسسٹنٹ مائٹ صاحب کو یہان چھوڑ گئے اور سوا سے فوج انگریزی کے رابرٹ صاحب کی دو تین کمپنیان بہی فرح بخش مین دونون جانب کہڑی کردین۔ ادہر بادشاہ بیگم نے بلا انتظار جواب سواری طلب کی۔ اوسیوقت رزیڈنٹی کے چپراسی

نے جو اونکی ڈیوڑھی پر متعین تھا اور روشن الدولہ نے بھی یہ خبر صاحب رزیڈنٹ کو
پہنچائی رزیڈنٹ نے خدا بخش چوبدار کو اونکے پاس بھیجکر کہلا بھیجا کہ آپکا آنا مناسب نہیں
فریدون بخت کو سلطنت ملے گی۔ یہ تخت وراثت نصیر الدولہ سے رونق پذیر ہوگا۔ مگر یہاں کب صبر ہو سکتا تھا
کو جماعت چوبدار نے بھیجا لیکن ادھر بیگم نے التفات نہ کیا اور اپنے تمام نوکروں کو جمع کرکے
اور پالکی میں فریدون بخت سمیت بیٹھکر دو ہزار آدمیوں کی بھیڑ بھاڑ کے ساتھ جنکے افسر امام بخش اور موہن سنگھ
اور لالا پرشاد تھے الماس باغ سے عازم ایوان سلطانی ہوئیں۔ جب رزیڈنٹ کو یہ خبر پہنچی تو مرزا محمد علی خان کو اونکے
پاس پیغام دیکر بھیجا کہ آپکا اسوقت یہاں آنا مناسب نہیں لوٹ جائیے۔ میں آپکے در ماہے کا بندوبست
بقدر کفایت کر دونگا۔ آپ الماس باغ سے ہرگز قدم باہر نہ رکھیں۔ بیگم نے لوٹنا چاہا مگر
اور امام بخش نے نہ مانا رزیڈنٹ نے اپنے اول اسسٹنٹ پاٹن صاحب کو تھوڑی سی انگریزی سپاہ دیکر حکم دیا کہ
کوٹھی پنج محل کے دروازہ مغرب رویہ واقع جانب مکان فتح علی خان کپتان پر جا کر کواڑ بند کرلے۔ مگر امام بخش
نے اوس دروازے کے کواڑ ایک ہاتھی سے تڑوا ڈالے۔ اور سواری کی پالکی بارہ دری میں تخت
سلطنت کے پاس جا پہنچی اور قندہاریوں کو بلانے کے لئے آدمی مامور ہوا۔ چنانچہ عبدالرحمن خان
قندہاری کا بیٹا مصطفی خان حاضر ہوا۔ اوسوقت بیگم صاحبہ نے فریدون بخت کا ہاتھ اوسکے
ہاتھ میں سونپا جب رزیڈنٹ کو اس ہنگامے کی خبر ہوئی تو اپنے منشی کو ہمراہ لیکر بیگم صاحبہ کے
سمجھانے کے لئے آئے۔ مگر کثرت جوش و خروش سے وہ اون تک نہ پہنچ سکے۔ آخر کار امام بخش
اور موہن سنگھ اور لالا پرشاد کی مدد سے شاہجہان بادشاہ کی تلوار اور بندوق ہاتھ میں لیکر تخت شاہی
پر بیٹھ گیا اور اپنے نوکروں کی نذریں لینے لگا۔ اور بیگم صاحبہ نے سواری کے اندر سے فرمانروائی
شروع کی اور امام بخش نے حکمرانی آغاز کی۔ اس تمام جمعیت کے آتے ہی ملازمان شاہی بھاگ گئے تھے
پہلے راہ میں سرکاری کو حکم ملا کہ وہ رابرٹ صاحب کے سپاہیوں کو حکم پہنچاتے کہ سبحان علیخان
کا مکان لوٹ لیں اور اونکے بیٹوں کو یہاں حاضر کریں۔ پلٹن کے سپاہیوں نے جاتے ہی سبحان علیخان
کے مکان کو لوٹنا شروع کیا۔ روشن الدولہ و سبحان علیخان مع اپنے بیٹوں کے وہیں ایک کمرے میں
چھپے ہوئے تھے۔ ناگہاں بیگم کے نوکروں کی نظر روشن الدولہ پر جا پڑی۔ چاہا کہ اونکو گرفتار کریں
روشن الدولہ نے کمر سے تلوار لی اور قبضے پر ہاتھ ڈالا بیگم کے آدمیوں نے اوسکو مار ڈالنا چاہا
مگر قادر بخش جمعدار نے بچا لیا اور یہ شور سنکر بیگم صاحبہ نے فرمایا کہ یہ شخص سرکاری نمک خوار ہے اسکو زندہ گرفتار
کرو۔ راجہ شیودین کو بھی قید کرلیا۔ اور نصیر الدولہ بھی نظر بند ہوئے۔ روشن الدولہ کا بیٹا محمد حسن خان

جو جرنیل تھا اوس سے بارہ ہاٹ سے بہزار خرابی رہائی پائی اوسوقت وہ صدا شور وفغان بلند تھی
کہ کوئی کسی کی بات نہیں سنتا تھا۔ دھنیا کہاری المخاطب بہ افضل النسا کے گھر کا اسباب لوٹ کر اوسکو نشان
کشاں لائی مولوی غلام یحییٰ خان اپنی حفاظت جان اور آبرو کے خیال سے کہ تھی ہجوم خلق سے دریا کیطرف کو دوڑے
اس صدمہ سے اونکے پاؤں میں سخت چوٹ آئی ورم کی وجہ سے چلنا مشکل تھا۔ ڈیڑھ مہینہ تک ستائے گئے اور یحییٰ
خان کے بیٹوں نے خوشامد و درآمد سے کام لیا اور بچہ بقدا کے چھوٹ کر باہر آئے۔ تو یہاں نے میں
نشا جان کی سلامی شروع ہوئی جب دن نکلا تو مرزا علیجان وکیل بیگم صاحبہ کے رزیڈنٹ کے پاس
گئے اور اونسے کہا کہ بیگم صاحبہ آپکو بلاتی ہیں۔ رزیڈنٹ صاحب نے اونکے پاس اہلکار بہیجکر کچھہ سمجھایا کہ
آپ یہانسے لوٹ جائیں۔ ریاست فریدون بخت کو نہ ملے گی نصیر الدولہ مسند نشین ہونگے مگر بیگم نے
نہ مانا۔ رزیڈنٹ نے احتیاطاً مرزا علی کا ہاتھ اپنے ہاتھ سے نہ چھوڑا بیگم کے سپاہی اور نوکر رزیڈنٹ کے
نوکر اپنے سمجھ کے وہ وہاں تھے کسی کو جواب نہیں دیتے تھے۔ یہانتک کہ ایک شخص نے تلوار کھینچکر
اونکے قتل کا ارادہ کیا مگر مرزا علیجان کے کہنے سے باز رہا۔ اور دوسرے نے بندوق سامنے کرکے
سر کی لیکن گولی کان کے پاس سے نکل گئی بہزار احتیاط لفٹننٹ دوزول کمپیر اور میرمنشی کے
آہستہ آہستہ مرزا علی کی اعانت سے صحن بارہ دری میں چلے آئے اور اسی وقت سپاہ انگریزی کا
جہاوڑی منڈیاؤن سے معہ بارتولوں کے آپہنچی تھی اوسکی صف بندی کراتے گئے اور اون تمام حجت
کے لئے مرزا علی نے مصطفیٰ خان رسالہ دار قندہاری کو حکم دیا کہ بیگم صاحبہ کو سواری حاضر
جاکر کہو کہ بہتر یہی ہے کہ یہ تخت سلطنت چھوڑکر اپنے مقام کو لوٹ جائیں۔ بیگم صاحبہ نے پالکی میں
جواب دیا کہ سلطنت موروثی ہماری ہے دوسرے کو کیا دخل ہے۔ رزیڈنٹ نے کہا کہ کونسل
کلکتہ سے سلطنت نصیر الدولہ کے واسطے قرار پائی ہے اسلئے دس منٹ کی مہلت دیجاتی ہے اور یہ گھڑی
اسوقت میرے ہاتھ میں ہے نشا جان کی اگر جان کی خیر منظور ہے تو تخت سے اوٹھیں تو بہتر ہو
اندازہ اس مضمون کو تین مرتبہ دہرایا کچھ ساعت ہوئی اونکے گھڑی کی تھی جو ہاتھ میں تھی اوسکو
مرزا علی خان کو دکھا کر فرمایا کہ یہ نشان نکلنے کا موجود ہے اور اسکی دو منٹ کی مہلت باقی ہے
کہ اس گفتگو کے ضمن میں مانٹ صاحب نے جو چھوٹے صاحب کے نام سے مشہور تھے آکر اپنا
خون آلودہ چہرہ جو بیگم صاحبہ کے آدمیوں نے زخمی کیا تھا رزیڈنٹ صاحب کو دکھایا مرزا علیجان نے
بیگم صاحبہ کو بہت کچھ سمجھایا مگر اونہوں نے ایک بات نہ مانی مجبور ہوکر رزیڈنٹ نے
اوس افسر کو جو پلٹن ساتھ لایا تھا توپ کے سر کرنے کا حکم دیا۔ توپ کے چھوٹنے کی اونہیں

تیس چالیس آدمی گرے اوسوقت نوزا نقان کا بیٹا دولہ ناچ رہا تہا اوس کا ہاتھ کلائی
کے پاس سے اوڑ گیا اور تمام انگریز نرغہ کرکے کوٹھی فرح بخش پہ پہنچے وہان کی کثرت نے اونکو
ظلمات شادیا شیشہ و آلات توپ کے چہروں سے ٹوٹ کر زمین پر گرے مصطفےٰ خان نے جو شاہجہان
کا سینہ سپر تہا سینے مین گولی کے دو ٹکڑے کہا کر جان دی - موہن سنگہ اور لالتا پرشاد بہی
مارے گئے - رزیڈنٹ نے شاہجہان کو سخت و سست کہکر جہڑکی کے ساتھ کہا کہ جلد تخت سے
اوٹھ ترے مارے جانے مین دیر باقی ہے - شاہجہان نے کہی کہ جان بچی ہوئی تھی جواب
تڑکی جہڑکی دیکر بندوق کو ہاتھ سے پھینکدیا اور تخت سلطنت سے اوترکر اپنے آپ کو نشیب
کیطرف گرادیا کہ پاؤن مین صدمہ بہی آیا - بیگم صاحبہ کے خاص بردار اسپر اندازی بہی ...
زنی سے منہ نہ موڑا رزیڈنٹ کے گرد سپاہیوں کے حلقہ باندھ لیا اور وہ ساکت کہڑے رہے -
کرنل رابرٹ نے فریدون بخت کو گرفتار کیا - اوس کے بعض رفیقوں نے تلوار پر ہاتھ ڈالا مگر
انگریزی تلنگون نے اونکو سنگینوں پر دہر لیا - جب شاہجہان گرفتار ہوکر صاحب رزیڈنٹ کے سامنے
آیا تو آنکہوں سے آنسو جاری تہے - مسٹر پاٹن اور بیٹا ورنگاپہ نے اوسکی تسکین کی لیکن دو بیگم
کی پالکی بہی قید تہی - آخر کار اور شاہجہان کلان کوٹھی بہیجکر قید کردیے گئے - کشتون کی لاشین
جو فرح بخش مین پڑی تہین وہ سب نیچے پہینکدی گئین - اور سامان سلطنت کو پاک صاف کیا
اور جب صاحب رزیڈنٹ نصیر الدولہ کی مسند نشینی سے فارغ ہوکر کلان کوٹھی مین آئے تو بیگم
صاحبہ اور شاہجہان کو زرد کوٹھی مین بہیجدیا جو مکان رزیڈنسی سے ملحق ہی دو روز شاہجہان بادشاہ
بیگم سے جدا رہا - دوپہر اسکے صاحب رزیڈنٹ نے اونکی گریہ وزاری پر رحم کرکے دونوں کو
ایک جا رہنے کا حکم دیا - مگر سواے بوریا کے کچہہ اور ایک پلنگ شکستہ کے اونکے پاس
دوسرا فرش نتہا - اور انگریزی پہرہ اونکے سر پر کہڑا رہتا تہا - سقے کا ایک چہوٹا لڑکا جس کا
نام محمد علی تہا کہانا پانی بہیجتا تہا بیگم صاحبہ نے دو روز تک کہانے پانی کی طرف آنکہہ اٹھاکر نہ دیکھا
تیسرے دن تہوڑا سا لقمہ لیا اور ذرا سا پانی پیا کبہی کبہی صاحب رزیڈنٹ اونکے پاس بطریق
خبرگیری کے جاتے تو بیگم صاحبہ کو اداے نماز یا تلاوت کلام مجید یا کسی دوسرے وظیفے
مین مصروف پاتے اور اس ایسی سخت واردات سے اونکے چہرے پر ذرا آثار ملال پیدا
نتہے - افسوس کہ ایسے بردباران صاحب شان کے ہاتہوں ایسی کمتدر صاحب شوکت بیگم کا
یہ انجام ہوا - آخر اوسکے اظہار کی شان مین جو کچہہ اونہوں نے بد ذات و مشکلات اٹہائی

لگیں۔ خدا کی طرف سے یہ اون کا عنایت تھا آخرکار رزیڈنٹ نے بارہ جوڑے زنانہ و مردانہ
اور چند برتن کھانا پکانے کے سید الطاف حسین میر منشی کی معرفت مہیا کر کے ساتھ کیے۔ اور
۸ ربیع الثانی سنہ ۱۲۵۳ ہجری مطابق ۱۲ جولائی سنہ ۱۸۳۷ء چہار شنبے کی آدہی رات کے وقت
سپاہیوں کی حراست میں معہ منا جان کے بیگم صاحبہ کو لطافت خان و وول نکلسن اسسٹنٹ مع
کے ہمراہ پالکی میں سوار کرا کے کانپور کو بھیجدیا اور جنرل اسٹیونس کمان افسر فوج کے سپرد کر دیا۔
تا کہ قید رکھے۔ بادشاہ نے گورنر جنرل کے حکم سے بادشاہ بیگم کے اسباب متروکہ الماس پانچ سے
اشیاے طلائی و نقرئی اور پہننے کے کپڑے بسبب ضرورت اٹھارہ چھکڑوں میں لدوا کر
اور اٹھارہ کنیزیں اور افضل محل والدہ منا جان کو کانپور کو روانہ کر دیا۔ اور باقی تمام سامان ضبط
کر لیا۔ ایک لوری طوطا خاص منا جان کے شوق کا پلا ہوا تھا جسکی خدمت کے لیے سولہ آدمی رہا
کرتے تھے جب اس سامان کے ساتھ وہ نہ بھیجا تو بیگم صاحبہ کف افسوس ملنے لگیں۔ محمد علی شاہ
کو اسکی خبر ہوئی تو فوراً اوس کو بھجوا دیا۔ اس تمام سامان کے پہنچنے کے بعد گورنر جنرل کے حکم سے ۱۴ رجب
مطابق ۵۔ اکتوبر سنہ مذکور کو بیگم صاحبہ اور منا جان کو دو کمپنیوں کی حراست میں رکھکر قلعہ چنار گڈھ کو
بھیجدیا گیا۔ اور چوبیس سو روپئے ماہوار اونکے مصارف کے لیے مسٹر لکسٹو ریزیڈنٹ کی
معرفت مقرر ہوئے۔ اسکے بعد گورنر جنرل نے منا جان کے حال پر رحم کر کے قلعہ سے باہر رہنے کا
حکم دیا اور وہ ۱۶ محرم سنہ ۱۲۶۱ ہجری مطابق ۱۵ جنوری سنہ ۱۸۴۵ء کو مرگ مفاجات سے راہی ملک آخرت
ہوا اور وہیں سرزمین میں دفن ہوا اوس کے آٹھ سو روپئے ماہوار ذاتی سرکار لکھنؤ میں ضبط ہو گئی
اسکے بعد ۳ صفر سنہ ۱۲۶۳ ہجری کو پنجشنبے کے دن بادشاہ بیگم نے انتقال کیا۔ انکی عمر انتقال
کے وقت ستر برس سے متجاوز تھی۔ اور جب چنار گڈھ کو بھیجی گئی تھیں تو انکی عمر ساٹھ سال سے متجاوز تھی
بعد اسکے فقط تین سو روپئے ماہوار منا جان کی اولاد کے لیے کہ دو بیٹے اور ایک بیٹی چھوڑی تھی
سرکار شاہی سے باقی رہی۔ منا جان کے حالات میں عبد الاحد ولد مولوی محمد فائق نے ایک
کتاب فارسی زبان میں لکھی ہے۔ نام اوس کا وقائع دلپذیر ہے۔ اوس کے حالات کو زیادہ تر
اسی کتاب سے اخذ کیا ہے۔

تمام شد

مطبوعہ دوانی

خاص ہمارے یہاں کی مطبوعہ کتب

جو سوائے دفتر نیر اعظم مرادآباد دوسری جگہ نہیں مل سکتیں

گنج شایگان معروف بہ کسال قدیم شاہان ایران سے
لیکر آج تک کے دنیا بھر کی بادشاہتوں ریاستوں وغیرہ کے
سونے چاندی تانبے کے سکون کی دونوں رخونکی اصلی تصویر
حال وزن ۔ ماہیت اور ایک مبسوط فہرست سلاطین ہند سے تا
و جلال الدین اکبر کے سکونکی دیگئی ہے ۔ دو جلد ۶/

مخزن الفوائد دو جلد دنیا بھر کے اوزان ۔ پیمانے
مقادیر و سکہ جات کے حالات وغیرہ قیمت

تاج و نشان المعروف بہ تاج الملوک دو جلد کامل
دنیا بھر کی سلطنتوں اور ریاستوں وغیرہ کے تاج و
نشان ۔ قومی مہرکے ۔ پھریرے ۔ ماٹو گرام وغیرہ کی اصلی
تصویر و ہیئت معہ اونکی رنگتوں کے دکہائی ہے

دستار و کلاہ تمام دنیا کی مختلف قسم کی پگڑی
ٹوپی ۔ کنٹوپ ۔ جوڑ ۔ شملہ ۔ دکھنی پگڑیاں ۔ پارسیونکی
متفرق ٹوپیاں ۔ انگریزی مردوں ۔ لڑکوں لڑکیوں
اور لیڈیوں کی مختلف اوقات کی ٹوپیاں ۔ تماشہ
والونکی ٹوپیاں ان سب کے حالات و تصویریں ۸/

مصباح الادب ہندو حکمت کے گوہر معنی خیز اخلاقی
حکایتیں ۔ شاعر ارزقی ہمعصر حافظ شیرازی کے سندبادنامے
کا اردو ترجمہ دنیا کی سات اور زبانوں میں بھی اسکے ترجمے
ہو چکے ہیں ۔ لندن کے کتبخانے انڈیا آفس میں موجود ہے

معدّا التاریخ ۔ معروف بہ زنبیل تاریخی ۔ یہ کتاب مصنفہ
انوار حسین صاحب مرحوم المخاطب بہ تسلیم سہسوانی کی تصنیف
ہے ابجد کے حساب سے تاریخ نکالنے کے فن تاریخ میں انکی شہرت
اور مسلم الثبوت استادی محتاج بیان نہیں ہے ۔ بیس سے لیکر
۲۰۰۲ نمبر تک ہر نمبر کے مقابلہ میں اتنے ہی عدد کے نام الفاظ
فقرے ۔ محاورات ۔ ضرب الامثال آیات ۔ حدیث
وغیرہ لکھوات اور بعض جگہ مصرعے دیے گئے ہیں اور وہ
بھی اس کثرت سے کہ دیکھنے والونکو حیرت ہوتی ہے کہ مصنف کس
بلاکا دماغ رکھتا تھا ۔ تاریخی نام نکالنے والوں اور تاریخی
کلام کہنے والوں کے لئے اس سے بہتر کوئی اور کتاب
کار آمد نہیں ہوسکتی

کنز الطغرا ۔ معروف بہ نقش حیرت قدیم و جدید ہر قسم
کے تین سو نایاب طغرے ایک ایک صفحہ پر تقطیع کلاں ۱۲/

تذکرۃ السلوک فلسفہ اور حکمت کو لئے ہوئے
کئی جز تک مصطلحات صوفیہ کی تشریح کی گئی ہے ۔ ۸/

خانم سرے پیمائش سیکھنے والوں کے لئے
قابل دستور العمل کتاب ۸/

احسن الاذکار فی مناقب غوث الابرار ۔
حضرت غوث پاک کی مفصل سوانح عمری ۔ کرامات ۔ اور
حالات حسب و نسب مناقب صحیح خوارق عادات وغیرہ ۱۲/

شرح چہل کاف عمل چہل کاف کی مفصل اردو شرح ۲/

ذکر رحمانی حضرت مولانا فضل الرحمن شاہ صاحب

گنجمرادآبادی قدس سرہ کی سوانح - حالات - کرامات
اوراد وغیرہ ۴ر

بحر الغرائب حسین بیانات دقیقہ و اشارات مشکلہ
وہ لطیفہ جذبیہ اکابرین کو شرح و خواص اسرار خداوندی
سے مشرح و مفصل درج ہیں - ہر امر کے بیان تفصیلی اور شالہائے
روشن اور ہر ایک شیخ فن کی تکمیل کا طریقہ ظاہر کر دیا ہے
عجب نایاب اور تحفہ کمیاب ہے ۴ر

افسون مہذب پاری کا ناول - وفاداری عفت
محبت کا سبق آموز - بی بی اور بچوں کے پڑھنے کے قابل
فہرست ۸ کا ایک سچا افسانہ

چاک گریبان رینلڈ کی بہترین تصانیف دنیا بھر
اور لوگی جان - ولایت کی سینہ والی ہزدوری پیشہ فرقہ
کی داستان حسن و عشق کا بیان ۱۲ر

ملن بانی محمود اور ایک پارسی مس کے عشق کا سچا افسانہ
دلکش عبارت قابل دید ۸ر

خزانہ گلزار معروف بہ سلیمان و درزانہ ۸ر

تکمیل لڑکی کی تحسین بی بی ترجمہ انگریزی ۲ر

سوانح عمری مہاراجہ نرندر پرشاد سابق پیشکار دولت
آصفیہ و مہاراجہ مدارالمہام حال کے خاندان کے تفصیلی
حالات و سلطنت دکن کے نامور ونکے سوانحات ۶ر

تاریخ بوہران بوہرہ قوم کی محققانہ تاریخ انکی ابتدا
داعیہ و سلاطین کا مفصل حال جنہیں کی مستند و معتبر کتابوں سے
جو آجتک مستور رہے لکھی ہے ۴ر

جانستان گورنمنٹ اسکول مرادآباد کے ریاضی کی مطلوبہ
سوالات مع تشریح ۱ر

دکھی کی پکار اردو میں کا مناجات مصنفہ مصنف
دارالسلام رباعیات و سلام مجالس عشرہ میں پڑھنے
کے قابل مصنفہ ذکا ۳ر

فیصلہ علی کی سوار منفصلہ عدالت ۱ر

فیصلہ وقف لغیہ منفصلہ عدالت ۲ر

بزرگان دین کا فوٹو حسین ۶ مقصویریں ہیں
ہر ایک کے نام کے ہیں قابل دید و قابل تبرک فی ۲ر

اخبار نیر اعظم مرادآباد
۳۷ سال سے کامیابی کے ساتھ ہفتہ وار شایع ہوتا ہے
روہیلکھنڈ میں سب سے پرانا - آزاد - اور مہذب پرچہ ہے
ہر معاملہ پر آزادی سے بحث کرتا ہے - ہر مذاق کا واقف
ملک اور ملک والونکی ضروریات کو پورا کرنیوالا گورنمنٹ کا
خیرخواہ - رعایا کا سچا ہمدرد سچا حمایت - جھوٹی خوشامد سے بیاک
مقابلہ پر ۱۲ اور ۱۶ صفحہ پر شایع ہوتا ہے قیمت اندرون ملک سالانہ
نمونہ مفت - درخواست پر

مرادآباد کے ظروف
جو اپنی عمدگی نقش و نگار اور دیرپا قلعی اور مضبوطی کے باعث
مشہور ہیں ہمارے کارخانہ میں ہر قسم کے مثل سیاہ قلم رنگین قلم
سفید قلم و سادہ موجود رہتے ہیں - اور فرمائش
کی بھی تعمیل ہوتی ہے بلحاظ صحت ہمارا مال نہایت
ہی اچھا ہوتا ہے - ایکمرتبہ خرید کرکے دیکھئے
آپ ہمیشہ منگاتے رہینگے -

المشتہر

منیجر نیر اعظم بک ایجنسی مرادآباد

۲ات	ن		۹۵۳۰۵
2055	P.67		

DATE	NO.	DATE	NO.